بنات النعش

ڈپٹی نذیر احمد

کشمیر کتاب گھر ۱۳۔ اردو بازار، لاہور ۲

Marfat.com

Marfat.com

بنات النعش

ڈپٹی نذیر احمد

قیمت -/۱۰ روپے

ناشران

کشمیر کتاب گھر ۱۳ اردو بازار لاہور ۲

Marfat.com

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

طابع ——— چوہدری رحیم بخش
مطبوعہ ——— کشمیر کتاب گھر لاہور
مطبع ——— افتخار افضال پرنٹرز لاہور
تاریخ اشاعت ——— جنوری سنہ ۱۹۸۱ء
تعداد اشاعت ——— ایک ہزار
کاغذ ——— سفید پرنٹنگ
قیمت دس روپے

Marfat.com

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنشاہ دوجہان خالق کون و مکان کی حمد و ثنا اس واسطے کہ اقرار عبودیت ہے، فرض ہے مگر اس فرض کو بتمامہ کون ادا کر سکتا ہے۔

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝

ختم المرسلین محبوب رب العالمین کی مدح و نعت اس لیے کہ اظہار ارادت واجب ہے لیکن اس کی بجا آوری پوری کس سے ہو سکتی ہے۔

لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

مرأۃ العروس کو پہلے پہل چھپے ہوئے اب تیس برس ہے اور جہاں تک مجھ کو معلوم اسی دو سوا دو برس میں اس کی کوئی آٹھ نو بلکہ دس ہزار جلدیں فروخت ہو چکی ہیں اور ہر سمت سے طلب اور ہر طرف سے مانگ چلی آرہی ہے۔ ایک بابو صاحب اپنی بنگالی زبان میں ترجمہ کر رہے ایک پنڈت جی مہاراج بھاکا میں۔ اور نہ میری

Marfat.com

استدعا و فرمائش سے بلکہ آرزو و خواہش سے پسند و قبول کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو گی۔

یہ کتاب اسی مرأۃ العروس کا گویا دوسرا حصہ ہے۔ وہی بولی ہے وہی طرز ہے مرأۃ العروس سے تعلیم اخلاق و خانہ داری مقصود تھی اس سے وہ بھی ہے مگر ضمناً اور معلومات علمی خاصتہً۔ تعلیم دینداری کا ایک مضمون اور رہ گیا ہے۔ اگر حیات مستعار باقی ہے اور پیٹ کے دھندے یعنی مشاغل خدمت سے اتنی تھوڑی فرصت بھی ملتی رہے جتنی کہ اب گرمی اور برسات کے دنوں میں نصیب ہو جاتی ہے تو انشاء اللہ بشرط خیریت اگلے سال تک وہ وہ بھی ایک کتاب کے پیرایہ میں پیشکش ناظرین کیا جائے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

العبـــــــــــــد

نذیر احمد وفقہ اللہ التزود لغدہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُسن آرا کی بدمزاجی اور شرارت

حُسن آرا کے مزاج کی اُفتاد ایسی بُری پڑی تھی کہ اپنے ہی گھر میں سب سے بگاڑ تھا نہ ماں کا ادب نہ آپا کا لحاظ۔ نہ باپ کا ڈر نہ بھائیوں سے ملاپ نوکر ہیں کہ آپ نالاں ہیں لونڈیاں ہیں کہ الگ پناہ مانگتی ہیں۔ غرض حُسن آرا سارے گھر کو سر پہ اٹھائے رہتی تھی۔ شاہ زمانی بیگم کے آنے جانے سے چاہیے تھا کہ بڑی خالہ سمجھ کر حُسن آرا گھڑی دو گھڑی چُپ ہو کر بیٹھ جاتی لیکن شاہ زمانی بیگم کو پالکی سے اُترے دیر نہ ہوئی تھی کہ لگاتار دو تین فریادیں آئیں۔ نرگس روتی آئی کہ بیگم صاحبہ دیکھئے چھوٹی صاحبزادی نے اس زور سے پتھر مارا کہ میری آنکھ پھوٹتے پھوٹتے بچ گئی سوسن نے آفریاد کی کہ بیگم صاحبہ چھوٹی بیگم صاحبہ نے مجھ سے کہا کہ دیکھوں سوسن تیری زبان جوں ہی میں نے دکھانے کو زبان نکالی نیچے سے ٹھوڑی میں ایسا مکّا مارا کہ سالے دانت زبان میں بیٹھ گئے۔ گلاب بلبلا اُٹھی کہ ہائے میرا کان خونا خون ہو گیا۔ دائی چلّائی کہ دیکھئے میری لڑکی کم بخت کے ایسے زور سے لکڑی ماری کہ بازو میں بدّھی پڑ گئی۔ باورچی خانے سے ماما نے دُہائی دی کہ اچھی کوئی ان کو سمجھانا۔ سالن کی پتیلیوں میں مٹھیاں بھر بھر راکھ جھونک رہی ہیں۔ شاہ زمانی بیگم نے آواز دی کہ حسنا یہاں آؤ۔ خالہ کی آواز پہچان بارے حسن آرا چلی تو آئی نہ سلام نہ دعا ہاتھوں میں راکھ پاؤں میں کیچڑ اسی حالت میں دوڑ خالہ سے لپٹ گئی خالہ نے کہا کہ حسنا تم بہت شوخی کرنے لگی ہو حُسن آرا نے کہا اس سنبل چڑیل نے فریاد کی ہو گی۔ یہ کہہ کر خالہ کی گود سے نکل لپک کر بے خطا

Marfat.com

قصور سنبل کا سر کھسوٹ لیا۔ بہتیرا خالہ ائیں ائیں کرتی رہی ایک نہ سُنی۔

حسن آرا کو مکتب میں بٹھانے کی صلاح اور اُستانی اصغری خانم کا مختصر حال

تب تو شاہ زمانی بیگم اپنی بہن کی طرف مخاطب ہو کر بولیں "بوا سلطانہ اس لڑکی کے لیے تو از برائے خدا اُستانی رکھو" سلطانہ بیگم نے کہا باجی اماں کیا کروں مہینوں سے اُستانی کی تلاش میں ہوں کہیں نہیں ملتی۔"

شاہ زمانی بیگم بولیں۔" ادئی بوا تمہاری بھی وہی کہاوت ہوئی ڈھنڈورہ شہر میں لڑکا بغل میں۔ خود تمہارے محلّے میں مولوی محمد فاضل کی چھوٹی بہو لاکھ اُستانیوں کی ایک اُستانی ہے۔" سلطانہ نے کہا مجھ کو آج تک اطلاع نہیں ہوئی دیکھو میں ابھی آدمی بھیجتی ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے گھر کی داروغہ کو بُلایا کہ مانی جی کوئی مولوی صاحب اس محلّہ میں رہتے ہیں؟ باجی اماں کہتی ہیں ان کی چھوٹی بہو بہت پڑھی لکھی ہیں۔ دیکھو اگر اُستانی گری کی نوکری کریں تو ان کو بلوا لاؤ، کھانا کپڑا دس روپیہ پان زردے کا خرچ ہم دینے کو حاضر ہیں اور جب لڑکی پہلا سپارہ ختم کرے گی اور ادب قاعدہ سیکھ جائے گی تو تنخواہ کے علاوہ بھی انشاء اللہ ہم استانی جی کو خوش کر دیں گے۔ مانی جی مولوی صاحب کے گھر آئیں محمد کامل کی ماں سے صاحب سلامت ہوئی اور پوچھا اچھی بی مولوی صاحب کی بی بی تمہیں ہو۔

مامادیانت۔ ہاں یہی ہیں۔ آؤ بیٹھو۔ کہاں سے آئیں؟

مانی جی۔ (گھر والی بی بی کی طرف مخاطب ہو کر) تمہاری چھوٹی بہو کہاں ہیں؟

محمد کامل کی ماں۔ کوٹھے پر ہیں۔

Marfat.com

مانی جی ۔ میں ان کے پاس اوپر جاؤں؟
دیانت ۔ آپ اپنا پتہ نشان بتلائیے بہو صاحب یہیں آجائیں گی۔
مانی جی ۔ میں حکیم صاحب کے گھر سے آئی ہوں ۔ یہ سُن کر محمد کامل کی ماں نے نام بنام سب چھوٹے بڑوں کی خیر و عافیت پوچھی اور مانی سے کہا تمیز دار بہو سے کیا کام ہے۔
مانی جی ۔ وہی آئیں تو کہوں" تمیز دار کے نیچے اُترنے کا وقت بھی آگیا تھا کیونکہ عصر کی نماز پڑھ کر اصغری نیچے اترآتی تھی اور مغرب اور عشاء دونوں نمازیں نیچے پڑھا کرتی تھیں اصغری کو مانی جی نے دیکھا تو اُستانی گیری کی نوکری کے واسطے کہتے ہوئے تامل کیا۔ باتوں ہی باتوں میں البتہ کہا کہ بیگم صاحب کو اپنی چھوٹی لڑکی کی تعلیم کرانا منظور ہے بڑی بیگم صاحب نے آپ کا ذکر کیا تو بیگم صاحب نے مجھ کو بھیجا اصغری نے کہا دونوں بیگم صاحبوں کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہنا اور یہ کہنا کہ جو کچھ بُرا بھلا مجھ کو آتا ہے کسی سے مجھ کو عذر نہیں ہے۔ اسی واسطے انسان پڑھتا لکھتا ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچائے اور بڑی بیگم صاحب کو معلوم ہوگا کہ میں اپنے میکے میں کتنی لڑکیوں کو پڑھاتی تھی اور میرا جی تو بہت چاہتا ہے کہ بیگم صاحب کی لڑکی کو پڑھاؤں لیکن کیا کروں نہ تو بیگم صاحب لڑکی کو یہاں بھیجیں گی اور نہ میرا جانا وہاں ہو سکتا ہے۔ مانی جی نے تنخواہ کا نام صاف تو نہ لیا مگر دبی زبان سے کہا کہ بیگم صاحب ہر طرح سے خرچ پات کی ذمہ داری بھی کرنے کو موجود ہیں۔ اصغری نے کہا کہ یہ سب ان کی مہربانی ہے ان کی ریاست کو یہی بات زیبا ہے لیکن ان کے زیرِ سایہ ہم غریب بھی پڑے ہیں تو خدا ننگا بھوکا نہیں رکھتا ہے۔ بے داموں کی لونڈی بن کر تو خدمت کرنے کو حاضر ہوں اور اگر

Marfat.com

تنخواہ دار اُستانی درکار ہو تو شہر میں بہت ملیں گی اس کے بعد مانی جی نے اصغری کا حال پُوچھا اور جب یہ سُنا کہ یہ تحصیلدار کی بیٹی ہے اور مولوی محمد فاضل صاحب بھی پچاس رُپیہ ماہواری کے نوکر ہیں تو مانی کو ندامت ہوئی کہ نوکری کا اشارہ ناحق کیا مانی ہر چند نوابی کے کارخانے دیکھے ہُوئے تھی۔ لیکن اصغری کی شستہ تقریر سُن کر دنگ ہو گئی اور معذرت کی کہ بی مجھ کو معاف کرنا۔ اصغری نے کہا تم مجھ کو کانٹوں میں گھسیٹتی ہو۔ اول تو نوکری کچھ گناہ نہیں عیب نہیں اور پھر ناواقفیت کے سبب اگر تم نے پوچھا تو کیا مضائقہ غرض مانی جی رخصت ہوئیں اور وہاں جا کر کہا کہ بیگم صاحب اُستانی تو واقع میں لاکھ اُستانیوں کی ایک اُستانی ہے جس کی صورت دیکھنے سے آدمی بن جائے۔ پاس بیٹھنے سے انسانیت حاصل کر لے۔ سایہ پڑ جانے سے سلیقہ سیکھے۔ ہوا لگ جانے سے ادب پکڑے۔ لیکن نوکری کرنے والی نہیں تحصیلدار کی بیٹی ہے رئیس لاہور کی مختار کی بہو، گھر میں ماما نوکر ہے۔ دالان میں چاندنی بچھی ہے چاندنی پر سوزنی اوپر سے گاؤ تکیہ لگا ہے۔ اچھی خوش گذران زندگی بھلا ان کو نوکری کی کیا پرواہ ہے۔

شاہ زمانی۔ سچ ہے بوا سُلطانہ تم نے مانی جی کو بھیجا تو تھا لیکن مجھ کو یقین نہ تھا کہ وہ نوکری کریں گی۔

مانی جی۔ لیکن وہ تو ایسی اچھی آدمی ہیں کہ مفت پڑھانے کو خوشی سے راضی ہیں۔

سلطانہ۔ یہاں آکر۔

مانی جی۔ بھلا بیگم صاحب! جو نوکری کی پرواہ نہیں رکھتا۔ وُہ یہاں کیوں آنے لگا۔

سلطانہ۔ کیا پھر لڑکی وہاں جایا کرے گی۔

شاہ زمانی۔ اس میں کیا قباحت ہے وہ قدم پر تو گھر ہے اور مولوی صاحب

Marfat.com

کو تم نے ایسا بے عزت سمجھا۔ بھائی علی نقی خاں کی سگی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے ہیں۔

سلطانہ۔ آہا تو ایک حساب سے ہماری برادری ہیں۔

شاہ زمانی "تو خدا نہ کرے کچھ ایسے ویسے ہیں۔ پہلے ان کا کام خوب بنا ہوا تھا۔ جب سے رئیس بگڑا بیچارے غریب ہو گئے ہیں۔ پھر بھی گھر میں ماما ہمیشہ رہی ڈیوڑھی پر بھی ایک دو آدمی برابر رہتے ہیں۔

سلطانہ۔ خیر حسن آرا وہیں چلی جایا کرے گی۔

اگلے دن شاہ زمانی بیگم اور سلطانہ بیگم دونوں بہنیں حسن آرا کو لے کر اصغری کے گھر آئیں باوجودیکہ اصغری کے یہاں غریبانہ سامان تھا لیکن اس کے انتظام اور سلیقے کے سبب بیگموں کی وہ مدارات ہوئی کہ ہر طرح کی چیز وہیں بیٹھے بیٹھے موجود ہو گئی۔ دو چار طرح کا عطر چوکھڑا الائچی چکنیاں، چائے بات کی بات میں سب موجود ہو گیا۔ خوب مزے کی گلوریاں تیار ہو گئیں۔۔۔ دونوں بہنوں نے اصغری سے کہا کہ مہربانی کر کے ذرا اس لڑکی کو دل سے پڑھا دیجئے۔ اصغری نے کہا کہ اول تو خود مجھ کو کیا آتا ہے مگر دو چار حرف بزرگوں کی عنایت سے آتے ہیں۔ انشاء اللہ ان کے بتانے میں اپنے مقدور بھر دریغ نہ کروں گی۔ چلتے ہوئے سلطانہ بیگم ایک اشرفی اصغری کو دینے لگیں اصغری نے کہا کہ اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ پڑھوائی آپ سے لوں۔۔۔ سلطانہ بیگم نے کہا استغفر اللہ پڑھوائی دینے کے واسطے ہمارا کیا منہ ہے بسم اللہ کی مٹھائی ہے۔ اصغری نے کہا شروع میں تبرک کے واسطے سیر آدھ سیر مٹھائی کافی ہے۔ یہ کہہ کر دیانت کی طرف اشارہ کیا وہ کوٹھری میں سے قاب بھر کر نکتیاں نکال لائی اصغری نے خود فاتحہ پڑھ کر پہلے حسن آرا

Marfat.com

کوئی اور بھری قاب دیانت کو اٹھا دی کہ سب بچوں کو بانٹ دو۔ سلطانہ نے کہا اچھا تم نے مجھ کو شرمندہ کیا۔ اصغری نے کہا۔ ہم بے چارے غریب کس لائق ہیں یہاں جو کچھ ہے وہ بھی آپ ہی کا ہے البتہ میرا دینا یہی ہے کہ حسن آرا کو پڑھا دوں سو خدا وہ دن کرے کہ میں آپ سے سُرخرو ہوں۔" غرض دنیا سازی کی باتیں ہو ہوا شاہ زمانی بیگم اور سُلطانہ بیگم چلی گئیں اور حسن آرا کو اصغری کے حوالے کر گئیں۔

حسن آرا کا مکتب میں بیٹھنا اور لونڈیوں کی بے جا خوشامد

یوں دیکھنے اور کہنے کو تو حسن آرا اکیلی مکتب میں بیٹھی۔ مگر کوئی درجن بھر تو لونڈیاں اس کے ساتھ تھیں اور کوئی کوڑی بھر سہیلیاں، لونڈیوں کا تو یہ قاعدہ تھا کہ بے ضرورت بھی ہر دم اور ہر لحظہ چاروں طرف سے حسن آرا کو گھیرے رہتیں اور کچھ کام نہیں تو بات بات میں خوشامد۔ بات بات پر تعریف ذرا بیٹھک بدلی اور سب بول اٹھیں بسم اللہ بسم اللہ چھینک لی تو سب چلائیں شکر الحمد للہ مانی جی ہیں کہ چپکے ہی چپکے قل ہو اللہ کی تسبیحاں پڑھ پڑھ کر پھونک رہی ہیں۔ انا ہیں کہ بار بار اِن یکاد[1] دم کرتی جاتی ہیں۔ اور جو کہیں حسن آرا نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو کوئی جلدی جلدی پنکھا جھلنے لگی کوئی چوری بار رومال ہلانے کھڑی ہو گئی۔ کوئی بولی واری جاؤں گلوری کھا لو یا گوٹے ہی کے دو دانے ڈال لو دیر ہوئی مُنہ بدمزہ ہو گیا ہو گا کوئی کہنے لگی صدقے گئی ایک گھونٹ شربت پی لو۔ نگوڑے ہونٹ ہیں کہ سوکھے چلے جاتے ہیں پپڑیاں بندھ گئی ہیں پھاڑیں جائے

---

[1] اِن یکاد اشارہ ہے طرف ایک آیت قرآن مجید کے جو دفع نظر بد کے واسطے پڑھ کر پھونک دیا کرتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے۔

Marfat.com

ایسا پڑھنا اور آگ لگے ایسے مکتب کو لڑکی کا مُنہ تو دیکھو کیسا ذرا سا نکل آیا ہے۔ یہ کہہ کر جلدی سے لپک چٹاچٹ بلائیں لے۔ حُسن آرا کو گلے سے لگا لیا۔ جس شخص پر حُسن آرا کی طرح ایسی لونڈیوں کا غضب الٰہی اور ایسے نوکروں کی بلا مسلّط ہو اس کے مزاج کا درست رہنا عجب کی بات ہے۔ فرشتہ بھی ہو تو ایسی صحبت میں توبہ توبہ بھوت سے بدتر ہو جائے۔

حُسن آرا کی عادات

حسن آرا بے چاری بھی اِسی آفت میں مبتلا تھی کوئی خرابی نہ تھی کہ اس کے مزاج میں نہ ہو اور کوئی بگاڑ نہ تھا کہ اس کی عادتوں میں نہ ہو۔ مکتب میں گئی تو شرارت، بدمزاجی، بدزبانی، خود پسندی، بے باکی، جنگ جوئی، حسد، دروغگوئی، بدلحاظی، تنگ چشمی، لالچ، بے صبری، سُستی، بے ہُنری، بدسلیقگی اپنی قدیمی سہیلیوں کو ساتھ لیتی گئی۔ چونکہ اُستانی جی خود ماشاء اللہ امیر گھر کی بیٹی اور امیروں کے دستور اور قاعدے سے بخوبی واقف تھیں اُن کو تو حُسن آرا کے چونچلے اور اس کے نوکروں کی ناز برداریاں دیکھ کر کچھ بھی اچنبھا نہیں ہوا مگر مکتب کی لڑکیوں کو اچھا خاصہ تماشا مِل گیا کیسا پڑھنا اور کس کا سبق یاد کرنا سب کی سب ٹکٹکی باندھ کر حُسن آرا اور اس کی ساتھ والیوں کو دیکھنے لگیں۔ اصغری نے دیکھا اسی سنگت نے حُسن آرا کو پیٹ بھر کر بگاڑا ہے اگر اب بھی یہ سنگ ساتھ موجود رہا تو تعلیم و تربیت کا اثر ہونا معلوم۔ مانی جی سے کہا کہ اب ان لوگوں کو اجازت دیجیے کہ گھر کا کام کاج دیکھیں۔ مکتب کی لڑکیاں ہیں کہ انہیں میں محو ہو رہی ہیں اور حسن آرا بیگم کا دل بھی اچاٹ ہُوا چلا جاتا ہے۔ مانی جی سمجھ دار تو تھی ہی سُنتے کے ساتھ سب کو رخصت کا اشارہ کیا۔ مگر لونڈیاں چلنے کا نام سُن کر بے طرح مچلیں۔ ایک نے کہا لو وہ بھلا بے صاحبزادی بے مجھ کو ایک دم قرار

Marfat.com

ہوگا۔ گھر میں مجھ سے بیٹھا جائے گا۔ دوسری بولی مانی جی ایسی نوکری کو سلام ہے۔ میں نے کچھ روٹی کپڑے کے لالچ سے نوکری نہیں کی ایک اس بچی کی محبت ہے۔ تنخواہ ہے تو یہ ہے اور انعام ہے تو یہ ہے۔ ان نوکروں کا مطلب یہ تھا کہ حسن آرا کے چیلے سے گھر کے کام دھندے سے بچیں۔ یہ سن کر اصغری نے کہا بوا بیگم صاحب سے بڑھ کر محبت کا دعویٰ تو دعویٰ ہے۔ وہی کہاوت ہے ماں سے زیادہ چاہے پھپھا کٹنی کہلائے۔ اور خدانخواستہ رخصت نہیں وداع نہیں چار قدم پر گھر لگا ہے۔ مکتب میں دیکھتی ہو جگہ کی کتنی کوتاہی ہے۔ لڑکیوں میں تم سب کا اٹھنا بیٹھنا ان کے لکھنے پڑھنے میں ضرور حرج ڈالے گا بہتر ہے کہ اس وقت چلی جاؤ اپنا اپنا کام دیکھو۔ اس پر بھی دو چار نے عذر کیا کہ آخر صاحبزادی کو پنکھا جھلنے پانی پلانے کو ایک دو آدمیوں کا رہنا ضرور ضرور ہے۔ اصغری نے جواب دیا کہ ہم لوگ اپنا سب کام کاج اپنے ہاتھوں کرتے ہی ہیں اتنا کام بوا حسن آرا بیگم کا کر دیں گی تو ہاتھ گھس نہ جائیں گے غرض کہ زبردستی اصغری نے سب کو دھکیلا مانی جی بغدادی قاعدہ اور عم کا سپارہ بھی ایک کمخواب کے جزدان میں رکھ بغل میں داب لائی تھیں چلنے لگیں تو وہ جزدان حسن آرا کو دینے لگیں۔ اصغری نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔

مانی جی۔ بغدادی قاعدہ اور عم کا سپارہ ہے۔ دیکھیے تو سہی کیا پاکیزہ خط ہے۔

اصغری۔ مگر بالفعل اس کی ضرورت نہیں۔

مانی جی۔ آخر صاحبزادی کو کیا شروع کرائیے گا۔

اُستانی جی۔ ابھی تو کچھ بھی نہیں۔

مانی جی۔ کچھ بھی نہیں تو پھر مکتب میں بیٹھنے سے حاصل۔

اصغری۔ مجھ کو ہتھیلی پر سرسوں جمانی نہیں آتی حاصل حصول جو کچھ ہوگا۔ چند روز میں آپ ہی نظر آجائے گا۔ خلاف خواہش پڑھانا میرا دستور نہیں۔ پڑھنا پڑھانا بھی

Marfat.com

کبھی فائدہ دیتا ہے جب پڑھنے والا خواہش کرے ورنہ مارے باندھے کچھ پڑھایا بھی تو کیا۔ اول تو ایسا پڑھا یاد نہیں رہتا۔ دوسرے جب دل نہیں چاہتا تو زبردستی کرنے سے الٹا ذہن اور کند ہوتا ہے۔

مانی جی۔ سچ ہے۔ مگر بچوں کی خواہش پر ملتوی رکھا کریں تو پڑھنا لکھنا سب نیست و نابود ہو جائے۔

اصغری۔ میں یہ نہیں کہتی کہ سب بچے شوق ہی سے پڑھا کرتے ہیں۔ مگر میں نے اپنا یہی دستور رکھا ہے کہ اوّل علم کا شوق دل میں پیدا کر دیتی ہوں۔ تب پڑھنا شروع کراتی ہوں۔

مانی جی۔ سبحان اللہ! شوق ہو تو پڑھنا کیا بڑی بات ہے۔ بے شوق سے برسوں میں نہ ہو اور شوق والا مہینوں میں کر دکھائے۔ مگر صاحبزادی تو پڑھنے کے نام سے کوسوں بھاگتی ہیں ان کو تو خدا ہی شوق دے گا تو ہوگا۔

اصغری۔ اجی مانی جی انشاء اللہ یہی حسن آرا بیگم پڑھنے کے لیے ہاتھ جوڑیں پاؤں پڑیں منتیں کریں تب تو سہی غرض کہ ساتھ والیاں تو سب رخصت ہوئیں اب حسن آرا اکیلی اصغری خانم کے پاس رہ گئی۔ اصغری اوّل تو خود بڑی زیرک تھی۔ حسن آرا کے قیافے اور تھوڑی ہی دیر کے طرز و انداز سے سمجھ گئی۔ دوسرے ایک محلے کا واسطہ بہت کچھ پہلے سے سن سنا چکی تھی۔ غرض جو دقتیں حسن آرا کی اصلاح میں پیش آنے والی تھیں اصغری سب جان گئی تھی۔ خیریت اتنی تھی کہ حسن آرا کے مزاج میں جہاں دنیا بھر کی خرابیاں تھیں ایک یہ اچھائی تھی کہ ذہین اور سمجھدار ہونے کے علاوہ نیک ذات بھی تھی فوراً اس کا دل اچھی بات کا اثر قبول کر لیتا تھا۔ اور اگر اس سے کوئی خطا ہو جاتی اور نرمی سے اس کو متنبہ کر دیا جاتا تو قائل اور نادم ہو کر اپنی حرکت پر تاسف اور تلافی مافات میں کوشش

Marfat.com

کرتی۔ اتنی ہی بات کا سہارا تھا کہ اصغری خانم نے اس کی تعلیم کا بیڑا اٹھالیا۔ اصل میں حسن آرا کا مزاج نہایت نیک تھا۔ ناز پروردگی اور دولت مندی سے جن خرابیوں کا پیدا ہونا ممکن تھا وہ البتہ درجۂ غایت اور اس کے مزاج میں اثر کر گئی تھیں۔ حسن آرا جب مکتب میں بیٹھی تو اصل خیر سے گیارہویں برس میں تھی اور ہر چند اس وقت تک مکتب میں لڑکیوں کی کچھ بہت بھیڑ بھاڑ نہ تھی تاہم اصغری کی نند محمودہ زبیدہ۔ کلثوم۔ حلیمہ۔ کنیز فاطمہ۔ خیر النسا حاجرہ، شہر بانو دس لڑکیاں مکتب میں بیٹھی تھیں۔

مکتب کی لڑکیوں کا حال

یہ لڑکیاں کچھ حسن آرا کی طرح سب کی سب امیر زادیاں تو تھی نہیں اکثر تو پیشہ وروں کی بیٹیاں تھیں اور بعض خوش باش نوکری پیشہ لوگوں کی۔ اگرچہ حسن آرا کے مقابلے میں سب کی سب غریب تھیں مگر بمقابلہ یک دیگر کوئی زیادہ خوشحال تھی کوئی متوسط الحال کوئی نہایت غریب اور جس طرح ان کی حالتیں متفاوت تھیں ان کی صورتیں اور سیرتیں ضرور ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ مگر مکتب کی تعلیم نے سیرتوں کے اختلاف کو بالکل مٹا دیا تھا۔ یہ لڑکیاں باوجودیکہ کئی گھروں کی تھیں تاہم آپس میں ایسی ملی جلی رہتیں کہ گویا سب کی سب سگی بہنیں ہیں نہ ان میں کوئی لڑائی ہوتی نہ کبھی کسی طرح کی رنجش پیدا ہوتی صورتوں کے اختلاف کا رفع کر دینا تو اصغری کے اختیار میں نہ تھا اتنا البتہ کر دیا تھا کہ کسی کے نزدیک اختلاف صورت کی کچھ وقعت باقی نہ رہی تھی۔ جو رنگ کی اُجلی اور گوری چٹی تھی وہ کبھی سیاہ فام کالی بھٹ کو نظر حقارت سے نہ دیکھتی نہ اپنی صباحت پر ناز کرتی اور جس کا نقشہ اچھا تھا وہ کم رو سے نفرت نہ کرتی اور نہ اپنے چہرے مہرے کو دیکھ کر خوش ہوتی امیری غریبی سے تو یہاں کچھ بحث ہی نہ

Marfat.com

تھی کوئی نہیں جانتی تھی کہ امیری کیا بلا ہے اور غریب ہونا بھی کچھ حقارت کی بات ہے۔ حسن آرا کا مکتب میں بیٹھنا تھا کہ صورت شکل اور امیری غریبی کے مضمون تازہ ہوگئے۔ اور حسن آرا آتے کے ساتھ ہی غریبوں کو دیکھ کر لگی تیوری چڑھانے اور منہ بنانے پاس بیٹھنا تو درکنار سرے سے غریب لڑکیوں کا مکتب میں ہونا اس کو ناگوار ہوا اور صورت شکل پہ تو حسن آرا کو اس بلا کا گھمنڈ تھا کہ بعض لڑکیوں کو دیکھ کر بے اختیار ہنس دیتی اور بے تامل کہہ بیٹھتی "شکل نہ صورت بھاڑ میں سے نکل"۔ محمودہ اور حسن آرا سے ایک طرح کی پہلی جان پہچان تھی۔ دو چار دفعہ کسی کی شادی بیاہ میں دیکھنے بلکہ بات چیت کرنے کا اتفاق بھی ہوا تھا سو قاعدہ ہے کہ آدمی جو کسی نئی جگہ جانا چاہے تو وہاں کے لوگوں کا حال اپنے کسی جان پہچان والے سے اسے لاگت ہے حسن آرا، محمودہ کے پاس تو بیٹھتی ہی تھی چپکے چپکے مکتب کی لڑکیوں کا حال محمودہ سے پوچھنے لگی۔

حسن آرا کا مکتب کی لڑکیوں کو نظر حقارت سے دیکھنا اور محمودہ کا اس کو قائل کرنا

زبیدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کیوں بوا محمودہ بیگم یہ سامنے والی چیچک رو لڑکی طباق کی روٹی کا سا منہ لیے ہوئے کون ہے۔ یہ کہہ کر حسن آرا آپ ہی آپ ہنسی اور اس امید سے کہ محمودہ بھی ایسی پھبتی سن کر پھڑک جائے گی محمودہ کا منہ دیکھنے لگی۔ یہاں محمودہ پر اس کا بالکل الٹا اثر ہوا۔ منہ سے تو کچھ نہ کہا مگر حسن آرا کی بات کو اس قدر حقارت سے سنا کہ اس کے چہرے سے یہ بات ظاہر ہوگئی اور بے رخ ہو کر جواب دیا کہ امیر خاں کی حویلی میں رہتی ہیں۔ زبیدہ ان کا نام ہے ان کے ابا، فوج کا کام کرتے ہیں۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ اچھی کیسے رفوگر ہیں۔ بیٹی کے چہرے میں پاؤ بھر قیمہ لے کر رفو نہیں کرتے۔

محمُودہ۔ بیٹی چیچک پھٹ نہیں ہے۔ منہ پھٹ ہوتی تو رفو کرتے۔

حُسن آرا۔ اور ان کے پہلو میں یہ دوسری کالی کالی کون ہے۔ جیسے سیہ تاب کا سیر فرش رکھا ہو۔

محمُودہ۔ یہ بیچاری ایک غریب قلعی گر کی بیٹی ہے۔

حُسن آرا۔ گھر کے گھر میں چہرے پر قلعی نہیں کرا لیتی۔

محمُودہ۔ امیروں کے گھر قلعی کرنے سے فرصت نہیں ملتی ہوگی۔

حُسن آرا۔ اچھی یہ کونے میں کون لڑکی بیٹھی ہے اے ہے روتے میں اس کی صورت کیسی بدرونق ہو جاتی ہے۔

محمُودہ۔ روتے میں سبھی کی صورت بگڑ جاتی ہے۔

حُسن آرا۔ ہماری تو نہیں بگڑتی۔

محمُودہ۔ آپ نے کیوں کر جانا۔

حُسن آرا۔ میں نے روتے میں اپنا مُنہ آئینے میں دیکھا تھا تو خاصی پیاری پیاری صورت تھی۔ بلکہ لال مُنہ ہو جانے سے چہرہ اور بھی گرم گرم نکل آیا تھا۔

محمودہ۔ روتی صُورت کی تعریف میں نے آپ ہی سے سُنی ہے۔ خیر آپ کو آپ کا بسورتا ہوا حسن مبارک رہے۔ یہاں کوئی اس کا خواہاں نہیں۔

اسی طرح حسن آرا نے اور دو چار پھبتیاں کہیں تو محمودہ نے کچھ داد نہ دی۔ آخر حُسن آرا کھسیانی ہو کر اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئی مگر پہلے ہی دن سے امیری کے زعم میں حُسن آرا نے مکتب میں اپنا ایسا تسلط بٹھانا شروع کیا کہ گویا سب لڑکیاں اُس کی لونڈیاں ہیں اور بے تکلف لگی سب پر حکم چلانے۔ اصغری خانم کو ابتدا میں اس کا اہتمام ضرور تھا کہ حسن آرا کو مکتب سے بے دلی نہ ہونے پائے۔ کیونکہ ان کو بخوبی

Marfat.com

معلوم تھا کہ اگر کہیں اس کا جی اچاٹ ہوا تو پھر اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے گی مگر یہ خدا کی بندی مکتب کی طرف رخ نہ کرے گی مکتب کی لڑکیاں تو حسن آرا کا طرزِ مدارات دیکھ کر کھٹک چلی تھیں اور ایک عام نفرت حسن آرا کی طرف سے سب کے ہو گئی تھی۔ جتنا حسن آرا اپنے تئیں کھینچتی لڑکیاں اُس سے کنارہ کشی کرتیں اور جس قدر وہ لڑائی کی لیتی لڑکیاں اس کو ذلیل سمجھتیں۔

اصغری نے اشارہ سے سب کو روک دیا اور محمودہ سے کہا کہ حسن آرا بہت اچھی لڑکی ہے اور بڑی عمدہ سہیلی تم کو ہاتھ لگی ہے تھوڑے دن صبر کرو۔ اس کو بد دل مت ہونے دو بے چاری طائرِ وحشی کی طرح گرفتارِ قفس ہے۔ اگر کہیں تم نے اس کو بھڑکا دیا تو پھڑ پھڑا کر اُڑ جائے گی اور پھر نہ پکڑائی دے گی۔ اور اگر پرچا پایا تو دیکھنا کیسی کیسی میٹھی میٹھی صفیریں سنائی اور دلوں کو لُبھاتی ہے۔

غرض اِدھر تو لڑکیاں دلداری پر آمادہ ہوئیں۔ ادھر اُستانی جی نے پڑھنے لکھنے کا نام تک مُنہ سے نہ نکالا۔ پھر حسن آرا کو وحشت کی کیا دیر تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں لڑکیوں سے ایسی بے تکلف ہو گئی کہ مدتوں ساتھ کھیلی ہوئی ہے اور خود فرمائش اور تقاضا کر کے محمودہ کی گڑیاں کھلوائیں۔

محمُودہ کی گڑیوں کا گھر دیکھ کر حسُن آرا کا تعجّب کرنا

اگرچہ حُسن آرا کے گھر گڑیوں کا بڑا سامان تھا۔ مگر یہاں محمودہ کی گڑیوں کو دیکھ کر نہایت ششدر ہوئی۔ حسن آرا کی گڑیاں بازاری گڑیاں تھیں۔ صورت دیکھو تو بے ہنگم۔ جوڑے دیکھو تو بھدے جھوٹا مصالح کھوٹا کام نہ سلائی درست نہ ٹنکائی ٹھیک۔ مگر محمودہ کی سر سے پاؤں تک اُس کے اپنے ہاتھوں سے کاڑھی بنائی تھیں کہاں وہ بازاری بیگاری کام کہاں یہ خانہ ساز۔ حسن آرا نے گڑیوں کے لیے

Marfat.com

بنا بنایا لکڑی کا گھر دو منزلہ پندرہ روپے کو مول لیا تھا اور اسی پر اترا تی تھی۔ محمودہ نے تیلیوں اور پنّی کا نہایت خوبصورت خوش قطع مکان خود بنایا تھا حسن آرا کو محمودہ کی گڑیاں دیکھ کر اوّل مرتبہ یہ خیال ہوا کہ ہنر اور سلیقے کے آگے مال و دولت ہیچ ہے۔ اپنے ہاتھ کے ہنر سے ہم وہ کام لے سکتے ہیں جو دولت سے نہیں نکل سکتا۔ بار بار حیران ہو کر محمودہ سے پوچھتی اے ہے یہ ننھا سا کارچوبی بٹوا بھی تمہیں نے سیا ہے۔ اچھی سچ کہنا یہ پلنگ کے تکیے تمہیں نے بنائے ہیں۔ اس دھانی جوڑے میں تو مصالح تمہارا ٹانکا ہوا نہیں لگتا۔ اس چمنی کا کرتا تو ضرور استانی جی نے قطع کر دیا ہوگا۔ بھلا بتاؤ تو یہ پٹا پٹی کے پردے کہاں سے لیے۔ یہ گنگا جمنی تاروں بھرا دوپٹہ کس نے دیا۔ بلا کے موباف ہیں۔ غضب کے ازار بند ہیں۔ اے لو اور سنو ابرق کے جھاڑ کاغذ کے پنکھے ابری کی دریاں اجی یہ تو دیکھو سینکو کی چلمنیں۔ سرکنڈوں کے کھمبے غرض کہ محمودہ کی گڑیاں دیکھ کر حسن آرا ایسی حیرت زدہ ہو گئی تھی کہ متعجب ہو ہو کر محمودہ ہی کو دکھاتی تھی۔ محمودہ نے حسن آرا کے تمام تر تعجب کا یہی جواب دیا کہ یہ سب کچھ میرا ہی کیا ادھر اور میرا ہی سیا پرویا ہے اور کچھ بڑی بات نہیں۔ اگر آپ دو مہینے بھی سینے پرونے میں جی لگائیں تو اس سے کہیں بہتر بنا سکتی ہیں۔ مجھ کو تو گڑیاں کھیلنے کا شوق بھی نہیں استانی جی جب کوئی نیا کام سکھاتی ہیں تو میں پہلے پہل گڑیوں ہی پر ہاتھ صاف کرتی ہوں۔ پس جو کچھ آپ نے دیکھا یہ میری شروع شروع کی مشق ہے۔

حسن آرا۔ دو مہینے میں میں اس سے بہتر بنا سکتی ہوں۔

محمودہ۔ بیشک بلکہ اس سے بھی کم میں۔

حسن آرا۔ بس اس میں سلائی ہی سلائی ہے۔

محمودہ۔ اور کیا اور سلائی کیسی بلکہ نرا گوٹا اور تیچی کا کام ہے۔

حسن آرا۔ بھلا اتنا سینا مجھ کو دو مہینے میں کیوں کر آجائے گا۔

Marfat.com

محمودہ۔ اگر آپ جی لگائیں تو میرا ذمہ دو مہینوں میں خاصی طرح فراغت سے سیکھ جایئے گا۔

حسن آرا۔ ابھی تو مجھ کو دھاگا پرونا بھی نہیں آتا۔ لو کل شام ہی کی بات ہے اتا اپنی نواسی کا کرتہ سی رہی تھی اور دیر سے سوئی میں دھاگہ پرو رہی تھی۔ آپ خیر سے عینک بھی ہر دم چڑھائے رہتی ہیں۔ پھر بھی خاک نہیں سوجھتا دھاگا نہ پڑا پرنہ پڑا میں جو کھیلتی کھیلتی جا نکلی تو مجھ سے گڑ گڑا کر کہنے لگی اچھی بیٹی اپنی انا کا ایک کام نہیں کر دیتیں ذرا دھاگا پرو دو۔ رعشے کے مارے میری تو انگلیاں کہہ میں نہیں ہیں۔ حرمت گلے سے ننگی پھرتی ہے۔ کسی طرح گونہ گانٹھ کر کرتہ کھڑا کیا ہے۔ گریباں رہ گیا ہے میں نے بہت کوشش کی دھاگہ تو ناکے کے مُنہ پر آ آجاتا تھا مگر پرو یا نہ گیا تب تو میرا جی جل گیا اور میں نے سُوئی اُٹھا دور پھینک دی۔

محمودہ۔ کیسا ہی آسان کام ہو تھوڑی بہت محنت ضرور چاہتا تھا اور خاص کر سینا پرونا تو بڑی پتے ماری کا کام ہے۔ دھاگہ پرو لینا تو کچھ بھی مشکل نہیں بل کے کھا جانے سے دھاگے کے سرے پر پھوسڑے نکل آتے ہیں۔ اُن کو چٹکی سے مروڑ دے کر دبا دینا چاہیے۔ پھر تو شائد پرونے میں دیر نہ ہو۔

محمودہ۔ ہاں ہاں ضرور یہی بات تھی۔ مجھ کو اتا نے یہ حکمت نہیں بتائی۔ بھلا ایک سوئی دھاگہ تو دیکھوں مجھ سے پرو یا جاتا ہے یا نہیں۔

محمودہ نے ایک بہت باریک ناکے کی سوئی اور بہت مہین پیچک کا دھاگا دیا۔ حسن آرا نے دھاگے کے سرے کو چٹکی سے مروڑ دی جیوں ہی دھاگے کے سرے کو ناکے کے برابر لگا چلا کر تب تو خوشی کے مارے حسن آرا اچھل پڑی اور بولی آہا جی ہم نے دھاگا پرو دیا۔ کیا مجھ کو سینا آگیا۔

Marfat.com

محمودہ۔ سینا تو ابھی نہیں آیا مگر ذرا ہی سی کسر ہے۔

محمودہ نے حسن آرا کو سینا سکھایا

غرض کہ محمودہ نے سیدھی تیپچی لگادی اور آدھی بالشت کے قریب حسن آرا سے سلوایا اس میں تین چار مرتبہ حسن آرا کے سوئی بھی چبھی اس سے ذرا اس کی ہمت سرد ہوگئی اور جیسے کہ دھاگا پرونے پر اچھلی کودی تھی یہ تیپچی تھوڑی ہی سی تھی کہ جلدی سے محمودہ کو پکڑا دی اور کہا کہ بُوا یہ بڑا مشکل کام ہے۔

محمودہ۔ میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ سینے میں بڑی دیدہ ریزی اور محنت ہے لیکن دُنیا میں اکثر عورتوں کو بڑی بڑی محنتیں کرنی پڑتی ہیں۔ دیکھیے چکی پیسنا کیسی محنت کا کام ہے مگر آخر سینکڑوں ہزاروں ہمیں جیسی عورتیں کرتی ہی ہیں اس کے مقابلے میں سینا تو کچھ بھی محنت کا کام نہیں۔ اس کے علاوہ یہ دستور کی بات ہے کیسا ہی آسان کام ہو ابتدی اور ناآموز کو مشکل معلوم ہوا کرتا ہے۔ یہ صرف آپ کی بے مشقی تھی کہ آپ نے چند بار سوئی ہاتھ میں چبھو لی۔ دیکھیے مجھ کو سیتے سیتے ایسی مشق ہوگئی ہے کہ اگر فرمایئے آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی جاؤں ٹانکا بھی درست بیٹھتا چلا جائے سیدھ میں ذرا فرق نہ آئے اور سوئی کے چبھنے چبھانے کا تو کیا ذکر۔ یہ کہہ کر باقی ماندہ تیپچی محمودہ نے دونوں کپڑے برابر کر جو سوئی لگائی تو یا ادھر تھی یا دم کے دم میں اس سرے پا نکلی۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ دیکھوں کہیں سوئی تو نہیں لگی۔

محمودہ۔ نہیں تو یہ کہہ کر ہاتھ دکھایا۔

حُسن آرا۔ یہ آپ کی بیچ کی انگلی کھُردری کھُردری کیوں ہے۔ محمودہ نے ہنس کر کہا کہ سوئیوں کے چبھنے کے نشان تو نہیں ہیں۔ مگر میں اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ یہ ہے سینے ہی کی بدولت۔ مجھ کو انگشتانے کی عادت نہیں۔ بعض کپڑا کلف دار یا دبیز ہوتا ہے کہ سوئی آسانی سے نہیں نکلتی۔ تب ایک طرف سوئی کو چٹکی سے کھینچنا پڑتا ہے اور بیچ کی انگلی سے ناکے کو سہارا لگانا ہوتا ہے۔ یہ اسی کے نشان ہیں۔

حُسن آرا۔ تو پھر کچھ مبتدی پر موقوف نہیں سینے میں سبھی کی انگلیاں لہولہان رہنی ضروری ہیں۔

محمودہ۔ بڑا تعجب ہے کہ آپ ایسی بے معلوم تکلیف کو بڑی مصیبت خیال کرتی ہیں۔ ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی تکلیفیں نہ معلوم صبح سے کتنی شام تک پہنچ جاتی ہیں۔ کھیلتے ہی میں کہیں چوٹ پھیٹ لگ جاتی ہے۔ پھوڑے پھنسی ہوتے رہتے ہیں۔ آنکھیں ہی دکھنے آجاتی ہیں گرمی سردی کی ایذا سے زکام ہو جاتا ہے۔ بخار آنے لگتا ہے۔

حُسن آرا۔ لیکن ایک مجبوری کی تکلیف جس پر اپنا بس نہیں اور ایک اپنے ہاتھوں آفت مول لینا بھلا کیا ضرورت ہے کہ بیٹھے بٹھائے میں اپنی انگلیوں کو زخمی کر دوں۔ آنکھوں کو ستاؤں گردن کو دکھاؤں جس کی ناک پر ٹکا رکھ دیا جیسا چاہا سلوا لیا۔

محمودہ۔ کیا دوسرے کا محتاج ہو کر رہنا تکلیف کی بات نہیں۔

حُسن آرا۔ محتاج ہو کر رہنا کیسا خدا نہ کرے ہم کسی کے محتاج کیوں ہونے لگے۔

Marfat.com

محمودہ کا حسن آرا (آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند) کا مضمون سمجھانا

محمودہ۔ محتاج کے سر میں کیا سینگ لگے ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر محتاجی اور کیا ہوگی کہ آپ کا ایک دن بھی بے نوکروں کے نہیں کٹ سکتا۔ بھلا میں پوچھتی ہوں ماما نہ ہو تو کھانا کون پکائے، مُنہ کون دُھلائے، اور پنکھا کون جھلے، چیز کون اٹھا کر دے، چارپائی کون بچھائے۔ بچھونے کون کرے۔ گھر میں جھاڑو کون دے یہ تو روزمرّہ کے کام ہیں۔ کھانا۔ کپڑا۔ برتن اور زیور ضرورت کی کل چیزیں چھوٹی یا بڑی یہاں تک کہ پانی پینے تک کا مٹی کا آب خورہ کنگھی سوئی سلائی کیا آپ نے اپنے ہاتھوں بنائی ہیں یا لوگوں نے آپ کو بنا کر دی ہیں۔ اس پہ بھی آپ کہتی ہیں کہ خدا نہ کرے ہم کسی کے محتاج کیوں ہونے لگے۔

حسن آرا۔ بیشک ضرورت کی سب چیزیں اور لوگ بناتے اور ٹہل خدمت بھی اور لوگ کرتے ہیں مگر کیا کوئی چیز ہم کو مُفت دے جاتا ہے اور کیا بے لیے کوئی ٹہل خدمت کرتا ہے۔ ہر چیز اور ہر کام کے لیے ہم روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ روپیہ کے لالچ سے لوگ خود بخود چیزیں لیے دوڑے چلے آتے ہیں۔ بے بلائے ٹہل خدمت کرنے کو حاضر ہوتے ہیں۔ روپیہ ہو تو گھر بیٹھے دُنیا کا سامان لے لو۔ اور نوکر تو ایک صبح رکھو اور ایک شام۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ دولت بڑی چیز ہے۔ جس کے پاس دولت ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

Marfat.com

اور تمام دنیا اس کی محتاج ہے۔

محمودہ۔ آپا بیگم صاحب آپ بڑی غلطی کرتی ہیں۔ بھلا اگر لوگ آپ کی دولت کی پرواہ نہ کریں اور کوئی روپے کا خواہاں نہ ہو تب آپ کیا کیجیے گا۔

یہ سُن کر حُسن آرا تو چپ ہوئی اور سوچ کر کہا تو یہ کہا کہ ایسی حالت میں سوائے مر رہنے کے اور کیا تدبیر ہے۔ کام کاج ہم سے کچھ ہو نہیں سکتا اور فرض کیا کہ اوپر جبر سہا اور آپ اُٹھ کر پانی پی لیا بچھونا اپنے ہی ہاتھوں کر لیا تب بھی کھانا پکانا تو ممکن نہیں اور مانا کہ کوئی سہج سا کھانا بھی مر گر کر پکا لیا، کیوں کہ مَیں نے سُنا ہے کہ اماں جان سویّاں اور خشکا ابال لینا جانتی ہیں۔ مگر ضرورت کی اور ہزاروں چیزیں ہیں۔ کپڑا کون سیئے گا۔ زیور کون گھڑے گا۔ لیکن کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ دولت کی قدر روپے کی خواہش نہ ہو۔

محمودہ۔ بیشک ممکن ہے۔ بہت دن ہوئے مجھ کو اُستانی جی نے ایک کتاب پڑھائی تھی اس میں لکھا تھا کہ ابتداءِ دنیا میں بہت مدّت تک اشرفی روپے پیسے کا چلن کچھ بھی نہ تھا۔ اس زمانہ میں لوگ کھیتی کے کام سے بھی ناواقف تھے اور جس طرح اَب ہر طرح کا غلّہ اور انواع و اقسام کی ترکاریاں اور میوے اور پھل پھول لوگ محنت کر کے زمین میں پیدا کرتے ہیں اُن دنوں کچھ بھی نہیں جانتے تھے سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے جانور مار لاتے اور اُنہیں کے گوشت سے اپنا پیٹ بھر لیتے تھے یا جنگل میں جو ساگ پات از خود جم اُٹھتا ہے جانوروں کی طرح اس کو کھا لیتے یہ زرق برق اور تکلف کے کپڑے جواب اس زمانہ میں ایسے سستے ہیں کہ ہر ایک غریب آدمی کو بھی میسر آجاتے ہیں۔ پہلے ان کا نام بھی کسی نے نہیں سُنا تھا۔ جانوروں کے چمڑے اور ڈھاک وغیرہ کے پتوں سے بدن کو ڈھانکتے اور عالی شان محلوں کی جگہ درختوں کی چھاؤں اور پہاڑوں

Marfat.com

کی کھوڈں میں پانی اور سردی گرمی سے پناہ لیتے۔ جوں جوں دُنیا کی عمر زیادہ ہوتی گئی آدمی اپنے آرام کے لیے نئے نئے پیشے اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرتے گئے۔ یہ تو ممکن نہ تھا کہ ایک آدمی ہر ایک طرح کا کام آپ اکیلا کر لیتا۔ اور ہر طرح کی چیز آپ بنا لیتا۔ اس سبب سے کسی نے ایک کام کیا اور کسی نے دوسرا۔ کوئی کھیتی کرنے لگا کوئی لوہار بنا، کوئی بڑھئی، کوئی سنار، کوئی جولاہا، کوئی موچی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کھیتی والا سب کے لیے کھانے کا غلّہ پیدا کرے لوہار چاقو مقراض وغیرہ لوہے کی چیزیں بنائے۔ بڑھئی ہل چارپائی چوکی، کرسی وغیرہ لکڑی کی چیزیں۔ سُنار زیور گھڑا کرے۔ جولاہا ہر قسم کے کپڑے بنے اور آپس میں ضرورتوں اور چیزوں کا مبادلہ کر لیا کریں، چندے اسی طرح بے روپیہ بے سکّہ دنیا کا کام چلا مگر آخر کار مشکلیں پیش آنے لگیں جس کو کتاب والے نے یوں لکھا ہے کہ اب فرض کرو کہ مثلاً موچی کو کپڑے کی ضرورت ہوئی اور وہ ایک بہت طرح دار جوتی بنا کر جولاہے کے پاس لے گیا۔ گردن کا دانہ دار چمڑا بیٹھی ہوئی نوک کھڑی ہوئی ایڑھی کم بخت کے پان اونچی دیواریں کمایا ہوا تلا نیچے کی درخت اور کہا دیکھو تو شیخ جی کیا جوتی بنا کر لایا ہوں کیچڑ میں پھرو پکی سڑک پر دوڑو نہ تلا گھسے گا نہ صورت بگڑے گی۔ بھراؤ کا کام نہیں۔ برس روز سے کم چلے تو اُلٹی میرے سر مارنا۔ مگر مجھ کو گاڑھے کا ایک تھان چاہیے۔ آٹھ سے نہ ہو تو چھ سے پون گز کا پنا۔ جولاہا بولا کہ چوہدری جی جوتی تمہاری سرس اور تھان بھی جیسا تم چاہتے ہو موجود۔ سوت بھی گول ہے راچھ بھی پتی دار ہے خوب ٹھوک ٹھوک کر بنا ہے ماری کا نام نہیں مگر وہ پہلی جوتی جو تم نے بنا دی ہے ابھی تک نئی ہے۔

موچی۔ ارے شیخ جی! تین برس کی جوتی اب تک۔

Marfat.com

جولاہا۔ کیوں! دن بھر کو کارگار میں بیٹھا رہتا ہوں۔ آٹھویں دن پینٹھ جانے کا اتفاق ہوا جوتی پر ایسی نرد کیا پڑتی ہے۔ دوسرے بھائی میں غریب آدمی ہوں پاؤں بھی ہولے ہولے رکھتا ہوں موچی بیچارہ نا اُمید ہو کر چلا آیا اور پہنچا سُنار کے پاس کہ کیوں لالہ جی تم کو جوتی کی ضرورت ہے۔

سُنار۔ ہاں بھائی اچھے آئے دس دن سے ننگے پاؤں پڑا پھرتا ہوں اور اس کے بدلے زیور بھی وہ بنا کر دوں۔ کہ تمام برادری میں کسی کے یہاں نہ نکلے۔

موچی۔ اجی شاہ جی کہاں ہم اور کہاں زیور۔ مجھ کو دیکھو کہ چیتھڑے لگائے پھرتا ہوں۔ گھر میں بچوں کے پاس ٹوپی تک نہیں گھر والی پیوند گانٹھتے گانٹھتے ہار گئی کپڑے کی ضرورت ہے۔

سُنار۔ کپڑے کی ضرورت ہے تو شیخ غازی کے پاس جاؤ۔

موچی۔ گیا تھا۔ اس کے پاس جوتی موجود ہے۔

سُنار۔ چلو دیکھیں شیخ نمازی کو کچھ گہنا بنوانا ہو۔ سُنا تھا کہ بیٹی کا بیاہ کرنے والا ہے۔ تو میں اس کو گہنا بنا دوں گا۔ تم مجھ کو جوتی دینا اور میں اس سے تھان لے کر تم کو دے دوں گا۔ اب سُنار اور موچی دونوں پھر جلاہے کے پاس گئے۔

سُنار۔ شیخ جی کہو بیٹے کا بیاہ کب کرو گے؟

جولاہا۔ چودھری وہ بات تو بگڑ گئی۔

سُنار۔ کیوں۔

جولاہا۔ وہ لڑکا بڑا خراب نکلا چور جواری بھانگ پیتا ہے۔

سُنار۔ کچھ تم کو گہنا بنوانا ہے؟

جولاہا۔ ابھی تو نہیں۔ جب پھر نسبت ناطہ ٹھہرے گا۔ دیکھا جائے گا غرض کہ پھر

Marfat.com

بیچارے موچی کی جوتی اینڈ کی اینڈ رہ گئی۔ جب ہر ایک شخص کو ایسی دقّت پیش آنے لگی۔ تو سب نے مِل کر یہ تجویز کی کہ چیز کا مبادلہ چیز سے ٹھیک نہیں ایک ایسی چیز ٹھہراؤ کہ ہر کوئی ہر ایک چیز کے بدلے اُس کو لے لیا کرے۔ موچی اپنا بنایا ہوا جوتا اس کے عوض دیا کرے۔ سُنار گھڑا ہوا زیور۔ جولاہا اپنا بنا ہوا تھان۔ تب سِکّہ چلا۔ پہلے لوہے کا سکّہ تھا اور ایسا بھاری تھا کہ شاید سو روپے کی مالیت کے واسطے چھکڑا بھر بوجھ ہوتا تھا پھر تانبے اور چاندی اور سونے کے سِکّے چلے۔ کہتے ہیں کہ کسی زمانہ میں چمڑے کا روپیہ چلا تھا۔ اُس میں بھی سونے کی کیل تھی۔ اب انگریزوں نے وہ انتظام بٹھایا ہے کہ کاغذ کا سکّہ چلاتے ہیں ایک دزق کاغذ دس، سو، ہزار، لاکھ روپے کا ہوتا ہے جتنا روپیہ کاغذ میں لکھا ہے جہاں چاہو بھنا لو نہ بٹے ہے۔ نہ دستوری — پس روپیہ اپنی ذات سے کِسی کام کا بھی نہیں نہ اُس کو نان خطائی کی طرح کھاتے نہ اُس کو ہار بنا کر گلے میں پہنتے ہیں۔ مگر جو چیز چاہو روپے کے بدلے البتہ لے سکتے ہو۔ پس حقیقت میں درکار ہوتی ہے وہ چیز اور اس کے حاصل کرنے اور بہم پہنچانے کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے اس روپیہ کی جس پہ امیروں اور دولت مندوں کو اس قدر ناز ہے۔

حُسن آرا۔ کیا ہی اچھی بات آپ نے مجھ کو بتائی۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ جب روپیہ ہر ایک چیز کا عوض ہو سکتا ہے تو جس کے پاس روپیہ ہے گویا وہ ہر ایک چیز کا مالک ہے اور ہر ایک چیز اس کے اختیار میں ہے تو ضرور روپیہ بڑی قدر و منزلت کی چیز ہے اور روپے والوں کو جتنا ناز اور جتنا گھمنڈ ہو سب بجا اور درست ہے۔

محمودہ۔ گھمنڈ کی تو کوئی وجہ نہیں پاتی۔ روپیہ بے شک ہر چیز کا بدل ہے۔ مگر خود

Marfat.com

اُس چیز کا کام نہیں دے سکتا۔ مثلاً فرض کرو کہ ہم کو ایک جوتی کی ضرورت ہے۔ تو دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جوتی درکار تھی اور جوتی موجود ہے اور دوسری یہ کہ جوتی تو موجود نہیں مگر روپیہ ہے۔ جس کے بدلے ہم جوتی مول لے سکتے ہیں یہ دونوں باتیں غور کیجیے ہرگز یکساں نہیں پھر بھی روپیہ لے کر بازار جائے اور جوتی مول لائے فرض کیجیے کہ جوتی نہ ملی یا ملی اور قیمت نہ ٹھہری تو آخر روپے والا مجبور رہے گا یا نہیں اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے مگر جوتی والا حقیقت میں روپیہ کا محتاج نہیں بلکہ وہ اس چیز کا محتاج ہے۔ جس کے بدلے جوتی کی قیمت خرچ کرے گا۔ غرض کہ روپے والا زیادہ محتاج ہے اور اگر زیادہ نہیں تو جوتی والے کے برابر سہی۔ پھر گھمنڈ کس بات کا ہے۔ ایک چیز کا یہ خواہشمند ہے یعنی جوتی کا اور دوسری یعنی روپے کا دوسرا۔

حُسن آرا۔ لیکن روپے کے بدلے ہر وقت چیز میسّر آسکتی ہے۔

محمُودہ۔ یہ غلطی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیسے کی جگہ دو دینے کو موجود ہیں۔ اور چیز نہیں ملتی۔ میری اماں جان کبھی غدر کے حالات بیان کرتی ہیں کہ سب لوگ بھاگ کر سلطان جی میں جا رہے تھے۔ روپے کا سیر بھر آٹا تلاش کرتے تھے اور نہیں ملتا تھا۔ دن بھر مرد دُے روپے لیے پھرتے تھے اور شام کو ہار کر خالی ہاتھ چلے آتے تھے۔ غدر کے سبب رسد کا باہر سے آنا بالکل بند تھا۔ گاؤں والوں کے پاس جو رسد تھی وہ کہتے تھے کہ روپیہ لے کر ہم کیا کریں گے۔ گھر میں تھوڑا بہت اناج رکھا ہے تو بال بچوں کا سہارا ہے۔

حُسن آرا۔ البتہ اگر ایسا اتفاق پیش آجائے تو روپیہ محض نکمّا ہے۔ مگر کیا روز روز غدر ہوتا ہے یہ بھی خدا جانے کیا بات تھی۔ اب تو جس کے دولت ہے۔ وہی آسودہ ہے۔

Marfat.com

ایک غریب خاندان کی آسودہ زندگی کی مثال دیکر یہ ثابت کرنا کہ تکلّفات موجبِ زحمت ہیں اور آرام طلبی باعثِ کلفت

محمُودہ۔ دولت سے ہرگز ہرگز آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ اُستانی جی اسی ہمسائی کا حال دکھا کر مجھ کو سمجھایا کرتی ہیں۔ کہ دیکھو کیا آزاد اور آسودہ زندگی اس کی ہے۔ ایک آپ ہے ایک میاں ہے اور چار پانچ بچے ہیں تو بہت چھوٹے چھوٹے ہیں۔ کچھ کام کاج کرنے جوگے نہیں۔ میاں کہیں نہر پر مٹی ڈھویا کرتا ہے۔ آپ پسائی کا پیستی ہے۔ مکان میں جا کر دیکھو تو نہ تخت ہے نہ فرش شائد ٹوٹی تین چار پائیاں ہیں۔ بے تکلف کھری چار پائیوں پر سب بیٹھتے ہیں۔ برتنوں میں مٹی کے گھڑے مٹی کی ہنڈیا مٹی کے پیالے اور رکابیاں اور لکڑی کی ڈوئی اُلٹہ اللہ خیر صلاح۔

حُسن آرا۔ یہی آزاد اور آسودگی ہے۔ خدا دشمن کو بھی یہ عیش نہ دکھائے دُنیا میں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی۔ وہ اپنی جان سے ہلاک ہے۔ آپ کو اور اُستانی جی کو اُس کی آسودگی پر رشک ہے۔

Marfat.com

محمودہ۔ پہلے مجھ کو بھی اُستانی جی کے کہنے پر اچنبھا ہوا تھا۔ مگر مدتوں میں ہمسائی اور اس کے بچوں کی حالت پر غور کرتی رہی۔ آخر کو میں نے بھی سمجھا کہ اُستانی جی بہت سچ کہتی ہیں۔ سوچنے سے یہ معلوم ہوا کہ جسمانی آرام اور جسمانی تکلیفیں سب عادت پر موقوف ہیں۔ جس کو محنت کی عادت ہے وہ اُسی میں ایسا خوش رہتا ہے کہ ہم نکمّے پڑے رہتے ہیں ہرگز وہ خوشی حاصل نہیں کر سکتے۔

یہی ہمسائی میں نے دیکھا ہے کہ برسات کی چپ چپی گرمی پڑ رہی ہے اور ہوا بند ہے کہ پتہ تک نہیں ہلتا میں باہر صحن میں کھٹی برابر پنکھا اپنے تئیں ہلائے جاتی ہوں اور رندیوں پسینہ نکلا چلا آتا ہے۔ دم بولا بولا اُٹھتا ہے اور خدا سلامت رکھے بی ہمسائی ہیں کہ دالان کے اندر اکیلی چکی پیس رہی ہیں اور میں نے کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا کہ آپ خیر سے ایسی خوش ہیں کہ مزے میں کچھ گا بھی رہی ہیں۔ مجھ کو پہلے تو شُبہ ہوا کہ اس حالت میں اس کو کیا خاک گانا سوجھا ہوگا۔ لیکن جب کھڑکی میں سے آواز دی تو نہایت ہشاش بشاش ہو کر بولی "کیا ہے بیٹا اُستانی جی سے کہو دو چار گلے اور رہ گئے ہیں۔ آٹا میں اَب لائی کہ لائی"۔ ایسی کراری آواز سے جواب دیا کہ کوئی بات تکلیف کی معلوم نہ ہوئی تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتی ہوں کہ آپ آٹا یونہی ہنستی چلی آتی ہیں، آٹے کے ساتھ باٹ ترازو لے آٹا تولا چھانا مٹکے میں بھرا اُستانی جی نے کہا کہ ہمسائی آٹے کا مٹکا خوب اچھی طرح ڈھک دیا یا نہیں۔

ہمسائی۔ ہاں بی بی بڑا طباق ڈھک اُوپر سے پنسیری رکھ دی ہے۔

اُستانی جی۔ اچھا رخصت۔

ہمسائی۔ کیا اور پیسنی نہ دو گی۔

اُستانی جی نے کتاب دیکھ کر کہا۔ نہیں ابھی ضرورت نہیں چار پانچ دن کا

Marfat.com

آٹا ہے۔ برسات کے دن میں جہاں ذرا دیر ہوئی آٹے میں سُرسُریاں پیدا ہو جاتی ہیں تلخانے لگتا ہے۔

ہمسائی۔ نا بی بی پیسنی تو دے ہی دو۔

اُستانی جی۔ کم بخت ایک دن آرام لیا کر۔ یہ بلا کی گرمی پڑ رہی ہے۔ تیرا جی نہیں گھبراتا۔

ہمسائی۔ کیا کہوں کچھ ایسی عادت ہو گئی ہے۔ جس دن پیسنا نہیں ملتا تمام بدن دُکھا کرتا ہے۔ کھانا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چھاتی پر دھرا ہے خالی بیٹھے کچھ آلکسی معلوم ہوتی ہے کہ جی نہیں لگتا۔

محمُودہ۔ مَیں نے اپنے جی میں کہا۔ کہ دیکھو مصیبت کی کیا کیا کچھ شکائتیں ہو رہی ہیں۔

اُستانی جی۔ پیسنے کو تو دوں مگر ہمسائی کیوں جھکتے ہُوئے دیتی ہو آٹا اڑتا ہوا کیوں ہوتا ہے۔

ہمسائی۔ گیہوں میلے ہُوئے تھے پہلے ہی گلے میں دلیا نکلنے لگا تو میں نے ذرا آنچ دکھا دی تھی۔ نہیں میں تو باہر ہوا میں بھی نہیں پیسنی دالان کے اندر پیسا کرتی ہُوں جہاں ہوا کا گذر نہیں۔

اُستانی جی۔ کیا بتاؤں کئی دن سے راہ دیکھتی ہوں کوئی گدھے والا گلی میں بولے تو وہ بورے مٹی کے لے لوں۔ دالان بھی لپ جائے اور چولہے بھی ٹوٹ گئے ہیں۔ پھر سے لیس پوت ہو جائے۔ مٹی ہوتی تو میں تم سے چولہے بنوا لیتی۔

ہمسائی۔ مٹی کا ملنا کیا مُشکل ہے۔ ہمت باپ کے پاس تھوڑی دیر میں روٹی لے کر جائے گا۔ اِدھر سے ایک ٹوکرا مٹی بھی بھر لائے گا۔ نہر کی مٹی چکنی اور پائدار ہوتی ہے۔

اُستانی جی۔ اگر مٹی آجائے تو کل پسائی کے بدلے یہی کام کر دو۔ ہمسائی دُعائیں

Marfat.com

دینے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھتی کیا ہوں کہ ہمت کی بہن چھوٹی کوئی دس برس کی ایک بڑا ٹوکرا سر پر رکھے آگے آگے اور بی ہمسائی پیچھے پیچھے چلی آتی ہے۔ نگوڑی لڑکی کو دیکھ کر تو مجھ کو بہت ہی ترس آیا۔ مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ یہ کیا لائی ہے لیکن میں نے جلدی سے دوڑ دروازہ سے ٹوکرا اتروالیا دیکھوں تو نہر کی گیلی مٹی ہے۔ میں نے کہا۔ اری تجھ کو خدا کی سنوار یہ تو نے کیا غضب کیا۔ نگوڑی اتنا بوجھ اتنے میں ہمسائی بھی آپہنچی اور میں اس سے لڑنے لگی کہ ہمسائی ذرا تمہارے دل میں رحم نہیں۔ اس لڑکی کی بساط دیکھو اور اتنا بوجھ گھر سے یہاں تک لانا دیکھو لڑکی ایسی ہی دوبھر ہے تو یوں سے نگوڑی کو ایک دن زہر دے کر سلا رکھو۔ واہ کوئی سوتیلی ماں بھی ایسا نہ کرتی ہوگی۔ ٹوکرا میں نے اتروایا تھا۔ ایسا بھاری بوجھل پتھر تھا۔ کہ آدھی ہی دور پر ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔ نہر کی گیلی مٹی خدا کی پناہ لوہا بھی ہلکا ہوتا ہے میرا تو اتنی ہی دیر میں دم پھول گیا۔ میں نے تو کس شدومد سے ہمسائی کو الزام دینا چاہا تھا۔ لیکن ہمسائی نے سرسری طور پر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بیوی ہم غریب آدمی ہیں اور یہ غریب گھر کی بیٹی ہے۔ ہم کو تو دن رات بوجھ اٹھاتے گذرتی ہے۔ مٹی کی ٹوکری کی کیا حقیقت ہے۔ یہ تو اکیلی چارپائیاں اٹھا لاتی ہے — پرسوں دھانے کے لیے چکی کا پاٹ دروازے پر خمرے کو دے آئی تھی ہمارے بچے امیرزادیوں کی طرح باریک جان اور نازک بیگم اور مہین خانم ہوں تو ایک دن بھی کام نہ چلے۔ ہمسائی کی یہ بات سن کر مجھ کو ایسی ندامت ہوئی کہ پسینے پسینے ہوئی اور جی میں سوچی کہ الٰہی کیا بات ہے ان لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا تو نصیب نہیں ہوتا پھر اتنے قوی اور مضبوط کیوں ہیں۔ ایک دن میں نے استانی جی سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ سب زور اور سب بوتا اور

Marfat.com

سارا بل محنت کا ہے۔ ہم لوگ دن رات احدیوں کی طرح تنکے بیٹھے رہتے ہیں۔ کھانا جیسا کھایا ویسا ہی پیٹ میں رکھا نہ ہضم درست ہے نہ کھل کر بھوک لگتی ہے۔ سدا کے روگی ہمیشہ کے دکھیا۔ کبھی قبض، کبھی پیچش۔ آئے دن حکیم کے یہاں آدمی موجود۔ علاج کی عادت دوا کا معمول ہم لوگوں کے مزاج ہیں کہ چھوٹی موٹی کے درخت ہیں ذرا ٹھیس لگی اور کملا کر رہ گیا۔ کوئی موسم ہو ہم کو کچھ نہ کچھ شکایت ضرور رہتی ہے۔ گرمی ہے تو کہیں درد کے مارے سر پھٹا پڑتا ہے۔ آنکھیں ملتی ہیں ہتھیلیوں اور آنکھوں سے آگ نکلتی ہے۔ یونہی عمر بھر بھوک کو روتے رہے گرمیوں میں رہی سہی بھی گئی گذری ہوئی نہ برف اور شورے کے پانی سے تسکین ہوتی ہے نہ انار اور فالسے اور عناب اور نیلوفر کے ٹھنڈوں سے تسلی برسات آئی تو مکھیوں اور مچھروں کے واسطے وہ وہ اہتمام ہو رہے ہیں کہ گویا کسی بادشاہ کے ملک پر غنیم چڑھ آیا پوری جڑ کے سبب قوت ہاضمہ بالکل معطل ریح کا درد صبح کو شانوں میں تھا تو دوپہر کو کمر میں اور شام کو پنڈلیوں میں جاڑا آیا تو زکام اور کھانسی اور نزلے کو ساتھ لایا۔ اب سر ہے کہ کہے میں نہیں ایک ایک آرام طلبی نے ہم کو سب نعمتوں کے مزے اور سب آسائشوں کی لذت سے بے نصیب کر رکھا ہے۔ کھانے میں لاکھ لاکھ تکلف کیے مگر وہ ذائقہ نہ ملا۔ جو غریب آدمیوں کو سوکھی روٹی اور نمک مرچ کی چٹنی میں ہر روز میسر ہے۔ نیند سدا اچاٹ رہی دن اور رات کوشش کرتے ہیں کہ گھڑی دو گھڑی آرام سے سو رہیں مگر نیند ہے کہ ذرا کھٹکا ہوا اور کوسوں دور۔ مجھ کو اس ہمسائی کا حال دیکھ کر بڑی حیرت ہوا کرتی ہے ایک دن کا مذکور ہے کہ میں گرمی کے مارے رات کے وقت کوٹھے پر گھبرائی گھبرائی پھرتی تھی۔ دیکھتی کیا ہوں، ہمسائی کے پائنچوں

Marfat.com

بچّے ایک کے اُوپر ایک نہ بچھونا ہے۔ نہ تکیہ نہ پنکھا کھری چارپائی پر مزے میں خراٹے لے رہے ہیں۔ چھ برس میرے بیاہ کو ہوئے میرے مُنہ میں خاک میں نے تو کسی دکھ یا بیماری کی شکایت ہمسائی سے نہیں سُنی۔ فصل بدلنے کو ہوتی ہے تو قاعدہ ہے کہ اچھے بھلے آدمی کو بھی دو چار دن کے لیے بخار ہی آجاتا ہے مگر ماشاء اللہ نہیں آتا تو ہمسائی اور ہمسائی کے بچوں کو یہ تو غریبی ہے کہ چولہا کبھی دو وقت نہیں سلگتا مگر بچوں کو دیکھو تو چونچال توانا۔ بھلا یہ چھوٹی لڑکی تمہارے عندیے میں کے برس کی ہو گی؟

اُستانی جی۔ میرا چوتھا چالا میرے آئے پر ہوئی ہے نیر سے چھ برس پورے ہو چکے ہیں ساتویں میں لگی ہے۔ ماشاء اللہ کیا اچھا اٹھان ہے۔ محمودہ دیکھو تم سے بھی نکلتی ہوئی ہے۔

حُسن آرا۔ یہ بات چیت ٹھیک ہے۔ ہمارے گھر بھی نوکروں اور لونڈیوں کا یہی حال ہے۔ کھا کھا کر ایسے موٹے ہوتے ہیں کہ پہچان نہیں پڑتے۔

محمُودہ۔ بھلا کیا سبب ہے کہ آپ لوگ گھر کی مالک مختار خدا کا دیا سب کچھ موجود سب کچھ میسّر اور بدن پر دیکھو بوٹی نہیں لونڈیاں لاکھ چوری کریں پھر بھی گھر والیوں کی برابری نہیں کر سکتیں۔

حُسن آرا۔ البتہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ محنت ہی سبب ہے مگر یہ تو فرمایئے کہ جو کام لونڈیوں کے کرنے کے ہیں ہم کیوں کرنے لگیں۔ اوّل تو ہو نہیں سکتے۔ اور جو جان مار کر ایک آدھا کام کیا بھی تو اپنے ہی کنبے والے حقیر سمجھنے لگیں۔

محمُودہ۔ ہو سکنے اور نہ ہو سکنے کی کچھ نہ پوچھیے آدمی کے برابر سخت نہیں اور آدمی کے برابر کوئی چیز نرم بھی نہیں۔ یہیں جیسی عورتیں ہیں جو چکی پیستی ہیں اور وہ وہ کام کرتی ہیں۔ جو شہر کے بعض مردوں سے نہ ہو سکیں۔ اور یہی عورتیں

Marfat.com

ہیں جن کو اپنی ہی جان دو بھر ہے۔ کام کا کیا ذکر اور محنت کا کیا مذکور جیسی عادت ڈالو ویسی ہی پڑ جاتی ہے اور کنبے والوں کو حقیر سمجھنے کی تو کوئی وجہ نہیں نوکر چاکر ہوتے سات اپنے ہاتھوں کام کرنے سے تو میرے نزدیک لوگوں کی نظروں میں اور عزت زیادہ ہونی چاہیے۔ کتنی خوبی کی بات ہے کہ ٹہل کو نوکر خدمت کو لونڈیاں ہوں اور اپنے ہاتھوں کام کرنا آدمی عار نہ سمجھے۔ اُستانی جی کو دیکھو نوکر بھی ہے اُوپر کے کام کو بھی ایک عورت نوکر ہے اتنی لڑکیاں مکتب میں بیٹھتی ہیں جھوٹوں بھی کہیں تو سچوں کام کو دَوڑیں مگر پانی تک آپ اُٹھ کر پیتی ہیں۔ یہ بات خدا کو کیسی بھلی لگتی ہو گی کہ دیکھو ہم نے اس بندے کو ایسا نوازا اور ایسا بڑھایا کہ اس کے ہم جنس اس کی خدمت اور تابعداری کو دیئے مگر یہ کیسا نیک بندہ ہے کہ اس کو غرور چھو نہیں گیا۔ یہ اپنے تئیں اسی ناچیز سمجھتا ہے۔

حُسن آرا۔ بھلا جو کام اپنے سے ہو ہی نہ سکے تو آدمی کیا کرے۔

محمُودہ۔ اس کا جواب مَیں ابھی دے چکی ہُوں کہ جو کام دُوسرے آدمی کرتے ہیں ہر ایک آدمی کر سکتا ہے۔ مگر خیر دُنیا میں خدا جس کو دَولت ثروت دے اور اگر بڑی محنت کے کام وُہ بھی نہ کرے تاہم ہزاروں چھوٹے چھوٹے کام ایسے ہیں کہ بے زحمت ان کو کر سکتا ہے۔ ایسے کاموں میں آپ نہ مِلنا اور ہمیشہ نوکروں اور خدمت گاروں کا محتاج رہنا بڑی بُری بات ہے۔ ایک تو انسان آلکسی ہو جاتا ہے۔ آرام طلبی کی عادت چپکے چپکے بڑھتی جاتی ہے دوسرے کیسا ہی چھوٹا کام ہو آدمی اپنی مرضی کے موافق جیسا اپنے ہاتھ سے کر سکتا ہے نوکر کتنا ہی سلیقہ مند اور مزاج شناس کیوں نہ ہو کبھی نہیں کر سکتا۔ میں نے تو اپنا یہی قاعدہ رکھا ہے کہ لکھنے پڑھنے سے جتنا وقت بچتا ہے۔ اس میں کچھ نہ کچھ کام

Marfat.com

کیا کرتی ہوں۔ دو برس ہوئے کہ میں اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے سینی اور قطع کر لیتی ہوں۔ پکانے میں بھی بہت ربط ہو گیا تھا۔ اب تین چار مہینے سے ذرا کم ہو گیا ہے۔ پھر بھی گوشت میں ہی بگھارتی ہوں اور گھر میں جو کوئی نئی چیز پکے تو میں ہی پکاتی ہوں۔

حسن آرا۔ آہا! تم کو پکانا بھی آتا ہے۔

محمودہ۔ آتا کیا ہے خیر غریبا موبھون بھلس لیا۔ اُستانی جی کی مہربانی سے ایک آدھ چیز ذرا اچھی بننے لگی ہے۔ اور مجھ پر کیا منحصر ہے مکتب کی سب لڑکیاں جانتی ہیں۔ سب لڑکیوں نے ساجھا ملایا ہے۔ کل کڑھائی چڑھے گی۔ سامان آیا رکھا ہے۔ تلی تو ابھی جاتی اُستانی جی نے کہا۔ دن کے وقت گرمی بہت ہوتی ہے سویرے تڑکے دھوپ نکلتے تل تلا کر فراغت پا جاؤ۔ سو کل آپ بھی سیر دیکھئے گا۔

حسن آرا۔ سموسے بھی تلنے آتے ہیں؟

محمودہ۔ انشاء اللہ ایسے سموسے تل کر کھلاؤں نرم اور خستہ پتلے پرت کہ آپ بھی پسند کریں۔ مگر یہ فرمایئے کہ میٹھے۔ سلونے سادے یا قیمہ بھرے؟

حسن آرا۔ میٹھے۔

محمودہ۔ میٹھے سموسے شہر بانو ایسے بناتی ہیں کہ سبحان اللہ!

Marfat.com

صُبح خیزی

حُسن آرا۔ مگر سویرے تڑکے تو میں نہیں آسکتی۔ مَیں تو کوئی پہر دن چڑھے سو کر اُٹھتی ہوں۔

پہر دن چڑھے کا نام سُن کر محمودہ بے اختیار ہنس پڑی۔

محمُودہ۔ کیا آپ ہر روز پہر دن اُٹھا کرتی ہیں۔

حُسن آرا۔ ہر روز۔

محمُودہ۔ سوتی آپ کِس وقت ہیں۔

حُسن آرا۔ پہر شام۔

محمودہ۔ بلا کی نیند آپ نے بڑھا رکھی ہے۔

حُسن آرا۔ میں نے بڑھا رکھی ہے۔ نیند بھی کوئی اپنے اختیار کی بات ہے۔ میری آنکھیں تو کچھ دن رہے سے بند ہونے لگتی ہیں۔ اماں جان کھانے کے واسطے مجھ کو بہلاتی ہی رہتی ہیں جب دیکھتی ہیں کہ یہ سوئی ہی جاتی ہے تو ناچار کھانا کھلوا دیتی ہیں۔ پہر دن چڑھے ہی میری آنکھ آپ سے نہیں کُھلتی سوتی کو زبردستی اُٹھا بٹھاتی ہیں۔ کچّی نیند جو جگا دیتی ہیں تو گھنٹوں نیند کا خمار رہتا ہے۔ اسی واسطے دوپہر کو پھر کوئی دو چار گھڑی کے واسطے سو رہتی ہوں۔

دوپہر کے سونے کا نام سُن کر محمودہ پھر ہنسی اور کہنے لگی کہ اگر آپ کو جی بھر

Marfat.com

کے سونے دیا جائے تو شائد آپ رات دن سویا ہی کریں۔

حُسن آرا۔ کیا بتاؤں نیند کم بخت ایسی لوٹ پڑی ہے کہ کسی طرح مجھ کو سونے سے سیری ہی نہیں ہوتی گھر بھر مجھ کو چھیڑا کرتا ہے اور چاہے کوئی بیماری ہو۔ ابّا جان ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ تمام تر سونے کا فساد ہے۔ مگر کیا کروں نیند پر قابو نہیں چلتا ہر روز ارادہ کرتی ہوں کہ آج سب کے ساتھ سوؤں مگر جب وقت آتا ہے تو نیند کے غلبہ سے ایسا جی خراب ہونے لگتا ہے کہ کچھ بن نہیں پڑتی۔ نیند کے آثار شروع ہوتے ہیں تو مجھ کو خیال ہوتا ہے کہ آج بڑا پکا وعدہ کر چکی ہوں۔ ابھی سے سو رہوں گی تو لوگ چھیڑیں گے۔ اور اس شرمندگی کے مارے جی مضبوط کر کے تھوڑی دیر سنبھلی بیٹھا جاتا نہیں پلنگ پر جھکی اور اُدھر سے اماں جان بولیں اُدھر سے آپا جان لیکن اُن کی بات پوری بھی نہیں ہونے پاتی کہ بندی لیٹتے کے ساتھ خراٹے لینے لگی۔ میرے لیٹے پیچھے جو لوگ کہتے سنتے ہوں مجھ کو مطلق خبر نہیں ہوتی۔

محمودہ۔ اگر آپ دل سے نیند کو گھٹانا چاہیں تو کچھ مشکل بات نہیں میں آپ کو بہت سہل تدبیر بتا سکتی ہوں۔

حُسن آرا۔ ہاں اس نظر سے کہ گھر بھر مجھ کو سونے کے واسطے چھیڑا کرتا ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ زیادہ نہیں تو سب کے ساتھ سوؤں اور اُٹھ بیٹھوں۔

محمودہ۔ دو باتوں کا التزام کیجیے۔ اول تو یہ کہ نیند کو بہلانے کے لیے کچھ مشغلہ چاہیے کہ طبیعت اُس میں مصروف ہو جائے۔ دُوسرے یہ کہ جو شخص سویرے اُٹھنے والا ہو۔ اُس پر تاکید کر دیجیے کہ جس طرح ممکن ہو جھنجھوڑ کر پانی کے چھینٹے دے کر آپ کو ہوشیار کر دیا کرے اور اٹھتے کے ساتھ آپ منہ ہاتھ دھو طبیعت کو سنبھال کسی کام میں لگ جایا کیجیے۔ اوّل اوّل آٹھ دس دن خلافِ عادت

Marfat.com

سویرے اُٹھنے سے ایک خفیف سی گرانی اور درد معلوم ہوگا مگر پھر عادت ہو جائے گی۔ خود بخود آنکھ کھلنے لگے گی۔ اور گرانی سر بھی موقوف ہو جائے گی۔ بلکہ سویرے اُٹھنے سے صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھا کر مزاج ایسا باغ باغ ہو جائے گا کہ دن بھر طبیعت بحال رہا کرے گی۔ میں بھی بلا کی سونے والی تھی۔ مردوں سے شرط باندھ کر سوتی۔ اُستانی جی ہر روز مجھ کو نصیحت کیا کرتیں کہ دُنیا میں انسان اس واسطے نہیں آیا کہ سونے اور نکمے پڑے رہنے سے دن تیر کرے۔ خدا نے دن کام کے لیے بنایا ہے۔ رات کیا تھوڑی ہوتی ہے کہ دن کو بھی سویا کریں بہت سونے سے انسان کاہل، غبی اور ذہن مٹھا ہو کر کند ہو جاتا ہے۔ آدمی کا وقت بڑی قیمتی چیز ہے۔ فرصت کا ایک ایک لمحہ بس غنیمت ہے۔ اس وقت میں ہو سکے تو لگ لپٹ کر علم و ہنر حاصل کر لیں کہ جس سے دُنیا اور عاقبت دونوں درست ہوں۔ چنانچہ میں نے رفتہ رفتہ سونا کم کر دیا یہاں تک کہ اب سب سے پیچھے سوتی اور سب سے پہلے اُٹھتی ہوں اور بہ نسبت سابق کے میں اپنے تئیں زیادہ تندرست بھی پاتی ہوں مگر مکتب کی لڑکیاں غضب کرتی ہیں کہ گھر بھی ان کے چار چار چھ چھ پیسے ڈولی پر ہیں اور اندھیرے مُنہ یہاں آجاتی ہیں۔ آپس میں شرط لگا رکھی ہے کہ دیکھیں سب سے پہلے کون مکتب میں پہنچتا ہے۔

حُسن آرا۔ دیکھیے انشاء اللہ اَب میں بھی ضرور اس کا انتظام کروں گی اور جس طرح بن پڑے گا۔ خدا نے چاہا تو کل کر ٹھائی چڑھنے نہ پائے گی۔ کہ یہاں مجھ کو پہنچا دیکھنا۔

محمودہ اور حُسن آرا آپس میں یہ باتیں کر رہی تھیں کہ اتنے میں اُستانی جی نے آواز دی محمُودہ! تم تو نئی سہیلی سے اس قدر جلد بے تکلف ہوئیں کہ

Marfat.com

کون وقتوں سے باتیں کہہ رہی ہو اَب تک تمہاری باتیں ہو چکیں پہلے ہی دن ایسا کیا صلاح مشورہ ہونے لگا۔

محمُودہ۔ بیگم صاحب تو نہایت اچھی آدمی ہے۔ دو ہی باتوں میں میرا دل ان سے مِل گیا۔ میں نے ان کو اپنی گڑیاں دکھائیں۔ مراۃ العروس، چند پند وغیرہ سے طاعت شعاری اور صبح خیزی کے فائدے سُنائے۔

اُستانی جی۔ تم نے ایسی ایسی باتیں کر کے حسن آرا بیگم کو کہیں ناخوش تو نہیں کیا۔

حُسن آرا۔ اُستانی جی ایسی ایسی اچھی عقل اور نصیحت اور فائدے کی باتیں محمودہ بیگم نے بیان کی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں سُنی تھیں اور میرا جی ان باتوں سے نہایت خوش ہوا۔ صرف ایک بات البتہ میں کسی قدر ناپسند کرتی ہوں کہ یہ امیروں کی بہت مذمّت کرتی ہوں۔

اُستانی جی۔ امیروں کی یا اُن کے کردار کی۔

حُسن آرا۔ کردار کی مذمّت ہوئی تو امیروں کی ہوئی وہ ایک ہی بات ہے۔

اُستانی جی۔ نہیں ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اگر مطلق امیروں کی مذمّت کی جائے تو اس سے مطلق دولت کی مذمّت نکلتی ہے۔ حالانکہ دولت بڑی قدر و منزلت کی چیز ہے۔ یہ سُن کر حُسن آرا نے محمودہ کی طرف دیکھا لیکن اگر دولت پا کر آدمی گھمنڈ اور غرور کرے اور یہ سمجھے کہ وہی سب میں بڑا ہے اور جتنے غریب ہیں حقیر اور ذلیل ہیں اور اس کی ٹہل اور خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں تاکہ وہ آپ ہاتھ نہ ہلائے اور دوسروں کی محنت سے آرام حاصل کرے اور دولت اس کو صرف اسی کے آرام و آسائش کے لیے دی گئی ہے اور غریبوں کو دُنیا اور محتاجوں کی مدد کرنا اپنا فرض نہ سمجھے تو ایسی دولت دنیا کا جنجال ہے اور عاقبت کا وبال۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ مجھ کو اس میں شبہے ہیں۔
اُستانی جی۔ میں تمہارے سب شبہوں کو انشاء اللہ بخوبی رفع کر دوں۔ لیکن اب وقت بہت کم ہے۔ سب لڑکیاں کہانیوں کی منتظر ہیں۔ کہانیوں کا نام سُن کر تو حُسن آرا اور بھی خوش ہوئی اور بے تاب ہو کر پوچھنے لگی۔ اچھی کون کہانیاں کہے گا۔ آپ یا محمودہ۔
اُستانی جی۔ نہ میں اور نہ محمودہ بلکہ جس کی باری ہو گی۔
حُسن آرا۔ کیا ان سب لڑکیوں کو کہانیاں یاد ہیں۔
اُستانی جی۔ یاد تو شائد کسی کو بھی نہیں۔
حُسن آرا۔ پھر کہیں گی کہاں سے۔
اُستانی جی۔ بہت اچھی اچھی کہانیاں ایک کتاب میں لکھی ہیں۔ پڑھنا ان سب کو آتا ہے۔ جس کی باری ہو گی وہی کتاب میں سے پڑھ پڑھ کر کہانی کہے گی۔

پڑھنے کے فائدے سُن کر حُسن آرا کے دِل میں شوق کا پیدا ہونا

حُسن آرا۔ جس کو پڑھنا آتا ہوتا ہو وہ کہانیوں کی کتاب پڑھ لے۔
اُستانی جی۔ بے شک۔
حُسن آرا۔ تو پڑھنا بڑی اچھی چیز ہے۔ ایک پڑھنا آ جائے تو سینکڑوں ہزاروں

Marfat.com

کہانیاں آجائیں۔

اُستانی جی۔ پڑھنے کا یہ تو ایک ادنیٰ فائدہ ہے۔ سینکڑوں فائدے اور بڑے بڑے عمدہ ہیں۔ جن سے لکھا پڑھا آدمی مزے لیا کرتا ہے کہانیوں ہی کو دیکھو کہ بعض مرتبہ جی چاہتا ہے کہ کوئی اچھی سی کہتا ہو تو سنتے اور ایسا اتفاق پیش آتا ہے کہ یا تو کسی کو نئی کہانی آتی نہیں یا آتی ہے تو اس کو فرصت نہیں پس دل کا شوق دل ہی میں رہ جاتا ہے۔ پڑھنا آتا ہو تو کتاب اٹھالی اور بیسیوں افسانہ خوان ہاتھ جوڑے موجود ہوئے۔ اور نگوڑی کہانیاں بھی کسی فائدے کسی گنتی میں ہیں جی پڑھنا تو وہ چیز ہے۔ کہ اُس سے ہر طرح کی ہوشیاری آتی ہے۔ جن کے منہ پہ آنکھیں نہیں وہ ظاہر ہی کے اندھے ہیں۔ دل کے اندھے وہ ہیں جن کو علم نہیں ہے دُنیا اور دین دو ہی چیزیں ہیں سو علم کے بدون دنیا بھی حقارت ہے اور دین بھی خراب ہے آدمی کسی حالت میں کیوں نہ ہو علم سے اس کو فائدہ ہی ہوگا۔ اگر مصیبت میں ہے تو علم اس کی ایسی غمگساری کرے گا۔ جو کسی درد مند سے نہ ہو سکے اور اگر خوشی میں ہے تو علم اُس خوشی کو بے خرخشہ اور پائدار کرے گا۔ آسودگی اور قائم مزاجی اور استغنا اور بے چشمی جیسی علم سے حاصل ہوتی ہے نہ دولت سے حاصل ہوتی ہے نہ حکومت سے۔ واری جایئے پڑھنے کے اور صدقے جایئے کتاب کے۔ فرصت کا مشغلہ دل بہلاؤ۔ گھر بیٹھے کی سیر اُستانی کی اُستانی اور سہیلی کی سہیلی جو عورتیں پڑھنا نہیں جانتیں کیسی بُری طرح اُن کا وقت کٹتا ہے کہ معاذ اللہ اُس کی غیبت۔ اُس کی بدی مجھ سے لڑ تجھ سے بھڑ یا اٹھوانٹی کھٹوانٹی لے پڑ رہیں۔ پڑھنا آتا ہو تو کتاب ہاتھ میں لے لی جس ملک کی چاہا سیر کر آئے پڑھنا حاضرات کا ایک عجیب و غریب علم ہے جس کو چاہا پکڑ بلایا اور اسی سے باتیں کرنے لگے۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ اچھی اُستانی جی پڑھنے سے یہ کرامت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

اُستانی جی۔ بے شک۔ دیکھو اب یہ لڑکیاں کتابیں پڑھتی ہیں۔ گویا ان کے مصنفوں سے جنہوں نے یہ کتابیں بنائی ہیں! باتیں کر رہی ہیں غرض کہ علم جنت کا میوہ ہے۔ جس نے کھایا ہے وہی اس کی لذت جانتا ہے کہنے اور بیان کرنے سے اس کی کیفیت ظاہر نہیں ہوتی۔ ہزاروں برس پہلے کی باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا آنکھوں کے سامنے سماں بندھا ہوا ہے۔

حُسن آرا۔ اُستانی جی مجھ کو بھی پڑھنا آجائے گا۔

اُستانی جی تم اور تمہاری لونڈیوں کو کرتے کی بدیا مشہور بات ہے علم کچھ کسی کی میراث نہیں جو کرے گا اُس کو آئے گا۔

حُسن آرا۔ کتنے دنوں میں۔

اُستانی جی۔ لوگوں نے عمریں صرف کر دیں۔ مگر علم کی تھاہ نہیں ملی پڑھتے پڑھتے ایسی چاٹ بڑھتی جاتی ہے کہ انسان سے صبر نہیں ہو سکتا اور رہا نہیں جاتا۔ کوئی مزہ ہو کبھی نہ کبھی دل اس سے بھر ہی جاتا ہے اور نہیں بھرتا تو علم سے۔

حُسن آرا۔ کیا کچھ بڑی محنت کرنی پڑے گی؟

اُستانی جی۔ ذرا بھی نہیں۔ تھوڑے دنوں جب تک تم کو عبارت پڑھنی نہ آجائے البتہ طبیعت اُکتائے گی۔ اور عبارت پڑھنی آئی تو اُڑ چلیں پھر تو تم کو ایسا مزہ ملنے لگے گا کہ بے پڑھے تم کو ایک لمحہ چین نہ پڑے گا۔

حُسن آرا۔ عبارت پڑھنی کتنے دنوں میں آسکتی ہے۔

اُستانی جی۔ تم ماشاء اللہ ذہین ہو۔ اگر خوب جی لگا کر سیکھو تو چار مہینہ میں۔

حُسن آرا۔ اس قدر جلد۔

اُستانی جی۔ اور کیا۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ اچھا تو مجھ کو پڑھنا شروع کرا دیجیے۔

اُستانی جی۔ پڑھنا، ابھی جلدی کیا ہے۔

حُسن آرا۔ یہ دن ناحق ضائع ہو رہے ہیں۔

اُستانی جی۔ تم بہت سے برس ضائع کر چکی ہو۔ چند دن اور سہی۔

حسن آرا۔ اچھی استانی جی! خدا کے لیے مجھ کو پڑھنا شروع کرا ئیے۔

اُستانی جی۔ اچھی جلدی کیا ہے۔ شروع کرنا چند روز اور مکتب کا رنگ ڈھنگ دیکھو جب تم کو خوب یقین ہو جائے گا کہ پڑھنا فائدے کی چیز ہے تو پڑھنے کی کیا کمی ہے۔ مکتب اسی واسطے ہے اور میں اسی واسطے ہوں۔ اچھا لڑکیو! کس کی باری ہے اور کون سی کہانی ہے۔

زبیدہ۔ جناب میری باری ہے اور نواب مسیح الملک کی بیٹی کی کہانی ہے۔ وہاں تک ہو چکی ہے کہ جس بدو کی قید میں یہ لڑکی تھی اُس کی بیٹی ضمیراں کا بیاہ قرار پایا مگر ارشاد ہو تو آگے کہہ چلوں۔

حُسن آرا۔ اچھی اُستانی جی للہ سرے سے۔

اُستانی جی۔ ہاں بی زبیدہ! حُسن آرا کی خاطر پھر سرے سے خوب سمجھا سمجھا کر کہہ چلو۔ زبیدہ نے کہانی شروع کی۔

Marfat.com

مسیح الملک ایک بے رحم امیر کی حکایت کا آغاز

لال کنوئیں پر جو نواب بدل بیگ خاں ایک مشہور نواب رہتے ہیں۔ ان کے بزرگوں میں کوئی نواب مسیح الملک ہو گذرے ہیں۔ اسم تو اُن کا بادشاہی طبیبوں میں تھا۔ مگر بادشاہ کے مزاج میں کچھ ایسا دخل خود ان کو ہو لیا تھا کہ سلطنت کے کل معاملات اُن کے اختیار میں تھے کہ متوسلاں شاہی کی دلجوئی غریبوں کی پرورش اور مظلوموں کی دادرسی کرتے۔ لیکن انہوں نے تو کچھ ایسے ہاتھ پاؤں نکالے کہ تھوڑے ہی دنوں میں ایک دنیا کو شاکی اور ایک عالم کو فریادی بنا لیا۔ جس سے سنو شکایت جس سے پوچھو گلہ صدہا آدمی جو دس دس پشت کے ملازم اور موروثی نمک خوار ہونے کی وجہ سے دل و جان سے خیر خواہ بادشاہ تھے نہ خطا نہ گناہ موقوف کرا دیئے۔ مسیح الملک کے آدمیوں کے سوائے کوئی شخص ایسا نہ بچا جس کی تنخواہ میں تھوڑی بہت کمی نہ ہوئی ہو۔ یونہی تنخواہ چھٹے مہینے ملا کرتی تھی۔ حکیم گری میں تو برسوں پر نوبت پہنچنے لگی اور اس میں بھی کچھ ایسی کانٹ چھانٹ لگائی جاتی کہ دس والے کو چھ، چھ والے کو چار بمشکل ملے پڑتے۔ بیواؤں اور یتیموں اور اپاہجوں کی معافیاں بے دریغ ضبط کر لیں۔ بادشاہ تک اِن سب باتوں کی فریادیں پہنچتی تھیں جب کبھی پوچھتے تو مسیح الملک یہ سمجھا دیتے کہ حضور دالا خزانے میں ٹکا نہیں رہا۔ کروڑوں کا قرضہ ہو گیا ہے۔ مَیں کہتا ہُوں کہ جس طرح ہو سکے قرضہ چکا دوں دو چار برس میں سب انتظام ہوا جاتا ہے۔ عمر بھر حضور کا نمک کھاتے رہے اور اس سرکار کی بدولت، ہزاروں چین کیے چند روز کے لیے اگر سب مِل کر تھوڑی تکلیف جھیل لیں تو حضور

Marfat.com

بارِ قرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ اس پر بھی بادشاہ یہ فرماتے کہ لوگوں کو بے دِل مت کرو بلا سے میرے مصارف میں کمی ہو تو ہو لیکن نوکروں کی تھوڑی اوقات ہے ان کو مت ستاؤ۔ قرضہ چار برس میں نہیں تو دس برس میں ادا ہو جائے گا۔ لیکن یہ تھوڑی اوقات کے لوگ زیادہ سختی کرنے سے تمام ہو جائیں گے۔ خدانخواستہ اگر ان میں سے ایک بھی کھسکا تو ہزاروں روپیہ خرچ کرنے سے ایسا آدمی ملنا دشوار ہے۔ ان میں کا ایک ایک آدمی جانا بوجھا اور آزمایا ہوا ہے اور دیکھو جو چاہنا سو کرنا خیرات کی رقموں میں خبردار جو تم نے کمی کی اوّل تو وہ خیرات ہی کیا ہے۔ جس کا حساب کیا جائے تو پہاڑ کے آگے رائی مگر خیر جس قدر ہو نہایت ضروری ہے۔ مسیح الملک کے دِل پر نیکی کا پرتو بھی نہیں پڑا تھا۔ فیاضی اور نفع رسانی خلائق اور رحم سے وہ بالکل بے نصیب تھا۔ بادشاہ کی باتوں کا اس پر مطلق اثر نہ ہوتا آخر ظالم کی عمر کوتاہ بچا کی شامت جو آئی۔

زبیدہ نے یہاں تک کہانی کو پڑھا تھا کہ اُستانی جی نے ہاتھ اُٹھا کر کہا ذرا صبر کرو۔ اور لڑکیوں سے پوچھا بھلا یہ تو بتاؤ کہ بادشاہ اور مسیح الملک تمہارے عندیئے میں کیسے تھے؟

رابعہ۔ دونوں بُرے۔ مسیح الملک تو بے رحم تھا ہی بادشاہ اس واسطے بُرا تھا کہ اُس نے بے رحم کو ایسا اختیار کیوں دے رکھا تھا؟

حسن آرا۔ خفا ہو کر بولی، نوج اس مکتب کی لڑکیوں کی کیا بُری زبان ہے نہ یہ بادشاہ دیکھیں نہ وزیر جو چاہا بک دیا۔ اور رابعہ کی طرف خطاب کرتے ہوئے کہا اپنا مُنہ دیکھو اور بادشاہ اور وزیر کو بُرا کہنا دیکھو۔ کچھ نہ ہوگا تو تم جیسی ہزاروں لونڈیاں ان کے آگے ہر دم ہر لحظہ ہاتھ باندھے کھڑی

Marfat.com

رہا کرتی ہوں گی۔

رابعہ۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ بادشاہ وزیر ہونے سے یا بہت سی لونڈیاں رکھنے سے آدمی کو زور ظلم معاف ہو جاتا ہے۔

حُسن آرا۔ زور و ظلم کیا اپنے نوکروں اور اپنی رعیت پر جس طرح جی میں آیا حکم چلایا۔ کسی کی مجال تھی کہ اُن کے آگے بات کر لیتا۔ اب مرے پیچھے تم ہی کہہ رہی ہو۔ ان کے ہوتے تمہارے بڑے بھی کوئی رہے ہوں گے تو حضور کہتے کہتے مُنہ خشک ہوتا ہوگا۔

رابعہ۔ تو آپ کے نزدیک بادشاہ وزیر نوکروں اور رعیت کو چاہے جتنا ستائیں بلکہ جان سے بھی مار ڈالیں تو اُن کو روا ہے۔

حُسن آرا۔ بے شک جس بادشاہ کا دبدبہ نہ ہو وہ بادشاہ کیا۔

محمُودہ۔ بیگم صاحب بُرا نہ مانیے گا اگر بادشاہ ناحق میں بیٹھے بٹھائے آپ کے گھر کا تعلیقہ کر لے اور عورت مرد سب کو پکڑ کر قید کر لے تو پھر بھی آپ یہی کہیے گا کہ بادشاہ نے واجب کیا۔

حُسن آرا۔ ہمارا تعلیقہ کیوں کر لے اور ہم کو کیوں قید کرے۔

محمُودہ۔ کیوں آپ رعیت نہیں ہیں۔

حُسن آرا۔ اجی رعیت رعیت میں بڑا فرق ہے۔

محمُودہ۔ تو آپ کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ غریبوں پر ظلم ہو تو مضائقہ نہیں۔

حُسن آرا۔ اور کیا۔

محمُودہ۔ غریبوں نے ایسا کیا قصور کیا ہے۔ کیا غریبوں کی جان نہیں۔

حُسن آرا۔ جان تو کیوں نہیں مگر غریب سختی کو برداشت کر سکتے ہیں۔

اُستانی جی۔ بھلا بوا حُسن آرا بیگم اگر خدانخواستہ تم غریب ہو جاؤ تو پھر تم کو

Marfat.com

ستانا شاید درست ہو جائے۔

حُسن آرا۔ نہیں استانی جی ہم کو ستانا کبھی بھی درست نہیں ہو سکتا۔

اُستانی جی۔ یہ تو غضب کی ناانصافی ہے کہ اور غریب تو ستائے جائیں اور حسن آرا بیگم اگر خدانخواستہ غریب ہو جائیں تو معاف رہیں۔

حُسن آرا۔ امیر اگر غریب ہو جائے تو بھی امیری کی بُو کئی پشتوں تک نہیں جاتی۔

اُستانی جی۔ یہ کیوں کر ثابت ہے کہ دنیا میں بالفعل جتنے غریب ہیں۔ یہ سدا کے غریب ہیں۔ دولت تو چلتی چھاؤں ہے امیر و غریب ہوتے رہتے ہیں۔ شہر میں کیا دُنیا میں کوئی خاندان ایسا نہ ہوگا۔ جو سدا کے امیر یا سدا کے غریب ہوں۔ دو چار پشتیں امیر جو گذری ہیں تو دو چار غریب بھی ہو گذری ہوں گی۔

بادشاہ رعیّت کا خدمت گُزار ہے اور اُس کے اختیارات محدُود ہیں

حُسن آرا۔ بھلا مسیح الملک کا تو قصور تھا ہی لیکن بادشاہ بیچارہ نے کیا کیا تھا؟

رابعہ۔ میں تو پہلے ہی دن بیان کر چکی ہوں کہ مسیح الملک کو ایسا ذی اختیار رکھنا بادشاہ کا قصور تھا۔

حُسن آرا۔ بادشاہ کے ساتھ تمہارے مُنہ سے قصور کا لفظ سُن کر مجھ کو بے اختیار ہنسی آتی ہے۔

Marfat.com

رابعہ۔ آتی ہو گی لیکن نہ اتنی جتنی کہ مجھ کو بادشاہ کے ہوتے ہوئے مسیح الملک کا اختیار سُن کر۔

حُسن آرا۔ دنیا جہاں کے بادشاہ تھے ایک بات اُن کے کان تک نہ پہنچی۔

محمُودہ۔ بس یہی بادشاہ کا قصور تھا۔ اُن کو اپنے کان ایسے کھلے رکھنے چاہیے تھے کہ منزلوں سے نالش فریاد کی بھنک سُنتے! اسی واسطے ان کو لوگوں نے بادشاہ بنا رکھا تھا۔

حُسن آرا۔ لو اور سُنو! لوگوں نے بادشاہ بنا رکھا تھا۔

اُستانی جی۔ حُسن آرا بیگم! افسوس ہے کہ تم نے کچھ پڑھا نہیں جب تک تم کو پڑھنا نہ آئے گا اسی طرح ہزاروں باتوں پر تم کو تعجب ہو گا۔ جتنے بادشاہ ہیں سب لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں جب دنیا میں آدمی بہت ہو گئے تو آپس میں لڑائی جھگڑا بھی ہونے لگا۔ بعض کم بخت ایسے بُرے تھے۔ کہ قابو پا کر آدمی کو مار ڈالتے مال چُرا لیتے بھلے مانسوں کو بے عزت کر ڈالتے تب صلاح کر کے یہ تجویز ٹھہرائی کہ آؤ آپس میں کسی شخص کو سردار بنا لیں سب اس سردار کا حُکم مانیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اور اس سردار کا یہ کام ہو کہ وہ لوگوں کے جھگڑے طے کر دیا کرے اور رعایا کی جان و مال و آبرو کا نگہبان رہے۔ اُسی کا نام بادشاہ ہوا۔ لوگوں کا کام ہے اُس کی اطاعت کرنا اور بادشاہ کا کام ہے رعایا کو آرام دینا تا کہ کوئی ظلم زیادتی نہ کرے۔ ہاں صاحب کہانی آگے چلے۔

ہاجرہ۔ جناب مجھ کو تو بڑی دُور جانا ہے اور چھ گھڑی کی توپ اَب چلی کہ چلی پھر راستہ بند ہو جائے گا۔ مجھ کو تو اجازت ہو۔

اُستانی جی۔ اچھا اب ملتوی کرو۔ انشاء اللہ پھر دیکھا جائے گا۔ حُسن آرا کو

Marfat.com

کہانیاں سننے کا اس قدر شوق تھا کہ کہانی کا ملتوی کیا جانا اس کو ناپسند ہوا۔
ہاجرہ سے کہنے لگی اے ہے ذرا کے ذرا ٹھہر جاؤ کہانی تو ختم ہو لینے دو۔ جہاں سے چھوٹی تھی ابھی وہاں تک تو نہیں ہوئی۔

ہاجرہ۔ نہیں بوا دیر بہت ہو گئی ہے۔ میں تو نہیں ٹھہر سکتی۔

حسن آرا۔ اے ہے آج کی رات یہیں رہ جانا نہیں تو ہمارے گھر چلی چلنا۔

ہاجرہ۔ بھلا یہ بھی کوئی موقع ہے۔ کہانی کے لالچ سے میں رہ جاؤں میری اماں راہ دیکھ رہی ہوں گی۔

حسن آرا۔ اے ہے کہانی کے ناتمام رہنے سے تمہارا جی نہیں کڑھتا۔

ہاجرہ۔ جی کڑھنے کی کیا بات ہے۔ ایسا ہی مجھ کو کہانی کا سننا ہو تو کیا میں آپ نہیں پڑھ سکتی۔ غرض لڑکیاں رخصت ہوئیں۔

حسن آرا نے پڑھنا شروع کیا

حسن آرا چلنے لگی۔ تو اس نے محمودہ کو الگ لے جا کر کہا کہ محمودہ بیگم بھلا اتنا پڑھنا کہ میں کہانی کی کتاب آپ پڑھ لیا کروں۔ کتنے دنوں میں آجائے گا۔

محمودہ۔ جی لگا کر پڑھو تو چار مہینے میں بلکہ شاید اس سے بھی کچھ کم میں۔

حسن آرا۔ اچھی تو مجھ کو کل سے شروع کرا دو۔

محمودہ۔ اُستانی جی سے کہو۔

حسن آرا۔ کہا تھا۔

Marfat.com

محمودہ۔ پھر
حسن آرا۔ اُستانی جی نے کہا ابھی جلدی کیا ہے۔
محمودہ۔ اُستانی جی کو ابھی تمہارے شوق کی طرف سے اطمینان نہ ہوا ہوگا۔
حسن آرا۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔
محمودہ۔ تو چند روز صبر کرد۔
حسن آرا۔ نہیں میں تو کہتی ہوں کہ آج مجھ کو کہانیوں کی کتاب پڑھنی آجائے۔
محمودہ۔ پھر میں اُستانی جی سے کہہ دوں گی۔
حسن آرا۔ اس میں کیا قباحت ہے کہ تم چپکے سے مجھ کو پڑھا دیا کرو۔
محمودہ۔ قباحت کی کیا بات ہے۔
حسن آرا۔ اُستانی جی خفا نہ ہوں۔
محمودہ۔ ہرگز نہیں۔ اور ایسا ہی خیال ہے تو خود اُستانی جی سے کیوں نہیں شروع کرتیں۔
حسن آرا۔ مجھ سے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں فرفر کتابیں پڑھتی ہیں۔ مجھ کو اتنی بڑی ہو کر الف بے پڑھتے شرم آتی ہے۔
محمودہ۔ بہت خوب میں آپ کو کوٹھے پر لے جا کر اس طرح چپکے سے پڑھا دیا کروں گی کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو۔
حسن آرا۔ ضرور؟
محمودہ۔ ضرور؟
حسن آرا۔ اچھی اُستانی جی سے بھی نہ کہنا۔
محمودہ۔ نہیں۔ غرض یہ باتیں ہو ہوا کر حسن آرا چلنے لگی تو اُستانی جی نے دو عورتوں کو ساتھ کر دیا۔ گھر تو پاس تھا ہی بات کی بات میں جا پہنچی۔

Marfat.com

سلطانہ بیگم۔ آہا حسنا! میں نے تو جانا آج تم وہیں رہیں۔
حسن آرا۔ نیند تو آتی تو رہ جانے کا کیا تھا۔
سلطانہ بیگم۔ کیا تم کو اب تک نیند نہیں آئی۔ بچپن سے اب تک ہمیشہ دن ڈوبا اور تم سوئیں۔
حسن آرا۔ یہ مجھ کو آج معلوم ہوا کہ بے شغلی کی وجہ سے میری نیند بڑھتی جاتی ہے۔ دیکھیے آج نہ تو سوئی اور نہ کچھ کسل معلوم ہوا۔
سلطانہ۔ آج ایسے کس کام میں تھیں۔
حسن آرا۔ کام تو کچھ بھی نہیں مگر دیہاں کی باتوں میں ایسا جی لگتا ہے کہ دن رات سنا کیجیے۔
سلطانہ۔ ہم کو بھی تو کچھ سناؤ۔
حسن آرا۔ اب تو رات زیادہ گئی ہے اور مجھ کو سویرے اٹھنا ہے۔ جلدی نہ سو رہوں گی۔ تو تڑکے آنکھ کا کھلنا مشکل ہے۔
سلطانہ۔ اب تم سویرے اٹھ چکیں۔
حسن آرا۔ انشاء اللہ ایسے سویرے اٹھوں گی کہ آپ دیکھیے گا۔ انا تم کہا کرتی ہو کہ میں اٹھتی ہوں تو تارے چھپے ہوتے۔ بس ضرور ضرور مجھ کو اسی وقت اٹھا بٹھانا۔ دیکھو خبردار بھولنا مت۔
انا۔ جگا تو میں دوں گی اٹھنا نہ اٹھنا تمہارے اختیار میں ہے۔
حسن آرا۔ اگر میں نہ اٹھوں تو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار دینا۔
انا۔ یہ تو مجھ سے نہ ہوگا کہ غفلت کی نیند میں تم کو حیران کروں۔
حسن آرا۔ میں کہتی ہوں انا کہ جگا دینا پھر تم کو میری حیرانی کا خیال ناحق ہے۔
انا۔ بیٹی تم کہتی تو ہو لیکن میری ایسی کیا شامت ہے کہ صبح سویرے تم کو چھیڑ کر اپنا برا بھلا کرا دوں۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ نہیں بی۔ نہیں خدا کی قسم میں ہرگز بُرا نہ مانوں گی ضرور جگا دینا۔
سُلطانہ۔ آخر تم کو ایسے سویرے اُٹھنے کی ضرورت کیا ہے؟ بس معمول سے ذرا پہلے اُٹھ جانا۔
حُسن آرا۔ واہ مَیں نے شرط کر لی ہے۔ اگر میں نہ بھی اُٹھوں تو سونی کو بڑے تڑکے اندھیرے مُنہ مکتب میں پہنچا دینا۔ انّا دیکھو پھر کہے دیتی ہوں ضرور اٹھا دینا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔

حُسن آرا سویرے اُٹھنے لگی

انّا اپنے معمول پر اُٹھی سلام پھر دعا مانگ ڈرتے ڈرتے حُسن آرا کی چارپائی کے پاس جا آواز دی۔ حُسن آرا کا یا تو یہ حال تھا کہ بیسیوں آوازیں دیئے جاؤ ہونکار تک نہیں اور اگر نیند سے ہوشیار بھی ہوئی تو جب آواز دی کبھی انگڑائی لے کر رہ گئی کبھی اس کروٹ سے اُس کروٹ ہو لیٹی یا انّا کی آواز سُن کر جھٹ پٹ اُٹھ ہی تو بیٹھی۔ بہتیرا چاہا کہ آنکھیں کھولے پلکوں کو چیرا پھاڑا مگر یہ معلوم ہوا کرتا تھا کہ سی دی ہیں یا گوند سے جما دی ہیں اور جو ٹمٹما کر ذرا کی ذرا کھولیں بھی تو ایسا دُکھ معلوم ہوا کہ گویا کسی نے پلکوں میں مرچیں بھر دیں مگر کل کا وعدہ اور کڑھائی کی خوشی پیشِ نظر تھی۔ ہاتھ پھیلا دیئے۔ انّا نے پیار سے گودی میں اُٹھا لیا۔ اور کہا بیٹا اَب تو بہت سویرا ہے۔ صدقے گئی ایک نیند اور لے لو۔
حُسن آرا۔ نہیں بی نہیں مجھ کو ابھی مکتب لے چلو۔

Marfat.com

انّا۔ بیٹا منہ تو دھو لو۔ کچھ ناشتہ کر لو تب جانا۔
حُسن آرا۔ ٹھٹک کر بولی اے ہے اللہ! دیکھو کم بخت دیر لگائے چلی جا رہی ہے۔ لے نہیں چلتی وہاں سب لڑکیاں آ گئی ہوں گی۔ غرض کہ انّا مکتب میں لائی۔
حُسن آرا کچھ تو آنکھیں کھولتی آئی ہی تھی یہاں آ کر دیکھا کہ واقع میں بڑی چھوٹی لڑکیاں سب موجود ہیں۔ مگر کوئی کتاب کھولتی جاتی ہے کسی نے آموختہ پڑھنا شروع کر دیا ہے کوئی ابھی مطالعہ لے کر بیٹھی ہے یہ دیکھ کر تو حُسن آرا کی رہی سہی آنکھیں اور بھی کھُل گئیں۔
محمُودہ۔ آہا بیگم صاحب ایسے سویرے۔ ماشاء اللہ خوب ہی آپ وعدے کی سچّی اور ارادے کی پکّی ہیں۔
حُسن آرا۔ کیا وعدہ اور کیا ارادہ ہے۔ آخر سب کے پیچھے ہی آئی۔
محمُودہ۔ اگر آپ سب کے بعد آئیں مگر پہلے ہی دن آپ اتنے سویرے اٹھ کھڑی ہوئیں بڑی مضبوطی کی بات ہے۔ اس اعتبار سے آپ ہی سب سے پہلے آئیں۔
حُسن آرا۔ کڑھائی کی فرمایئے۔
محمُودہ۔ سب تیار ہے آپ ہاتھ مُنہ دھو لیں تو شروع ہو۔ محمودہ نے لوٹا پانی۔ سلچی۔ منجن۔ آئینہ۔ کنگھی۔ تیل۔ سب سامان سامنے لا کر رکھ دیا۔
حُسن آرا۔ کیا خوب یہ آپ مجھ کو ناحق میں کیوں گنہگار بناتی ہیں۔
محمُودہ۔ ہم غریب لوگ ہیں۔ نہ تکلّف کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ اس کو چاہیے آپ بھونڈا پن سمجھیں ہم سب طرح کا کام اپنے اپنے ہاتھوں کر لیا کرتے ہیں۔ اور آپ دیکھیے گا کہ کبھی ہماری آپس میں لڑائی نہیں ہوتی ہے کوئی کام ہو اور

Marfat.com

کسی کے کرنے کا ہو سب نے مِل کر کر لیا ایک دوسرے کو سہارا لگا دیا اور یہ بات کچھ بناوٹ اور دکھاوے کی غرض سے نہیں حاضر و غائب ہم سب لڑکیوں میں بڑی سچّی محبّت ہے۔ ایک ایک کو سگی بہن سے بڑھ کر ہے۔ ہاتھ خدا نے کام ہی کے واسطے دیئے ہیں۔ اور لوٹا پانی لا کھ رکھ دینا بھلا یہ بھی کوئی کام ہے۔

مکتب کی لڑکیوں نے مِل کر پکوان تلا اور حُسن آرا کام کاج میں شریک ہوئی مگر کام کی عادت نہ تھی چھوٹے چھوٹے کاموں میں بڑی دِقّت ہوئی

غرض اِدھر تو حُسن آرا ہاتھ منہ دھوتی رہی محمُودہ نے پہلے تو اُستانی جی سے پوچھا کہ اگر آپ ارشاد کریں تو کڑھائی کا سامان کئی دن سے آیا ہوا رکھا ہے۔ اِسوقت ٹھنڈک بھی ہے۔ سویرے کا وقت ہے ہم سب مل کر تل تلا لیں۔

اُستانی جی۔ بہت خوب مگر حُسن آرا بیگم کو بھی شریک رکھنا۔

محمُودہ۔ بسر و چشم

اس کے بعد کوٹھری کھولی سب سامان نکال باورچی خانے میں لے گئیں۔ کسی نے بیسن گھولنا شروع کیا۔ کوئی ٹکیاں گھڑنے لگی۔ کوئی پیاز کترنے کو بیٹھ گئی غرض سب کی سب کام میں لگ گئیں۔

حُسن آرا۔ محمودہ بیگم کوئی کام مجھ کو بھی بتاؤ۔ یہ تو مناسب نہیں کہ سب کام کریں اور میں کھڑی مُنہ دیکھوں۔

آمنہ۔ آپ کیوں تکلیف کرتی ہیں۔ ہم سب کیے لیتے ہیں۔ صرف آپ سیر کیجیے۔

محمودہ۔ نہیں اس میں کچھ قباحت کی بات نہیں کوئی کام ہو، کرنے ہی سے آتا ہے۔

Marfat.com

مگر کون کام بتاؤں۔ مصالح پیسنا، میدہ گوندھنا، تلنا بہتیرے کام ہیں ان میں
سے جو آپ سے ہو سکے کیجیے۔

حسن آرا۔ مصالحہ تو مجھ سے نہیں پسے گا۔ پہلے ہی رگڑے میں میرے تو کھوٹے
رہ جائیں میدہ کہیے تو البتہ گوندھ دوں۔

محمودہ۔ میدہ گوندھنا بھی بڑے زور کا کام ہے۔ بلکہ مصالحہ پیسنے سے زیادہ محنت ہے۔

حسن آرا۔ بلا سے ہے مگر مجھ کو منظور ہے۔

محمودہ۔ آخر اس کا سبب۔

حسن آرا۔ کچھ ہے۔

محمودہ۔ کیا کچھ پردے کی بات ہے۔

حسن آرا۔ (جھینپ کر) جی میدہ گوندھ ہاتھ دھو دھا کھڑی ہو جاؤں گی اور مصالحہ
پیسوں گی تو ہلدی کا رنگ کلنگ کا سا ٹیکا دو چار دن تو چھوٹتا نہیں ناحق مجھ
کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔

محمودہ۔ شرم کی اس میں کیا بات ہے۔

حسن آرا۔ آپ کو نہیں مجھ کو تو ہے۔ ہلدی بھرے ہوئے ہاتھ لوگ دیکھیں گے
تو کیا کہیں گے۔

محمودہ۔ اپنی اپنی سمجھ ہی تو ہے۔ بعضوں کو کام کرنا عجیب ہے بعضوں کو دوسروں
کا پکایا ریندھا احدیوں ایا ہجوں کی طرح کھانا عار ہے۔ غرض اتنا سمجھایا میری
کی بوا آپ کے دماغ سے نہ گئی پر نہ گئی۔

حسن آرا۔ اصیل مرغے کی ایک ٹانگ۔ جان جائے پر آن نہ جائے۔

محمودہ۔ پھر کچھ زبردستی ہے آپ آرام سے بیٹھیے جو کچھ توفیق ہو گی ہم آپ کو بیٹھے
بٹھائے چڑھا آئیں گے۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ آپا کچھ تم کو بھی ضد ہے تم کو اپنے کام سے کام آخر میدہ کوئی نہ کوئی گوندھے گا ہی۔ میرا ہاتھ لگ جائے گا تو کیا کیڑے پڑ جائیں گے۔

محمُودہ۔ کیڑے تو نہیں مگر لوچ توڑ تاڑ ستیاناس کر کے رکھ دو گی۔ امیری شیخی بگھارنے کے سوائے اور بھی کچھ تم کو آتا ہے۔

حُسن آرا۔ خیر کچھ اور کام مجھ کو دیجیے۔

محمُودہ۔ کون کام دوں۔ مصالح تو تم پیسنا نہیں چاہتیں۔ آٹا تو تم کو گوندھنا نہیں آتا۔ اور کون سا کام بتاؤں۔ خیر مصالح کی سل کے نیچے ادرک گڑی ہوئی ہے چھوٹی چھوٹی دو گرہ ی نکال کر کتر ڈالیے۔

حُسن آرا۔ ہاں یہ کام میرے کرنے کا آپ نے بتایا ہے۔ دیکھیے گا کیسے باریک لچھے کترتی ہوں۔

محمُودہ۔ خدا راست رائے۔

حُسن آرا دوڑی جا سل کو اٹھانے لگی۔ سل تھی بوجھل ایک بالشت بھر تک تو حُسن آرا نے ہمت کر کے اٹھالی آخر نہ سنبھل سکی چھوٹ پڑی اور چھوٹی تو ہاتھ پر گری۔ حُسن آرا تو بلبلا اٹھی۔ سب لڑکیاں دوڑ گئیں۔ جا کر دیکھا تو حُسن آرا سل کے تلے ہاتھ دیئے بیٹھی ہیں۔ چہرے کی رنگت زرد ہے۔ اور تھر تھر کانپ رہی ہے جلدی سے سل اٹھا کر الگ کی ہاتھ دیکھا کچل تو گیا تھا۔ مگر زمین گیلی اور پولی تھی چوٹ نہیں لگی۔

حلیمہ۔ واہ بیگم صاحب! بڑے کچے دل کی ہو تم تو ایسی بلبلائیں کہ ہم سب کے ہاتھ پاؤں بھول گئے۔

حُسن آرا۔ مُنہ پر آنکھیں ہیں یا نہیں۔ اتنی بڑی سل تمہارے ہاتھ پر گرتی تو جانتیں۔

حلیمہ۔ گرتی ہی کیوں۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ کیا خُوب یک نہ شد دو شد بھلا میں نے تو بالشت بھر اٹھا بھی لی تم ذرا ہلا بھی دو تو سلام کروں۔

حلیمہ۔ ہاں۔

حُسن آرا۔ ہاں۔

علم جرّ ثقیل کا تذکرۂ مختصر

حلیمہ نے وہیں چولہے کے پاس سے ایک نوکدار لکڑی اُٹھا پتلا سرا سِل کے نیچے اڑا جوں ہی دوسرا سِرا اٹھایا تھا کہ سِل کھٹ سے دوسرا جانب جا پڑی۔

حُسن آرا۔ بہن! یہ تو تم نے کمال ہی کیا۔

محمُودہ۔ کمال کی اس میں کیا بات ہے۔ علم جرّ ثقیل میں اسی قسم کی ہزاروں باتیں ہیں حکمت بڑی چیز ہے۔ اکیلا آدمی حکمت کے زور سے ہزاروں من کا بوجھ تنکے کی طرح اٹھا کر پھینک دے سِل کی کیا اصل ہے۔

حُسن آرا۔ اَب آپ لوگ اپنا اپنا کام کیجیے۔ میں ادرک کُترتی ہوں۔

محمُودہ۔ رہنے دیجیے۔ کوئی اور لڑکی کُترے گی۔ آپ کا ہاتھ بھی دکھتا ہوگا۔

حُسن آرا۔ نہیں۔ مَیں تو اَب کُتر کے رہوں گی۔

حُسن آرا نے باورچی خانے کے چاقو سے جو ایک گرہ چھیلی تو چاقو کُند معلوم ہوا آپ نے کیا کیا محمودہ کے قلمدان سے راجس کا نیا چاقو نکال ادرک چھیلنا شروع کیا ادرک کے عرق سے اوّل تو چاقو کی آب گئی گندی ہوئی دوسرے

Marfat.com

چاقو تیز۔ ادرک نرم تین چار مرتبہ کچ کچ چاقو ہاتھ میں لگا اور اُوپر سے پہنچا ادرک کا عرق خوب ہی مرچیں لگیں۔ مگر حُسن آرا نے شرم کے مارے اس کو چھپایا ادرک بھی اچھی نہ کتری گئی۔ ادرک کتر کر لائی تو اس میں سرخی جھلملاتی تھی۔ محمودہ نے دیکھ کر کہا۔ "اے ہے کیسی لال لال ادرک ہے۔ کہیں گل تو نہیں گئی۔" دھویا تو خاصی سفید سفید ادرک نکل آئی۔ تب تو شبہ ہوا کہ شائد حُسن آرا نے کہیں اپنا ہاتھ کاٹ لیا۔ گھبرا کر کہا دیکھوں ہاتھ۔ حُسن آرا نے تھوڑے تامل کے بعد دکھایا تو معلوم ہوا کہ کوئی انگلی نہ تھی جس میں دو چار خراش نہ ہوں۔

محمُودہ۔ اے ہے یہ کیا کیا۔ کس چاقو سے ادرک کُتری۔

حُسن آرا۔ جس سے آپ قلم بناتی ہیں۔

محمُودہ۔ بھلا قلمتراش سے کوئی ترکاری بناتا ہے۔ اسی واسطے میں آپ کو کام دیتے ہوئے ڈرتی تھی دیکھیے آپ نے ہاتھ زخمی کر ہی لیا۔

حُسن آرا۔ بلا سے ہاتھ کا کیا ہے۔ اچھا ہو جائے گا۔ مگر چاقو کیسا بدرنگ ہو گیا ہے۔ یہ کیوں کر درست ہوگا۔

محمُودہ۔ قربان کیا تھا چاقو نگوڑا بگڑ گیا بگڑ گیا۔ جلدی سے پانی میں بھگو کر کپڑا انگلیوں کو لپیٹ لیجیے اور خدا کے لیے مکتب میں جا کر بیٹھیے۔

حُسن آرا۔ واہ! میں تو کام کروں گی۔

محمُودہ۔ کیا اُستانی کو خفا کرانے کی مرضی ہے حاشا میں تو اب کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانے دُوں گی۔

حُسن آرا۔ اَب میں بہت احتیاط سے پوچھ پوچھ کر کروں گی۔ اچھی کچھ تو بتاؤ۔

حُسن آرا نے اتنا اصرار کیا کہ محمودہ سے کچھ نہ بن پڑی اور مجبور ہو کر کہا۔

Marfat.com

خیر آپ آگ سُلگا کر گھی کو کڑکڑا ڈالیے۔ حُسن آرا نے تو سمجھا کہ بڑا آسان کام ہے جلدی سے لکڑیاں اُپلے چولہے میں بھر دیئے سلائی سُلگا لگی پھونکنے بہتیرا دھونکا آگ بھلا کب سلگتی ہے۔ مُنہ بھی تمتما اُٹھا۔ ناک اور آنکھ دونوں سے پانی جاری ہے۔ دھواں غٹ کے غٹ تمام مکان میں بھرا ہوا ہے۔ مگر لڑکوں کو خبر نہیں جب لڑکیاں سامان درست کر چکیں تو محمُودہ نے پوچھا۔

"کیوں بیگم صاحب گھی کیا کہہ رہا ہے؟"

حُسن آرا۔ لکڑیاں کم بخت ایسی گیلی ہیں۔ آنچ ہی نہیں ہوتی۔

محمُودہ۔ کیوں دیانت اتنا کہہ دیا تھا کہ برسات کے دن ہیں۔ لکڑیاں دیکھ کر سوکھی ہوئی لانا۔ آخر وہی گیلی پانی اُٹھا لائیں۔

دیانت۔ بیوی لکڑیاں تو ایسی خشک ہیں کہ برسات کی ہوا تک بھی ان کو نہیں لگی بیچ ڈھیر میں سے اپنے نکلوا کر لائی ہوں دو دو دن ہوئے انہیں لکڑیوں سے کھانا پکتا ہے۔ ایسی دھڑ دھڑ جلتی ہیں کہ پھونکنا بھی نہیں پڑتا۔

حُسن آرا نے کام تو بگاڑا آپ اور ماما پر ناحق خفا ہوئی

حُسن آرا کو ایک تو پہلے ہی پہل چولہا پھونکنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ دو گھڑی کامل حیران ہوئی اور آگ نہ سلگی یوں ہی کھسیانی ہو کر جلی بھنی بیٹھی تھی۔ ماما دیانت نے جو اس کے خلاف تقریر کی اور بھی آگ بگولا ہو کر بولی۔ اری جھوٹی نامراد ذرا پھوٹے ہوئے دیدوں سے آ کر دیکھ تو سہی کہ گیلی ہیں یا نہیں کون وقتوں سے میں سر کھپا رہی ہوں انہی کو سوکھی لکڑیاں کہتے ہیں نہ ہوئی تو اس وقت میرے گھر کی ماما نہیں تو چپلوں سے مارتے مارتے مُراد تجھ کو فرش کر دیتی۔ ماما دیانت حُسن آرا کا بیہودہ کلام سُن کر مارے غصے کے کانپ

Marfat.com

اُٹھی اور چاہتی تھی کہ جواب دندان شکن دے۔ اُستانی جی نے اشارے سے روکا۔ لڑکیوں کو بھی حسن آرا کی بات نہایت ناگوار گزری اور قریب تھا کہ سب کڑھائی چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو بیٹھیں محمودہ اُستانی جی کے اشارے کا مطلب سمجھ گئی تھی اس نے لڑکیوں کو کنایہ سے باز رکھا اور خود چولہے کے پاس جا کر کہنے لگی ذرا میں بھی تو دیکھوں کیسی لکڑیاں ہیں۔ دیکھا تو اندر تک حسن آرا نے لکڑیاں ٹھونس رکھی ہیں۔ راکھ کا اٹم کا اٹم بھرا پڑا ہے۔ محمودہ نے سب لکڑیوں کو باہر نکال پہلے تو راکھ صاف کی پھر چار لکڑیوں کو اُوپر تلے آڑا رکھ جھینا چولہے کی باہر کی طرف لگا ایک مرتبہ ذرا کے ذرا پھونکا تھا کہ آگ بھڑک اُٹھی۔

حسن آرا۔ آپ نے تو کمال ہی کیا۔

محمودہ ہنس کر بولی کم بخت آگ جلانے میں بھی کچھ کمال کی بات ہے مگر اسی واسطے میں نے کہا تھا کہ کوئی کام بے کیے نہیں آتا لکڑیاں کیا کریں اول تو مونہا منہ راکھ بھری پڑی تھی اس پر آپ نے لکڑیاں اتنی ٹھونس دیں کہ ہوا کا گذر نہ ہوا۔ آگ جلے تو کیوں کر جلے مشہور بات ہے کہ جھینا جتنا ہلکا ہو اتنا ہی جلد جل اٹھتا ہے۔

حسن آرا۔ مجھ کو یہ حکمت معلوم نہیں تھی۔

محمودہ۔ بے شک! جو کام کبھی نہیں کیا اس میں آدمی ضرور عاجز ہوتا ہے مگر آپ نے ایک بات بہت بے جا کی۔

حسن آرا۔ وہ کیا کہیں میں نے کوئی اپنا کپڑا تو نہیں جلا لیا۔ یہ کہہ کر لگی اپنے کپڑوں کو دیکھنے۔

محمودہ۔ خیر سے اپنا کپڑا نہیں جلایا۔ دوسرے کا دل جلایا۔

حسن آرا۔ ماما کو جو ذرا میں نے گھرکا اس پہ آپ کہتی ہوں گی۔

Marfat.com

محمودہ۔ للہ میری خطا معاف۔ اوّل تو یہ فرمایئے کہ آپ کی خفگی بے جا تھی یا نہیں قصور تو اپنا آگ تک تو خیر سے اپنے تئیں سلگانی نہ آئے اور ماما بیچاری ناحق فضیحت ہو۔

حسن آرا۔ البتہ اتنا قصور میرا تھا۔ مگر ماما کو بیچ میں بول اٹھنا کیا ضرور تھا۔

محمودہ۔ ماما آپ سے نہیں بولی۔ میں نے پوچھا تو اُس نے جواب دیا تھا۔

حسن آرا۔ پھر بھی میری بات کو کاٹنا اُس کو مناسب نہ تھا۔

محمودہ۔ وہ ہرگز اس بات سے واقف نہ تھی کہ آپ برسر ناحق بھی ہوں تو آپ ہی کی تائید کرنی چاہیے۔

حسن آرا۔ کیا وہ نہیں جانتی کہ میں امیرزادی ہوں۔

محمودہ۔ شاید جانتی ہو۔

خیرات دے کر احسان جتانا

حسن آرا۔ شاید مَیں اس کو خوب پہچانتی ہوں۔ رمضان کے رمضان ہمارے یہاں لنگر سے برابر کھانا لینے جایا کرتی تھی۔ اَب چار دن سے آپ کے یہاں نوکر ہے تو اس کے مغز چل گئے ہیں۔ وہ دن بھول گئی۔

محمودہ۔ لنگر آپ کے یہاں کیوں تقسیم ہوا کرتا ہے۔

حسن آرا۔ نام خدا پر تقسیم ہوا کرتا ہے۔

محمودہ۔ نام خدا اسی کا نام ہے کہ جو بھی اُس میں سے کھانا لے وہ عمر بھر آپ کا غلام بنا رہے اور جس طرح اور تنخواہ دار آپ کی تعظیم کرتے ہیں وہ بھی کیا کرے ایسے لنگر کا خاک ثواب ہوگا۔

حسن آرا۔ تعظیم نہ کرے تو ہم کو جوتیاں مار دیا کرے۔

Marfat.com

محمودہ۔ توبہ توبہ جوتیوں کا یہاں کیا مذکور ہے۔

حسن آرا۔ بوا ایسے کم حیثیت لوگوں کا بے باکی سے بول اٹھنا بھی جوتیاں ہی مارنا ہے۔

محمودہ۔ جب لنگر خدا کے نام ہوا تو پھر آپ کا کچھ احسان نہیں۔ ایک خیرات کے دو دو بدلے تو نہیں ہو سکتے کہ عاقبت کا ثواب بھی لو اور دنیا میں بھی ادب اور تعظیم کی خواہاں رہو۔ پس خیرات دے کر یہ اُمید پیدا کرنا کہ یہ ہمارا ادب کرے توقع بےجا ہے۔ اور اس کو دل سے جگہ نہ دو تو آدمی سب برابر جیسی آپ ویسی ہیں ویسی ماما۔

حسن آرا۔ آپ کو اپنے تئیں ماما کے برابر سمجھنے کا اختیار ہے۔ مگر میں تو خدا کے فضل سے خاصی امیرزادی ہوں۔ اور ایسی ایسی اب بھی دس بیس تو ہمارے گھر نوکر ہوں گی۔

حسن آرا نے جو ماما کو فضیحت کیا تھا محمودہ کا اُس کو ملامت کرانا اور خطا معاف کرلینے پر مجبور کرنا

محمودہ۔ یہ بڑی زبردستی ہے کہ آپ امیر ہیں۔ تو دنیا میں جو ہے آپ کا ادب کرے اور نری ہٹ دھرمی ہے کہ آپ امیر ہیں۔ تو جس کو جی میں آئے گا گالیاں

Marfat.com

دے لیا کیجیے۔

حُسن آرا۔ مَیں نے تو گوئی گالی نہیں دی۔

محمُودہ۔ گالی کے سر سینگ ہوتے ہیں۔ آپ نے جھوٹی کہا۔ نامراد کہا۔ مردار کہا۔ دیدوں پھوٹی کہا اور یہ کہا کہ لکڑیوں کے مارے فرش کر دیتی۔

حُسن آرا۔ یہی گالی ہے تو خدا حافظ اب کیا مَیں اُن کو جناب کہتی خداوند بناتی۔

محمُودہ۔ کیا ضرور ہے کہ کہیے تو جناب اور خداوند کہیے یا ایک دم سے جھوٹی نامراد۔ دیدوں پھوٹی بنائیے۔ یہی لفظ بُرا نہ مانیے اگر کوئی آپ کو کہے تو کیسا بُرا لگے۔

حُسن آرا۔ مجھ کو بُرا لگے تو لگے لیکن یہ لوگ اسی اوقات کے ہیں: اُن کو بُرا ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔

محمُودہ۔ ہاں بس یہی غلطی ہے۔ یہ ماما اُس اوقات کی نہیں ہے۔ غریب تو ہے مگر عزت دار ہے۔

بے شک! آپ کے نزدیک دولت ہی عزت ہے اور میرے نزدیک بلکہ خدا رسُول کے نزدیک دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک نیکی بڑی عزت ہے۔

حُسن آرا۔ بھلا مَیں بھی دیانت بیگم کی کچھ نیکیاں سنوں۔ کون سا لنگر تقسیم کرتی ہیں۔ کوئی سرائے مسافروں کے آرام کے لیے بنوا دی ہے جنگل میں پیاسوں کے واسطے کوئی کنواں کھدوایا ہے۔ کسی بیوہ کی تنخواہ کر رکھی ہے۔ مسجد کے مسافروں کا کھانا مقرر ہے۔

محمُودہ۔ کیا بس یہی نیکیاں ہیں؟ یہ وہ نیکیاں ہیں جو دولتمندوں کے حصّے میں ہیں اب میں دیانت کی نیکیاں گنواؤں۔ دیکھیے اس قدر تو غریب ہے کہ ماما گیری کرتی ہے۔ مگر اتنی بڑی ایماندار ہے کہ لاکھ کو خاک سمجھتی ہے۔ چھ چپاتیاں صبح چھ شام اس کو یہاں سے ملتی ہیں۔ پانچ کبھی چار آپ کھاتی

Marfat.com

اور ڈیڑھ ایک ضرور خدا کے نام مسجد میں دے آتی ہے۔ اس کی ایک چپاتی آپ کے لنگر سے کہیں زیادہ ہے۔ دیکھیے یہ عمر ہے کہ ناکا تک نہیں سوجھتا آپ جانتی ہیں کہ اب یہ بغچہ کھول کر کیوں بیٹھی ہیں۔ ہمسائی کے بچوں کے کپڑوں میں پیوند لگائیں گی۔

دونوں وقت مفت میں چھ سات گھروں کا سودا لا دیا کرتی ہیں — ہمسایوں میں کوئی بیمار ہو خدا واسطے کو اپنے ہاتھوں قارورہ حکیم کے یہاں لے جانا عطار کی دوکان سے نسخہ بندھوا لانا چھان بنا کر پلانا اور دن میں دس دس مرتبہ جا کر پوچھنا جھوٹ کبھی نہیں بولتی چغلی کسی کی نہیں کھاتی پیٹھ پیچھے کسی کو برا نہیں کہتی۔ کسی کے کام میں عذر نہیں۔ سب کو نیک صلاح۔ نیک نصیحت۔ آپ اس کو بے غیرت سمجھیں آپ کے بڑے حکیم صاحب جب تشریف لائے۔ اور یہاں ملنے کو آئے۔ ہمیشہ دیانت کو پوچھا اور بہت التفات کے ساتھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔

حسن آرا۔ آہا تو دیانت بڑی نیک ہے

محمودہ۔ بے شک فرشتہ آدمی ہے۔ اُستانی جی اتنا ادب کرتی ہیں کہ ماؤں کا بھی نہ کرتا ہوگا۔

حسن آرا۔ کیا سچ مچ دیانت کو میری بات بُری لگی ہوگی۔

محمودہ۔ یہ بات تو بری لگنے ہی کی تھی۔ شائد اُس نے اپنی نیک مزاجی کی وجہ سے برا نہ مانا ہو تو نہ مانا ہو۔

حسن آرا۔ بھلا پھر ہوگا کیا۔

محمودہ۔ ہونا کیا تھا اُس بے چاری کے پاس لشکر ہے کہ آپ سے بدلہ لے گی۔

حسن آرا۔ اچھا اور کیا کرے گی بہت کرے گی اماں جان سے جا کہے گی سو میں اماں جان

Marfat.com

سے کچھ ڈرتی ڈراتی نہیں۔

محمودہ۔ اس سے اطمینان رکھیے کہ آپ کی امّاں جان کیا ماما کسی سے اس کا مذکور تک تو کرنے کی نہیں۔ بڑے ضبط کی آدمی ہے۔

حسن آرا۔ پھر کیا خوف ہے کہہ دیا کہہ دیا۔

محمودہ۔ لے ہے یہی تو بڑا غضب ہے۔ اگر اس کا دِل دکھا ہے تو ایسا نہ ہو کہیں خدا کو بُرا لگا ہو۔ اُس کی مار بلا کی مار ہے۔ اُس کی لاٹھی میں آواز نہیں دَم کے دَم میں جو چاہے کر گزرے اچھے بچھے کو اندھا کوڑی کر دی۔ بادشاہ کے بھیک منگوا دے۔

حسن آرا۔ اچھی تو خدا کے لیے دیانت سے میرا قصور معاف کرا دو۔

محمودہ۔ میں خطا میں شریک نہ تھی تو اب معافی میں بھی شریک نہیں ہوں گی۔ آپ ہی نے اس کو ناحق بُرا کہا۔ آپ ہی اُس سے خطا معاف کرائیے۔

حسن آرا۔ اچھا ذرا دیانت الگ ہو تو میں کہوں گی۔

محمودہ۔ الگ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

حسن آرا۔ ہاں اب سب کے سامنے میں امیرزادی ہو کر ایک ماما کے آگے ہاتھ جوڑ دوں؟

محمودہ۔ انصاف تو یہی ہے کہ سب کے سامنے اُس کو ذلیل کیا تو سب کے سامنے ہی اُس کو خوش بھی کیجیے۔ امیری آپ کے مغز میں کچھ ایسی سما رہی ہے کہ نہیں معلوم آپ اپنے تئیں کیا سمجھتی ہیں جب آپ کے مُنہ سے غرور کی بات میں سُنتی ہوں لرز اُٹھتی ہوں کہ دیکھیے خدا خیر کرے۔

یہ سُن کر حسن آرا دوڑی دوڑی جا دیانت سے لپٹ گئی اور رونے لگی۔ دیانت کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبا آئے اور جھٹ اُس نے حسن آرا کو اُٹھا

Marfat.com

گلے سے لگا لیا اور ہزاروں دعائیں دیں۔ حُسن آرا خطا معاف کرا کے پھر محمودہ کے پاس گئی۔ لیجیے حضرت مَیں نے دیانت کو راضی کر لیا۔

محمُودہ۔ بیگم سچ کہنا اب تمہارے دل کی کیا کیفیت ہے۔

حُسن آرا۔ میں دیکھتی ہُوں کہ خطا کا اقرار کرنا کچھ بے عزتی کا موجب نہیں مَیں نہ جاتی تو سدا کو دیانت سے آنکھ چھینپتی ہی رہتی آپ کے کہنے سے ایک کھٹکا سا ہو گیا تھا۔ اَب تو دل میں ایک عجیب طرح کی خوشی پاتی ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔

محمُودہ۔ اس میں شک نہیں بڑے حوصلے اور بڑی ریاست کی بات آپ کی جو سُنے گا خوش ہو گا اور تعریف کرے گا اور خدا کی درگاہ میں تو اس کا اجر اتنا بڑا ہے کہ دنیا کی کوئی نعمت اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ جتنی کتابیں آج تک مَیں نے پڑھی ہیں سب میں یہی لکھا ہے کہ دل آزاری سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی گناہ نہیں اور دلجوئی سے بڑھ کر نیکی نہیں۔

محمودہ اور حُسن آرا میں یہ باتیں بھی ہوا کیں اور کام بھی ہوتا رہا اِدھر یہ گفتگو ختم ہوئی۔ اُدھر کڑھائی اتری ہر ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا لے بھر چنگیر تو اللہ کے نام مسجد میں گیا جو باقی رہا پہلے اُستانی جی کے آگے رکھا۔ مگر اُستانی جی رونے سے تھیں لڑکیوں سے کہا تم شوق سے کھاؤ پیو غرض سب نے مل کر خوب کھایا۔

Marfat.com

نیکی اور سچّی خیرات

سب کے برابر ایک حصّہ دیانت کو بھی ملا تھا۔ دیانت پکوان گود میں لیے دبے پاؤں باہر نکلی اُسے جاتے ہوئے محمودہ نے دیکھ لیا اور چپکے چپکے حسن آرا سے کہا بیگم صاحب بیگم صاحب لیجیے آیئے میں آپ کو اپنے کہے کی تصدیق کرا دوں۔ اور حسن آرا کا ہاتھ پکڑ کھڑکی کی آڑ میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اتنے میں دیانت بی ہمسائی کے گھر جا پہنچی نام لے لے کر اُن کے سب بچّوں کو پیار سے بلا بلا اپنے پاس بٹھایا اور وہ پکوان جو ملا تھا ان سب کو اپنے ہاتھ سے کھلا دیا۔ جب کھا چکے تو سب کا ہاتھ مُنہ دُھلا کر آپ چلنے کے ارادے سے اُٹھیں اور چلتے چلتے سب پر تاکید کرتی آئی کہ خبردار چکنائی پر کوئی پانی مت پی لینا کھانسی ہو جائے گی۔ دیانت گھر آئی تو محمودہ نے پوچھا کیوں بی ماما پکوان کیسا تھا؟

ماما۔ سُبحان اللہ! بڑے مزے کا مجھ کو تو بہت ہی بھایا۔ یہ سُن کر محمودہ نے حسن آرا سے کہا دیکھا آپ نے کس درجہ کی یہ عورت نیک ہے۔ کیسا ہی کوئی گیا گزرا ہو۔ پھر بھی کڑھائی ہوئی نئی چیز ہو جی للچا ہی اُٹھتا ہے۔ خصوصاً بڈھوں کو تو کھانے کا غضب کا ہوکا ہوتا ہے۔ لیکن دیکھیے دیانت نے کتنا اپنے پیٹ کو مارا ہے اور اس غریبی پر کیا استغنا ہے کہ آپ پکوان چکھا تک نہیں۔

حسن آرا۔ کیا دیانت سے اور ہمسائی سے کچھ رشتہ ناطہ ہے؟

محمودہ۔ ہرگز نہیں: دیانت سیدانی ہے۔ اور ہمسائی پٹھانی اور یہ ہمسائی تو پانی پت کرنال کی طرف کی رہنے والی ہے۔ اکیلی آپ ہے اور میاں کا کسی

Marfat.com

سے بھی رشتہ ناطہ نہیں۔ رشتے ناطے پر سلوک تو سبھی کوئی کرتا ہے۔ یہ بھی دیانت ہی کا حوصلہ ہے کہ جان نہ پہچان اور دل وجان قربان اور ذرا اس خیر خواہی کو دیکھیے کہ خبردار کوئی پانی نہ پی لینا اور اس اخفا پر نظر کیجیے کہ کیسے دبے پاؤں گئی اور میں نے پوچھا تو پکوان کی کیسی تعریف کی کہ گویا آپ ہی کھایا۔ سچی خیرات اسی کو کہتے ہیں نہ یہ کہ دیں تو خدا کے نام اور اپنا نام ونمود چاہیں۔ بھلا لنگر بانٹنا اور ڈھول بجا کر دینا کیا ضرور ہے۔ دینا وہی ٹھیک ہے کہ کانوں کان خبر نہ ہو۔ اتنے میں دیانت نے محمودہ سے کہا صاحبزادی اب تو کڑھائی تل تلا چکیں وہ روپیہ جو تم نے مجھ کو دیا تھا اُس میں کے کچھ پیسے بچے ہوئے میرے پلے بندھے ہیں۔ کہیں کھل کھلا پڑیں گے اُس کا حساب کر لو تو بہتر ہے۔

محمودہ۔ یاد ہے کیا کیا چیز لائی ہو؟

ماما۔ ۶ر گھی۔ دو پیسے کے تل۔ ڈیڑھ آنے کا بیسن۔ ۳ر کی کھانڈ ار کا دہی، ۲ر کا میدہ بس یہی چیزیں تو اس روپیہ میں آئی ہیں۔

محمودہ۔ بوا کنیز فاطمہ دیکھو تو ماما پلے میں آٹھ پیسے بندھے ہیں۔ کھول لاؤ

کنیز فاطمہ نے پیسے لا محمودہ کے ہاتھ میں دیئے۔

حسن آرا۔ دیکھو کیسے پیسے ہیں گنے تو آٹھ تھے۔ تب تو اُس نے حیران ہو کر محمودہ سے پوچھا۔ اچھی تم نے بے گنے کیوں کر جان لیا تھا کہ آٹھ ہیں۔

محمودہ۔ حساب سے۔

حسن آرا۔ حساب کیا۔

محمودہ۔ حساب یہ کہ روپے کے سولہ آنے اور آنے کے چار پیسے جتنا خرچ ماما نے بتایا اُس کو میں نے جوڑا تو ۱۴ر ہوئے ۲ر باقی رہے۔ جن کے چار

Marfat.com

آدھنے آٹھ پیسے ہوئے۔

حُسن آرا۔ یہ تو عجیب چیز ہے میں نے اپنے گھر میں تو ایسی بات کبھی نہیں سُنی۔

محمُودہ۔ عجیب اور بڑے کام کی چیز ہے۔ دنیا بھر کا لین دین اچاپت بیوپار سب حساب پر موقوف ہے۔ ممکن نہیں کہ آپ کے گھر حساب نہ ہوتا ہو۔ آپ کا گھر تو بڑا امیر ہے۔ غریب سے غریب گھر میں بھی تھوڑا بہت حساب ضرور ہوتا ہے۔

حُسن آرا۔ کیا یہ بھی کوئی پڑھنے کی چیز ہے؟

محمُودہ۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جو پڑھنے میں نہ ہو۔ مگر چھوٹا موٹا حساب لوگ زبانی بھی سیکھ لیتے ہیں۔ اور بازار کے بنئے بقال حلوائی وغیرہ سب بقدر ضرورت حساب سے واقف ہوتے ہیں۔

حُسن آرا۔ مکتب کی یہ لڑکیاں بھی حساب جانتی ہیں۔

محمُودہ۔ بعض تو ان میں بہت جانتی ہیں۔ مشکل مشکل باتیں نکال لیتی ہیں۔ جن کو ان پڑھ آدمی مہینوں کے سوچ بچار سے بھی نہیں نکال سکتے اور بعض جو مبتدی ہیں وہ بھی بازار والوں سے کہیں زیادہ جانتے ہیں۔ اگر فرمایئے تو میں آپ کے رُوبرُو ان سے کچھ حساب کے سوالات پُوچھوں۔ دیکھئے کہ کیسے تڑ تڑ جواب دیتی ہیں۔

حُسن آرا۔ بہت خُوب۔

حساب کی دلچسپ باتیں

محمُودہ۔ کیوں کلثوم تین اور سات اور نو مل کر کے ہوتے ہیں۔

کلثوم۔ اُنیس۔

Marfat.com

محمودہ۔ اور بھلا آٹھ اور چھ اور دو؟

کلثوم۔ سولہ۔

محمودہ۔ بھلا پچیس روپے سے آٹھ روپیہ خرچ ہو جائیں تو کے روپے بچیں۔

کلثوم۔ سترہ۔

محمودہ۔ بھلا یہ بتاؤ سوا سو کتنے روپے ہوتے ہیں؟

کلثوم۔ سوا ور پچیس۔

محمودہ۔ بھلا پونے چار سو کتنے ہوتے ہیں؟

کلثوم۔ تین سو پچھتر یا پچیس کم چار سو۔

محمودہ۔ شاباش بوا شاباش جب جانیں ایک بات بتاؤ کہ آمنہ غدر میں سات برس کی تھی اور غدر کو اب چھ برس ہوئے تو آمنہ کی عمر اب کے برس کی ہے؟

کلثوم۔ تیرہ برس۔

محمودہ۔ ٹھیک بہن ایک بات اور بتاؤ کہ آمنہ کا بھائی اس سے چار برس بڑا ہے تو بھلا غدر سے کے برس پہلے ہوا تھا؟

کلثوم۔ سوچ کر گیارہ برس۔

محمودہ۔ اچھا زبیدہ تم کلثوم سے زیادہ پڑھی ہو بھلا بتاؤ تو بارہ لڑکیاں اگر ہنڈکلھیا میں تین تین پیسہ کا سا جھا ملائیں تو سب کے آنے ہوں گے؟

زبیدہ۔ نو آنے۔

محمودہ۔ ڈیڑھ سیر میوے میں اگر چھ لڑکیوں کے برابر حصے لگائے جائیں تو ہر ایک لڑکی کو کتنا پہنچے گا؟

زبیدہ۔ پاؤ بھر۔

Marfat.com

محمودہ۔ دو سو آم ہوں اور دس لڑکیاں تو کتنے کتنے ہر ایک کو ملیں گے۔

زبیدہ۔ یہ تو بہت ہی صاف ہے۔ بیس بیس۔

حسن آرا۔ یہ گلاب کا درخت جو انگنائی میں لگا ہے۔ پندرہ پھول روز کے روز اس سے اُترتے ہیں۔ مہینے بھر میں کتنے پھول ہوں گے؟

زبیدہ۔ ساڑھے چار سو یعنی چار سو اور پچاس۔

محمودہ۔ کیوں صاحب سات آنے گز کے حساب سے سات گز ایک پائجامے کی دریس کے کیا دام ہوئے؟

زبیدہ۔ سوچ کر۔ تین روپے ایک آنہ۔

محمودہ۔ دو روپے کا آٹھ گز کا تھان تین روپے کو ٹھہرے تو کتنے گز پڑا۔

زبیدہ۔ لکھ کر جوڑ لوں؟

محمودہ۔ نہیں صاحب! زبانی سوچ کر کہو کچھ ایسا مشکل نہیں ہے۔

زبیدہ۔ تھوڑی دیر تامل کر کے چھ آنے گز۔

محمودہ۔ بھلا ڈیڑھ آنے کا چھٹانک بھر گھی تو آدھ سیر کتنے کا ہوا۔

زبیدہ۔ ہتھیلی پر کچھ انگلیوں سے لکھ کر۔ بارہ آنے۔

محمودہ۔ گز میں کے گرہ؟

زبیدہ۔ سولہ۔

محمودہ۔ اور من میں کے سیر؟

زبیدہ۔ چالیس۔

محمودہ۔ خوب بہن! اچھا بی رابعہ تم تو تشریف لاؤ۔ تم تو بڑی حسابی ہو۔ بتاؤ تو گرہ عرض کی دریس ایک پائجامہ میں نو ہی گز لگتی ہے تو پورے گز بھر کا عرض ہو تو کتنی لگے گی؟

Marfat.com

رابعہ۔ تختی پر لکھ لوں۔
محمودہ۔ بہت اچھا۔ لیکن جلدی جواب دو۔ نہیں تو بزاز چلا جائے گا۔
رابعہ۔ دو لمحہ بعد پانچ گز ایک گرہ۔
محمودہ۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ دالان جس میں ہم سب بیٹھے ہیں۔ چھ گز لمبائی اور ڈھائی گز کا چوڑا ہے۔ چاندنی میں کتنا مارکین خرچ ہوگا؟
رابعہ۔ اور مارکین کا عرض۔
محمودہ۔ یہی معمولی گز بھر۔
رابعہ۔ پورے پندرہ گز۔
زبیدہ۔ ایک سوال بتا دو۔ تم کو بڑی شاباش دیں۔ یہ بڑی مسجد کا حوض چھ گز مربع ہے۔ یعنی لمبان چوڑان برابر اور دو گز گہرا اور ایک گز مربع میں تین مشک پانی آتا ہے اور ایک مشک میں پچیس لوٹے اور ایک لوٹے میں پندرہ گلاس اور ایک گلاس میں آدھ پاؤ پانی تو سارے حوض میں کتنا پانی ہوا۔
رابعہ۔ پاؤ گھنٹہ بعد دو سو ترپن من پانچ سیر۔
حسن آرا۔ اے ہے ان کم بخت جان ہاروں کو کیسی باتیں آگئی ہیں۔ لڑکیاں ہیں کہ بلا ہیں۔
محمودہ۔ اس سے بھی میں عجیب عجیب باتیں ان کو معلوم ہیں میں نے آپ کے سمجھانے کو آسان آسان باتیں ان سے پوچھیں۔ کیوں ہاجرہ جامع مسجد کے مینار کو بے گزبے رسی اور بے اوپر گئے ناپ سکتی ہیں۔
ہاجرہ۔ بے شک مجھ کو وہ سائے کا حساب یاد ہے۔ کوئی دو مہینے کی بات ہے کہ ہمارے کنبے سے ایک برات پلول گئی تھی میں ساتھ تھی۔ راہ میں قطب صاحب کی لاٹ کے پاس ناشتہ کرنے کو ٹھہری مجھ کو تو اس قاعدے کا بڑا

Marfat.com

اچنبھا تھا۔ جھٹ مَیں نے ایک تنکا لے اور سایہ ناپ وہیں زمین پر حساب لگایا۔ سامنے والیاں مجھ کو چھیڑنے لگیں کہ یہ دن دہاڑے کیا تنکے چننے لگیں غرض میں نے وہ ناپ جو میرے حساب سے نکلی تھی یاد رکھی لوٹ کر گھر آئی تو صنادید عجم میں دیکھا۔ ٹھیک وہی لمبان تھی۔ کوئی شاید دو گز کا بل تھا۔

رابعہ۔ اجی بُوا ہاجرہ سائے کا حساب مجھ کو بھی بتا دو گی۔

ہاجرہ۔ اچھی ایک بڑی آسان بات ہے۔ ایک تنکا لے کر اُس کو ناپ لیا پھر اس کو دھوپ میں سیدھا کھڑا کر کے اُس کے سایہ کو ناپ لیا پھر لاٹ کے سایہ کو ناپ ڈالا تو اربعہ متناسبہ کے قاعدے سے جو تم کو معلوم ہے لاٹ کی لمبان نکل آئے گی۔ اس طور پر کہ اتنے لمبے تنکے کا سایہ اس قدر لمبا پڑتا ہے تو لاٹ جس کا سایہ اتنا لمبا ہے کتنی اونچی ہو گی۔

رابعہ تو اتنا اشارہ پا کر خوشی کے مارے اُچھل پڑی لیکن حُسن آرا تو اربعہ وغیرہ تو کچھ جانتی نہ تھی وہ اس معمہ کو کیا سمجھتی ہاجرہ کی طرف مخاطب ہو کر بولی انوری جھوٹی افوری لپاڑن آپ خیر سے ابھی پوری چار ہاتھ کی بھی نہیں ہوئیں اور ہزاروں کوس کی اونچی لاٹ ناپنے چلیں تم نے کہا اور مَیں نے مان لیا۔ خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا ہے۔

محمُودہ۔ ایں ایں بیگم صاحب! آپ کا یہ کیا دستور ہے کہ باتوں ہی باتوں میں ناحق بگڑ بیٹھتی ہیں۔

حُسن آرا۔ خدائے پاک کی قسم میں تو کچھ بھی نہیں بگڑی اور نہ مَیں نے کچھ کہا۔

محمُودہ۔ یہ جلدی سے قسم کھا لینا اور غضب ہے۔

حُسن آرا۔ یُوں بات کاٹنے پہ آؤ تو بولنا ہی غضب ہے۔

محمُودہ۔ اگر ذرا آپ انصاف سے میری بات سُنیں تو میں کچھ عرض کروں۔ اور

Marfat.com

اگر بیجا ہو تو میں قائل ہو جاؤں گی۔
حُسن آرا۔ بھلا کچھ تو کہیے۔

قسم کھانے کی بُرائی

محمُودہ۔ اوّل تو یہ بتایئے کہ آپ نے خدا کی قسم کیوں کھائی۔
حُسن آرا۔ تاکہ تم کو میرے کہنے کا اعتبار ہو۔
محمُودہ۔ یہ آپ کی سمجھ کا پھیر ہے۔ جس کی بات کا اعتبار نہیں اس کی قسم کا لاکھ دفعہ اعتبار نہیں۔
حُسن آرا۔ خیر میں نے یوں ہی قسم کھالی تو بُرا کیا کیا؟
محمُودہ۔ بے شک بُرا کیا خدا کو آپ نے لڑکیوں کی گڑیا بنا لیا ہے۔ یا بچوں کا کھلونا قرار دیا ہے۔ آپ کو اس دو جہاں کے مالک اور بادشاہ کا نام اس بے احتیاطی سے لیتے ہوئے ڈر نہیں لگتا۔ یہ دیکھیے دُنیا کی بے ایمانی کہ آدمی آدمی کا ادب کرے تو نام لیتا ہے۔ اور خدا کی یہ بے وقعتی اور بے وقری کہ بات بات میں اس کا نام لیا جائے جب میں کسی کو خدا کی قسم کھاتے سُنتی ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور حیران ہو کر مُنہ دیکھنے لگتی ہوں۔ کیوں کہ بے دھڑک یہ لفظ اُس کی زبان سے نکلا۔
حُسن آرا۔ خدا کا نام لینا منع ہوتا تو اذان اور نمازیں کیوں ہوتے؟
محمُودہ۔ عبادت میں نام لینا دوسری بات اور خدا کے نام کو تکیہ کلام قرار دینا

Marfat.com

اور جا بجا بول اُٹھنا بالکل خلافِ اَدب ہے۔

حُسن آرا۔ لوگ تو بات بات میں واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔

محمُودہ۔ جو بات کہ بُری ہے اگر دُنیا بھر اُس کو کرنے لگے تو اچھی نہیں ہو سکتی اور اگر دُنیا کے لوگوں کی مثال لیجیے تو اچھے دیندار اور نیک بندے بہت ہی کم ملیں گے۔ آپ ذرا اتنی بات پر غور کر لیجیے اور خدا کی عظمت اور اُس کی بڑائی اگر ہمارے دل میں ہے تو ممکن نہیں کہ اُس کے نام پاک کے ساتھ ہم اس بے احتیاطی سے پیش آئیں۔ آدمی بال بال گنہگار ہے اپنے تئیں دیکھے اور اس خداوندِ عالی جاہ کی شان اور اُس کے تقدس پہ نظر کرے۔

حُسن آرا۔ البتہ قسم کھانا تو بہت ہی بُری بات ہے تو یہ تو پھر میرے مُنہ سے قسم نکلے تو بے شک میرے مُنہ پر طمانچہ کھینچ مارنا۔

محمُودہ۔ ایسا کیوں ہونے لگا۔ آپ بھی آئندہ سے خیال رکھیں اور جو کبھی آپ کے ذہن سے بات اُتر گئی تو میں یاد دلا دوں گی۔

ہمجولیوں میں پاسِ ادب

خیر یہ تو ہو چکا اَب میں پوچھتی ہوں کہ آپ نے بیچاری زبیدہ کی دِل شکنی کیوں کی؟

حُسن آرا۔ بوا میں نے تو زبیدہ کو کچھ نہیں کہا تم ناحق زبیدہ کو مجھ سے لڑاتی ہو۔

محمُودہ۔ جھوٹی لپاٹن کہا اور کچھ بھی کہا۔ یہ وہی دیانت کی سی بات پھر آئی آپ نہیں جانتیں کہ جھوٹ بولنا بڑے عیب کی بات ہے اور بھلے مانسوں کی بہو بیٹیاں جھوٹ نہیں بولا کرتیں۔ کسی کو جھوٹی کہہ دینا ایسا ہی ہے

Marfat.com

جیسے کسی کو چوری لگا دینا۔

حُسن آرا۔ بوائیں نے تو ہنسی ہنسی میں کہا تھا۔ آپس کی بے تکلفی میں ایسی بات بے ساختہ مُنہ سے نکل ہی جاتی ہے۔ اگر رات دن کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والوں سے ایسا تکلف کریں تو زندگی دشوار ہو جائے۔

محمُودہ۔ یہ تو کچھ ہنسی اور بے تکلفی کی بات نہیں بلکہ لڑائی اور بگاڑ کی بات ہے اگر ساتھ کے اُٹھنے بیٹھنے والوں میں ایسی باتوں کا لحاظ نہ رہے گا تو پھر عادت پڑ جائے گی اور شاید یہی سبب ہوا کہ آپ اُس دن دیانت کے ساتھ ایسی بے تکلفی کر بیٹھیں۔

حُسن آرا۔ بھلا میرا ہی قصور تھا یا زبیدہ کا بھی تھا کہ وہ زمین اور آسمان کے قلابے ملانے چلی تھی۔

محمُودہ۔ زبیدہ بیچاری کی تو کچھ بھی خطا وہ تو ایک واجبی بات کہہ رہی تھی۔

حُسن آرا۔ واجبی۔ اگر یہی واجبی ہے تو.....

محمُودہ۔ آپ نے ابھی کچھ پڑھا نہیں آپ کو دُنیا جہاں کی خبر ہو تو کیوں کر ہو۔ آپ کے نزدیک تو زبیدہ کی بات غیر واجبی ہونی ہی چاہیے۔ مگر جب زبیدہ کو آپ نے جھوٹی لپاٹن کہا نہیں معلوم مجھ کو کیا خطاب مِلے اس ڈر کے مارے کچھ کہہ نہیں سکتی۔

حُسن آرا۔ برائے خدا جو کچھ جی میں ہے کہہ ڈالیے۔

محمُودہ۔ کہہ ڈالوں پھر بُرا تو نہ مانئے گا۔

حُسن آرا۔ بے شک کہہ ڈالیے۔ میں ہرگز بُرا نہ مانوں گی۔

محمُودہ۔ بیگم صاحب امیر زادی ہونا اور بات ہے اور علم و عقل دوسری بات ہے آپ اتنا تو جانتی ہی نہیں کہ کوس کس جانور کا نام ہے۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ کیوں مَیں میں کوس کو خاصی طرح جانتی ہوں۔ بتا چلوں۔ قدم شریف ایک کوس ہمایوں کی بھول بھلیاں تین کوس۔ قطب صاحب سات کوس اور (آپ کبھی گئی ہیں) میرٹھ پچیس کوس۔ پانی پت چار منزل میں تو بڑی بڑی دُور ہو آئی ہوں۔

محمُودہ۔ درست تبھی قطب صاحب کی لاٹ کو آپ نے ہزاروں کوس کی لمبی بتایا۔

حُسن آرا۔ کیوں۔ ہزاروں کوس کی لمبی نہیں ہے۔ کبھی آپ نے نیچے کھڑے ہو کر بھی لاٹ کو دیکھا ہے۔ لقّا کبوتر کی طرح آدمی اُلٹا ہی تو گر پڑتا ہے۔ کبھی اوپر جانے کا اتفاق ہوا ہے اچھے مردوں کا دم ہی تو چڑھ جاتا ہے۔

محمُودہ۔ کیا ضرور ہے کہ اگر اوپر جانے میں اچھے مردوں کا دم چڑھ جائے تو لاٹ ہزاروں کوس لمبی ہو۔

حُسن آرا۔ مَیں تو اس سے قیاس کرتی ہوں کہ ضرور ہزاروں کوس کی لمبی ہو گی سُنا ہے کہ بعضے مردے پندرہ پندرہ بیس بیس کوس چل جانا کچھ بات نہیں سمجھتے اور لاٹ پر چڑھنے میں ہانپنے لگتے ہیں اور دم پھُول آتا ہے تو ضرور لاٹ کچھ بہت ہی اونچی ہو گی۔

محمُودہ۔ اس کا سبب میں آپ کو سمجھاؤں۔

زمین کی کشش

جتنی چیزیں ہیں سب کو زمین اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جو چیز اوپر کو پھینکتے ہیں۔ کچھ دور تو پھینکنے والے کے زور اور زبردستی سے اُوپر کو چلی جاتی ہے۔ پھر آخر زمین کی کشش اُس کو نیچے کھینچ لاتی ہے۔ پتھر کو اُوپر پھینکو اور دیکھتی رہو تو ایسا معلوم ہو گا کہ جُوں جُوں اُوپر کو جاتا ہے اس کی چال سُست اور دھیمی ہوتی جاتی

Marfat.com

ہے اور پھر جو الٹتا ہے تو تیر کی طرح زمین کی طرف دوڑتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ چیزیں زمین کی کشش کے مارے اوپر کو نہیں جانا چاہتیں اور جو جاتی بھی ہیں تو بڑی زبردستی اور مشکل سے اسی طرح جب آدمی لاٹ کے اُوپر جانے لگا تو اس کے بدن کا بوجھ اُس کو روکتا ہے اور یہ زبردستی اپنا تمام بوجھ اُچکا اُچکا کر اوپر کی طرف لیے چلا جاتا ہے۔ اسی واسطے اُوپر جانے میں بڑا زور پڑتا ہے اور آدمی جلدی تھک جاتا ہے۔ پھر جو نیچے اُترنے لگتا ہے تو دیکھو کیسے دھم دھم جلدی جلدی نیچے اُتر آتا ہے کیونکہ ایک تو خود اس کا اپنا زور دوسرے بدن کے بوجھ کا جھکاؤ دوہرا بل ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہی ہمارا بالاخانہ کچھ ایسا بہت اُونچا بھی نہیں اٹھارہ سیڑھیاں ہیں پھر بھی جس کو عادت نہیں اس کو چڑھنا کتنا مشکل پڑتا ہے۔ اماں جان جب کبھی ضرورتاً اوپر جاتی ہیں تو کوٹھے پر پہنچتے ہی دم لینے کو بیٹھ جاتی ہیں۔ مگر اُترنے میں ہرگز یہ دقت نہیں ہوتی۔ غرض لاٹ کے اُوپر جانے میں دَم کا چڑھ جانا اُس کی بلندی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

حسن آرا۔ خوب صاحب خوب! یہ تو آج میں نے بالکل ایک نئی بات سُنی کہ زمین چیزوں کو کھینچتی ہے۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ لڑکے جو کنکوے اڑاتے ہیں، یہ خود بخود زمین سے کیوں دُور ہو جاتے ہیں ایک مرتبہ ارجمند نے تکل کو ایسا بڑھایا تھا کہ آسمان سے ملا دیا تھا۔ کنکوا ہو یا تکل زمین کی کشش سب پر اثر کرتی ہے اور اگر پتنگ کو بڑھا کر رہنے دیا جائے تو گو ہوا کے جھکولوں سے دیر میں گرے مگر گرے گا ضرور۔

وزنِ مخصوص

اس میں بھید یہ ہے کہ کوئی چیز ہلکی ہے کوئی بھاری جتنی ہلکی چیزیں

Marfat.com

ہیں خود بخود اوپر آجاتی ہیں۔ مثلاً گلاس میں اوّل تیل ڈال دیجیے اُس کے اوپر پانی تو چونکہ تیل پانی کی نسبت ہلکا ہے خود بخود اُوپر آجائے گا۔ یا ایک تسلے میں جھاڑو کے تنکے رکھ کر اُس کو پانی سے بھر دیجیے آپ سے آپ اُوپر آجائیں گے اور اسی بنیاد پر دریاؤں میں کشتیاں اور جہاز چلتے ہیں۔ کیونکہ لکڑی پانی کی نسبت ہلکی ہوتی ہے۔ وہ اس کے نیچے بیٹھ نہیں سکتی بلکہ اُس کو پانی کے نیچے رہنے سے اتنی نفرت ہے کہ تھوڑا بوجھ بھی ہو تو وہ اس کو سہارے رہتی ہے۔

حُسن آرا۔ کشتیاں ڈوب بھی تو جاتی ہیں۔

محمُودہ۔ جب بے اندازہ بوجھ لاد دیتے ہیں۔ غرضیکہ کنکوا ایسے پتلے کاغذ کا بناتے ہیں کہ اگر بنا کر اس کو تولیں تو ایک یا دو ماشہ سے زیادہ نہ ہوگا مگر اس کو اتنا پھیلا دیتے ہیں کہ ڈاک کا کاغذ جس پر خط لکھتے ہیں آدھا دستہ یعنی بارہ تختے مشکل سے ایک تولہ کے ہوتے ہیں۔ پس ایک تختہ کاغذ نے گز بھر جگہ تو گھیر لی مگر اتنی جگہ میں جو ہوا بھری ہے اگر ایک تختے کے وزن کو تقسیم کر کے دیکھو تو سیر بھر ہوا پر کوئی مُشخاص کے دانہ سے بھی کم بوجھ ہوا۔ لیکن تختے کی گولی بنا کر کاغذ کا سارا بوجھ اکٹھا ہو گیا اور گولی کی کیا بساط اتنی جگہ میں ہوا کتنی اتنی اس سبب سے کنکوا اوپر آجاتا ہے اور اسی کے برابر گولی نیچے گرتی ہے۔ دانشمندوں نے زمین کی کشش پر جو بہت غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ فاصلے اور جسامت پر اس کا مدار ہے یعنی چیز جتنی ٹھوس ہوگی اسی پر کشش کا اثر زیادہ ہوگا۔ کوٹھے پر سے اگر ایک پتھر نیچے کو لڑکا دو تو جتنا وہ زمین کے قریب ہوتا جائے گا اُس کی رفتار تیز ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک پیسہ اور ایک پیسہ بھر کاغذ کی گولی باندھ کر ایک ساتھ دونوں کو اُوپر سے گراؤ تو ظاہر میں کاغذ کی گولی پیسے کی نسبت قد و قامت میں بڑی ہوگی

Marfat.com

مگر چونکہ ٹھوس نہیں ہے پیسہ پہلے ہی کرے گا۔ دھواں بھی اسی قاعدے کیمطابق ہمیشہ اُوپر کو جاتا ہے اسی واسطے کہ لکڑی وغیرہ کے اجزائے لطیف جو آگ کی گرمی کے اثر سے باہر نکلتے ہیں انہیں کا نام دھواں ہے اور چونکہ ہوا سے ہلکے ہوتے ہیں اس واسطے اُوپر کو چڑھتے ہیں۔

حُسن آرا۔ کیا ہی خوب بات آپ نے مجھ کو بتائی۔ مگر آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہوا کو بھی وزنی سمجھتے ہیں۔

محمُودہ۔ ضرور اور بے شک ہوا میں بھی بوجھ ہے۔

ہوا کا ادب

حُسن آرا۔ ہوا نگوڑی بالکل ہلکی پھلکی ہے۔ اس میں بوجھ کہاں سے آیا؟

محمُودہ۔ اس میں تو اتنا بوجھ ہے کہ تم سنو تو حیران ہو جاؤ۔ روپیہ بھر جگہ میں پانچ سیر سے کم ہوا کا بوجھ نہیں ہوتا۔ اس حساب سے تمہارے بدن پر کئی ہزار من بوجھ ہوگا۔

حُسن آرا۔ اے ہے نوج خدا نہ کرے کہ اتنا بوجھ ہو۔ میرا تو دب کر بھرکس ہو جائے۔

محمُودہ۔ یہ بات غلط نہیں ہے۔ عقلمندوں نے ہوا کو تولا ہے۔ اور تول کر دریافت کیا ہے۔

حُسن آرا۔ جو بات آپ کہتی ہیں ایسی ہی کہتی ہیں کہ کسی کی عقل میں نہ سما سکے۔

محمُودہ۔ البتہ بے علم لوگوں کی عقل میں یہ باتیں نہیں آسکتیں مگر یہ اُن کی عقل کا قصور ہے۔

حُسن آرا۔ بھلا ہوا بھی کسی کے تولے تولی جاتی ہے۔

محمُودہ۔ اُس کی تدبیر سُنیے کہ ایک خالی بوتل لی اور اُس کو تولا وُہ بوتل خالی تو ہے مگر پھر بھی اس میں ہوا ہے اس کو تولنے سے جو وزن ٹھہرا بہت تو اس میں

Marfat.com

بوتل کا ہے اور کچھ ہوا کا۔ پھر بوتل سے ہوا نکال کر تولا تو دیکھا کہ وزن گھٹ گیا۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟

حسن آرا۔ بوتل سے ہوا کیوں کر نکالی جائے۔

محمودہ۔ اس کی ایک کل ہے۔ یوں منہ سے چوس لی جائے تو بھی نکل سکتی ہے۔ یا ایک اور طریقہ بھی اس کے امتحان کا ہے کہ ربڑ کا پھکنا جس سے لڑکے کھیلا کرتے ہیں پہلے اس کو توس موس کر تول لیا اب تو اس میں ہوا نہیں پھر پھونک کر ہوا بھر دی جب خوب خوب تن گیا۔ تو سرا باندھ دیا اور پھر تولا ضرور تول میں کچھ فرق ہوگا۔ اور اچھا کانٹا ہوگا تو معلوم ہو جائے گا۔ جب چاہو آزما لو۔

حسن آرا۔ مگر جتنا بوجھ آپ بتاتی ہیں وہ تو بالکل خلافِ قیاس ہے۔

محمودہ۔ ہوا کا بوجھ جو ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا اس کا بھی سبب ہے وہ یہ کہ ہر جگہ اور ہر چیز میں ہوا ہے۔ اندر کی ہوا باہر کی ہوا کا روک کرتی ہے اگر باہر ہوا نہ ہو تو بدن پھٹ پڑے اور بعض دفعہ لوگ جو غباروں میں بہت اونچے چڑھ گئے ہیں ان کو بخوبی اس کا تجربہ ہوا ہے کیوں کہ زمین کے آس پاس جو ہوا ہے وہ بہت وزنی ہے اور جس قدر اوپر چڑھتے جاؤ گے ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ یہ بات میں تم کو ایک بہت موٹی مثال میں سمجھا دوں۔ اگر روٹی کا بڑا انبار لگا دیا جائے تو اوپر کی روٹی ضرور ہلکی ہوگی اور نیچے کی روٹی دب کر ٹھس ہو جائے گی۔ بعینہٖ یہی حال ہوا کا ہے ہم لوگ زمین پر رہتے ہیں جیسی ٹھس ہوا ہمارے اوپر اور آس پاس ہے ویسی ہی ہمارے بدن میں بھری ہوئی ہے۔ اور باہر کی ہوا کا دباؤ اور اندر کی ہوا کا زور برابر ہے۔ جب بہت اونچے جاؤ اور اندر وہی ٹھس ہوا ہے۔ مگر باہر کی ہوا ہلکی ہے جس کا دباؤ اندر

Marfat.com

کی ہوا کے زور کی نسبت بہت کم ہے۔ اسی وجہ سے بدن پھٹنے لگتا ہے۔ تاکہ تم اس بات کو بخوبی سمجھ لو۔ میں دو مثالیں اور بیان کرتی ہوں۔ یہ تو مانتی ہو کہ پانی وزنی چیز ہے۔ یا اس میں بھی کچھ کلام ہے۔

حُسن آرا۔ پانی کے وزنی ہونے میں کس کو کلام ہے۔ مجھ سے تو دھیلے والی ٹھلیا بھی نہ اُٹھائی جائے۔

محمُودہ۔ خیر کبھی حوض میں نہائی ہو۔

حُسن آرا۔ سینکڑوں دفعہ۔ ہمارے گھر خود زمان خانے میں بڑا لمبا چوڑا حوض ہے لوہے کا جال پڑا ہے رنگ برنگ کی مچھلیاں پلی ہے۔

محمُودہ۔ پانی کے اندر کچھ پانی کا بوجھ بدن پر معلوم ہوتا ہے؟

حُسن آرا۔ نہیں تو!

محمُودہ۔ کیا سبب؟

حُسن آرا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

محمُودہ۔ سبب یہی کہ اُوپر کا پانی داب کرتا ہے اور نیچے کا پانی اُوپر کو اُچھالتا ہے۔ اس واسطے کہ آدمی کا بدن پانی سے ہلکا ہے پس اوپر کا داب اور نیچے کا اُچھال برابر سرابر کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا اسی پر ہوا کو قیاس کر لو اور دُوسری مثال یہ ہے کہ آئینہ تو بڑی نازک چیز ہے۔ اُستانی جی کے سنگاردان کا آئینہ دیکھا ہے۔

حُسن آرا۔ وہی نہ جس کے بیچوں بیچ دراڑ پڑی ہے۔

محمُودہ۔ ہاں وہ دراڑ مجھ ہی سے پڑ گئی ہے۔ میں ایک دن سر میں کنگھی کر رہی تھی۔ بال کی لٹ جو اُلجھی میں جھٹک کر لگی سلجھانے۔ کنگھی ہاتھ سے چھوٹ تڑ سے آئینہ میں جا گری دیکھوں تو آئینہ میں بال آگیا خیر ہوئی کنگھی اور ڈھنی میں اٹک

Marfat.com

گئی تھی نہیں تو چکنا چور ہو جاتا اتنی ٹھیس میں تو بال آگیا اور بھلا اُسی آئینے پر تم کھڑی ہو جاؤ اور خیر نہ ہو۔

حُسن آرا۔ عجب ہے۔

محمُودہ۔ الماری کھول آئینہ نکال لائی اور برابر جگہ میں رکھ کر حُسن آرا سے کہا۔ کہ لو اس پر بسم اللہ کر کے دونوں پاؤں سے کھڑی ہو جاؤ۔

حُسن آرا۔ نہ بُوا کہیں ٹوٹ ٹاٹ جائے تو آئینہ کا آئینہ غارت ہو اور پاؤں میں کرچ لگ جائے تو اور آفت ہو۔

محمُودہ۔ احتیاط کی بات تو یہی ہے مگر اس وقت علم کا ایک مسئلہ حل ہوتا ہے لاؤ میں ہی سینگ کٹا بچھڑوں میں مِل جاؤں یہ کہہ کر بے تکلف آئینے پر جا کھڑی ہوئی اور آئینے پر ذرا آنچ نہ آئی۔ حُسن آرا تو دیکھ کر حیران رہ گئی اور بار بار آئینہ کو ہاتھ میں اُٹھا غور سے دیکھا کی۔

محمُودہ۔ خوب دیکھ لیجیے ٹوٹنا کیسا بال تک بھی نہیں آیا اور کیوں آنے لگا تھا جب اوپر سے میرا بوجھ ویسا ہی نیچے سے زمین کا سہار آئینے پر گزند کیا تھا۔

حُسن آرا۔ اَب تو مجھ کو بھی یہ بات سچ معلوم ہوتی ہے کہ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

کشش اتصال

محمُودہ۔ زمین پر کیا منحصر ہے کل چیزیں ایک دوسری کو کھینچتی ہیں۔

حُسن آرا۔ زمین کا کھینچنا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز پھینکو زمین پر گرتی ہے۔ مگر یہ کیوں کر دریافت ہوا کہ کل چیزیں ایک دوسرے کو کھینچتی ہیں۔

محمُودہ۔ کئی باتوں سے اس سے شناخت ہوتی ہے اوّل تو یہ کہ پانی میں انگلی ڈبوؤ

Marfat.com

تو پانی کی بوند سرے پر لٹکتی رہتی ہے۔ اگر انگلی کی کشش نہیں ہے تو بوند گر کیوں نہیں پڑتی۔ اس کے سوائے ایک اولا تھوڑے پانی میں ڈالیے تو دیکھئے گا کہ پانی الٹا کیوں چڑھتا ہے۔ ایک بات اور بتاؤں کہ کوٹھے پر چلیے لمورییں کچے سوت کا ایک باریک سادھا گا لٹکاؤں اور اس کو تلے رہوں۔ چاہیے کہ سیدھا رہے۔ مگر دیوار کی کشش سے ضرور بیچ میں لچکا ہوا معلوم ہوگا۔ غرض کہ کشش کی قوت خدا تعالےٰ نے ہر چیز میں پیدا کی ہے۔ اور اس خاصیت پر غور کرتے کرتے دانشمندان فرنگ نے ہزاروں باتیں ایسی عجیب عجیب نکالیں کہ جن کے پڑھنے سے عقل کو تیزی اور دل کو خوشی ہوتی ہے۔

حُسن آرا۔ بھلا اگر سب چیزیں ایک دوسرے کو کھینچ رہی ہیں تو سب مل جل کر ایک ڈھیر کیوں نہیں بن جاتیں۔

محمُودہ۔ کھینچ تو رہی ہیں مگر وہ کشش زور کی نہیں ہے۔ جیسی کہ مقناطیس میں ہوتی ہے۔

مقناطیس

حُسن آرا۔ مقناطیس کیا؟

محمُودہ۔ کیا تم مقناطیس بھی نہیں جانتیں۔ مقناطیس ایک قسم کا لوہا ہے۔ بعض لوگ غلطی سے اس کو پتھر جانتے ہیں اور چمبک پتھر کہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اس لوہے میں یہ خاصہ رکھا ہے کہ وہ دوسرے لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس سے بڑھ کر ایک اور عمدہ اور مفید خاصیت اس میں یہ ہے کہ اگر مقناطیسی لوہے کی سوئی بنائی جائے تو ایک سرا اس سوئی کا ہمیشہ اُتر کو رہے گا اور

Marfat.com

دوسرا دکھن کو۔

حُسن آرا۔ یہ سب باتیں آپ سنی ہوئی کہتی ہیں یا دیکھی ہوئی۔

محمُودہ۔ اپنی آنکھوں دیکھی ہوئی اور اپنے ہاتھوں آزمائی ہوئی۔ بوا آمنہ وہ تمہاری لوہے کی مچھلی کہاں ہے جو پانی میں تیرتی ہے اور بچّہ کو لینے دوڑتی ہے۔

آمنہ۔ ہے تو سہی میرے جزدان میں ہے نکال لاؤں؟ آمنہ دوڑی دوڑی جاوہ مچھلی اور بچہ نکال لائی اور محمودہ نے مچھلی حسن آرا کے ہاتھ میں دی کہ آپ اس کو بخوبی غور سے دیکھ لیجیے نہ کہیں تار ہے نہ کوئی کل لگی ہے۔ حُسن آرا نے مچھلی کو اُوپر تلے سے خوب دیکھا پھر آمنہ نے کہا کہ اب مچھلی کو الگ رکھ دو تو لو اس کے بچے کو دیکھو۔

حُسن آرا۔ اچھی مچھلی کو الگ کیوں رکھ دُوں؟

آمنہ۔ بوا بچّہ ماں کو دیکھے گا تو پیار کے مارے ماں سے لپٹ جائے گا۔ اور پھر چھڑانا چاہو گی تو رونے لگے گا۔

محمُودہ۔ اچھا آمنہ ان کو اس کے تیرنے کی سیر تو دکھاؤ۔ آمنہ چینی کے ایک پیالے میں پانی بھر لائی اور مچھلی کو پانی میں چھوڑ دیا۔ وہ مزے سے تیرنے لگی جب اس کا بچہ دکھاتی وہ اس کی طرف دوڑتی۔ حُسن آرا کی عقل دنگ تھی۔ کہ کیا ماجرا ہے اور بار بار پوچھتی اچھی اس میں کیا ہے۔

محمُودہ۔ کچھ بھی نہیں مچھلی لوہے اور بچّہ مقناطیس کا ہے جب بچے کو پاس لاتے دوڑی آتی۔ ابھی دونوں کو ملا دو۔ ایک دوسرے کو چمٹ جائیں گے۔

حُسن آرا۔ یہ تو بڑے اچنبھے کی چیز ہے۔

محمُودہ۔ اَب دوسرا اچنبھا دیکھئے۔ ہاجرہ! دیکھنا بواء وہ کھونٹی میں سامنے اُستانی جی کی تسبیح لٹک رہی ہے۔ اچھی ذرا تمہارا ہاتھ لمبا ہے اُتار لینا۔ ہاجرہ تسبیح

Marfat.com

اتار لائی امام کے ساتھ ایک چھوٹا سا کیری کا عطردان تھا۔ اُسی میں قبلہ نما لگا تھا۔ محمودہ نے ڈبیہ کھول حُسن آرا کو دکھایا کہ دیکھیے لال مُرغ دیکھتی ہیں۔ اس کا یہ خاصہ ہے کہ پچھم کو مُنہ اور پورب کو دم اور داہنا بازو اُتر کو اور بایاں لوکھن کو رہتا ہے۔ جب جانیں اس کا رُخ پھیر دیجیے۔ حُسن آرا نے بہتیرا ڈبیا کو گھمایا الٹا سیدھا کیا اصیل مُرغے کی ایک ٹانگ جب ذرا ڈیا سیدھی ہوئی مُرغا جھٹ پچھم کو مُنہ پھیر کھڑا ہو گیا۔

حُسن آرا۔ اے ہے کم بخت کیسا ضدی مُرغا ہے کسی ڈھب مانتا ہی نہیں موئے کے حلق پہ چھُری پھیر دو۔ کیوں بوا محمودہ بیگم آخر یہ سب کھلونے ہی ہیں۔

محمُودہ۔ وہ مچھلی تو کھلونا ہے۔ مگر قبلہ نما کھلونا نہیں ہے۔ بڑے کام کی چیز ہے جنگل ہو نئی جگہ ہو۔ رات ہو برسات ہو اس کے ذریعہ سے سمت معلوم ہو جاتی ہے سمندر میں جب جہاز چلتے ہیں تو چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ نہ سڑک ہے نہ راہ نہ کوئی درخت نہ پہاڑ کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ کدھر جاتے ہیں۔ کہاں ہیں۔ تو اگلے زمانہ میں ناخدا ستاروں کی شناخت سے کام نکالتے تھے لیکن کبھی رات کو بادل ہوا تو تارے نظر نہ آتے بڑی دقّت ہوتی تھی۔ جہاز سینکڑوں کوس کہیں سے کہیں چلے جاتے تھے۔ اور آخر تباہ ہو جاتے تھے۔ جب سے مقناطیس کا خاصہ دریافت ہوا بڑا اطمینان ہو گیا ہے۔ ہے تو ذرا سی سوئی مگر لاکھوں روپے کا کام دیتی ہے۔ کروڑوں روپے مال تجارت جو سمندر کی راہ انگریزوں کی ولایت سے آتا جاتا ہے۔ اسی سوئی کی بدولت ڈوبنے سے بچتا اور لاکھوں آدمی جو سمندر پہ سفر کرتے ہیں بے خوف و خطر آتے جاتے ہیں۔ ہاں تو زمین کا چیزوں کو کھینچنا یا چیزوں کا آپس میں ایک دوسرے کو کھینچنا ایسے زور سے نہیں ہوتا جیسے مقناطیس

Marfat.com

لوہے کو کھینچتا ہے۔

زمین گول ہے اور آفتاب کے گرد گھومتی ہے

مگر کیا خدا کی قدرت ہے کہ اسی کی کشش کی وجہ سے زمین گیند کی طرح لڑھکنیاں کھاتی ہوئی آفتاب کے گرد چکر لگا رہی ہے۔

حُسن آرا۔ زمین گیند کی طرح لڑھکنیاں کھاتی ہوئی اور آفتاب کے گرد چکر لگا رہی ہے؟

محمُودہ۔ جی ہاں گیند کی طرح لڑھکنیاں کھاتی ہوئی اور آفتاب کے گرد چکر لگا رہی ہے۔

حُسن آرا۔ تم تو غضب ڈھانے اور دُنیا جہاں کو اندھا بنانے لگیں۔

محمُودہ۔ کیوں! کیا کچھ غلط کہتی ہوں۔

حُسن آرا۔ اَب کہوں گی تو بُرا مانو گی ایک زبان کا ڈنڈا خدا نے حوالے کر دیا ہے۔ چاہو زمین کو گیند بناؤ۔ لڑھکاؤ۔ جو چاہو سو کرو۔ اور جو کہیں سچ مچ زمین گیند بن کر لڑھکنے لگے تو ایک ہی پلٹے میں بیوی صاحب کا جھوٹ سچ سب نکل جائے۔

محمُودہ۔ بھلا زمین کا گول ہونا اور لڑھکنا اور آفتاب کے گرد چکر کھانا ثابت ہو جائے تب تو مانیے گا۔

حُسن آرا۔ میں تو کچھ باؤلی نہیں ہوئی تمام زمانہ اس کا قائل ہو جائے تو بندی ماننے والی نہیں مجھ سے تو آنکھوں پر ٹھیکری نہیں رکھی جاتی صریحاً دیکھ

Marfat.com

رہی کہ اچھی خاصی طرح زمین چوڑی چکلی نظر آرہی ہے۔ پھر ناحق گول کیوں سمجھ لوں۔

محمودہ۔ پس اسی واسطے آپ زمین کو گول نہیں سمجھتیں نہ کہ آنکھ سے چوڑی چکلی نظر آرہی ہے۔

حسن آرا۔ دنیا میں آنکھوں دیکھی بات کا سب سے بڑھ کر اعتبار ہے مگر آپ اس کو بھی جھٹلا دیجیے۔ دو چار باتوں میں جو آپ نے مجھ کو قائل کر دیا تو کیا مجھ کو ایسا بے وقوف بنا لیا ہے کہ اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھ سکتی۔

محمودہ۔ بھلا اگر آنکھ غلطی کرتی ہو۔

حسن آرا۔ میری یا سب کی۔

محمودہ۔ سب کی۔

حسن آرا۔ ہاں تو مجھ کو اس سرمہ کا نسخہ معلوم نہیں کہ لگاتے ہی زمین گول نظر آنے لگے۔

محمودہ۔ وہ نسخہ میں آپ کو بتاؤں گی۔ بوا زبیدہ ذرا وہ خوردبین شیشہ تو استانی جی سے میرا نام لے کر مانگ لاؤ۔ دیکھنا ذرا سنبھال کر لانا۔

خوردبین

زبیدہ خوردبین لے آئی۔

محمودہ۔ لیجیے ذرا اس شیشے کو تو دیکھیے۔

حسن آرا۔ یہی شیشہ ہے جس میں زمین گول دکھائی دیتی ہے۔

محمودہ۔ نہیں زمین تو گول نہیں دکھائی دیتی مگر اور بہت سے تماشے نظر آتے ہیں۔ حسن آرا نے دیکھا تو بولی اے ہے یہ سر کے بال ایسے لاڈ کی برابر

Marfat.com

موٹے اچھی دیکھنا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بال بیچ میں نے کی طرح کھوکھلا کھوکھلا ہے۔

محمودہ۔ ہاں میں نے دیکھا ہے۔ اندر سے بال کھوکھلا ہوتا ہے۔

حسن آرا۔ یہ لو اور سیر دیکھو بدن کے رونگٹے رونگٹے میں چھید، مکھی کو تو دیکھو ہزاروں لاکھوں آنکھوں اور پروں میں اتنے رنگ۔ افو ہوا میں اتنے بھنگے اللہ اکبر پانی میں یہ بلا کے کیڑے شیشہ تو عجب طلسمات کا شیشہ ہے۔

محمودہ۔ اسی شیشہ سے تو آنکھ کی کوتاہی ثابت ہوتی ہے۔

حسن آرا۔ آنکھ کی کوتاہی کیا ثابت ہوتی ہے۔ خدا جانے اس میں کیا بلا بھری ہے کچھ جادو کا شیشہ معلوم ہوتا ہے ایک سفید شیشے کا سہ پہل ٹکڑا میرے پاس بھی ہے اس میں اور ہی خواص ہیں جس چیز کو دیکھو ہے تو سفید مگر اس میں دیکھنے سے گوٹ کی طرح نیلی ہری لال دھاریاں نظر آتی ہیں۔

محمودہ۔ وہ تمہارا سہ پہل شیشہ بھی سچا ہے ایک کتاب میں میں نے رنگوں کا تھوڑا سا بیان پڑھا ہے۔

رنگ

اس میں لکھا ہے کہ دنیا میں بہت سے رنگ ہیں مگر اصلی رنگ تین ہیں۔ زرد۔ سیاہ۔ سرخ اور باقی سب رنگ انہیں رنگوں سے بنتے ہیں۔ اور لوگ خیال کرتے ہیں کہ کوئی رنگ نہ ہو تو سفید کہا جاتا ہے لیکن عقلمندوں نے جو چھان بین کی تو یہ دریافت ہوا کہ سب رنگ مل کر سفید ہوتا ہے اور اگرچہ اس بات کی دلیلیں ہیں مگر سہ پہل شیشے میں آنکھوں سے دیکھ لیا برسات میں جو ایک رنگین کمان آسمان میں نکلا کرتی ہے۔ اس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ ہوا میں جو

Marfat.com

پانی کی بہت ننھی ننھی بوندیں رہ جاتی ہیں. جب آفتاب سامنے آیا اس کی شعاع بوندوں میں رنگین نظر آنے لگی۔ ایک مرتبہ میں سر دھو کر اُٹھی بال نم تھے مَیں نے ہاتھ سے جھٹکے بوندیں جو اڑیں تو عجیب عجیب رنگ دکھائی دینے لگے ہیں اس تماشے میں ایسی محو ہوئی کہ جب تک بالوں میں ذرا نمی رہی میں بالوں کو برابر جھٹکتی رہی۔ کہیں اُستانی جی کی نظر جو پڑ گئی بولیں اے محمودہ آج کیا ہے کہ برابر نگوڑے بالوں کو جھٹکے جاتی ہو جو روکھے بال ہیں نوکیں ٹوٹ جائیں گی. تب میں نے اُستانی جی سے بیان کیا کہ مَیں یہ نئی سیر دیکھ رہی ہوں۔ اس کا سبب کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اُستانی جی نے الماری میں سے ایک کتاب نکال مجھ کو رنگوں کا بیان دکھا دیا کہ اس کو پڑھ لو اور جہاں سمجھ میں نہ آئے پوچھ لو۔

حُسن آرا۔ کیا بتاؤں میری تو سدھ بدھ یہاں آکر کچھ جاتی سی رہی جو بات سنتی ہُوں مجھ کو اچنبھا ہوتا ہے اور اپنے جی ہی جی میں کہتی ہوں کہ مَیں نے دُنیا میں آکر کیا دیکھا ہے اور کیا سیکھا خیر زمین گول ہونا تو ثابت کیجیے وُہ بات ہی رہی جانی ہے۔

محمُودہ۔ ہاں خوردبین سے ہم کو اپنی نظر کا نقصان معلوم ہوتا ہے۔ دو باتیں مَیں اور بھی کہوں گی۔ ایک یہ کہ تم تو اپنے تئیں بڑی جہانیاں جہاں گشت جانتی ہو۔ سلطان جی قطب صاحب میرٹھ پانی پت نہیں معلوم کہاں کہاں کہتی تھیں کہ گئی ہوں۔

حُسن آرا۔ ہاں خدا رکھے جہانیاں جہاں گشت تو ہوں تھوڑا ملک میں نے دیکھا ہے باہر میدان میں صاف نظر آتا تھا کہ تھوڑی دُور چل کر زمین آسمان کے کنارے سے مل گئی ہے۔ مجھ کو کیا سب کو ایسا ہی دکھائی دیا کہ آسمان سرپوش کی طرح زمین پر ڈھکا ہُوا ہے میں تو جانتی ہوں کہ کوئی شہر میرے

Marfat.com

دیکھنے سے نہیں چھوٹا۔

محمودہ۔ کیوں جھوٹ بولتی ہو بھلا۔ جھجھر اپنی سسرال گئی ہو۔

حسن آرا نے جھجھر کا نام سن کر آنکھیں نیچی کر لیں اور بولیں کہ نگوڑے گاڑی نہ جاڑے میں دھوپ نہ گرمی میں چھاؤں کا کیا نام لینا تھا۔ نوج میں وہاں کیوں جانے لگی۔

محمودہ۔ بھلا تم پانی پت میرٹھ کس سواری میں گئی ہو؟

حسن آرا۔ پالکی گاڑی کی ڈاک تھی۔

محمودہ۔ راہ میں تم نے اِدھر اُدھر تو ضرور دیکھا ہوگا۔

حسن آرا۔ دیکھتی تو سہی مگر ذرا کی ذرا پیک تھوکنے کو منہ نکالا تھا۔ دیکھتی کیا ہوں کہ سر سر زمین پاؤں کے تلے نکلی چلی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ کو ایک چکر سا آنے لگا۔ جھٹ میں نے منہ اندر کر لیا۔

متحرک چیزوں میں آنکھ کا غلطی کرنا

محمودہ۔ یاد رکھیے کہ یہ آنکھ کی دوسری غلطی ہے۔ چلے تو گاڑی اور نظر آئے کہ زمین چل رہی ہے۔ بھلا دوسری بات اور پوچھوں کہ پھٹے ہوئے بادل میں چاند کو بھی بھاگتے ہوئے دیکھا ہے؟

سینکڑوں دفعہ۔ ہم تو ہمیشہ چاندنی رات میں چندا ماموں سے کھیلا کرتے ہیں۔

محمودہ۔ کیا تم سمجھتی کہ چاند اتنی جلدی بھاگتا ہے؟

حسن آرا۔ اور کیا۔

محمودہ۔ بھلا جب بادل نہیں ہوتا تب چاند اس طرح بھاگتا ہوا کیوں نہیں

Marfat.com

نظر آتا۔ اگر حقیقت میں چاند چلتا ہو تو کھلی راتوں میں اُس کا چلنا اور بھی صاف دکھائی دیتا۔

حُسن آرا۔ کچھ سبب سمجھ میں نہیں آتا۔

محمُودہ۔ میں بتا دوں کہ یہ بھی آنکھ کی ایک غلطی ہے۔ ہوا بادل کو اڑائے لیے جاتی ہے اور بادل چل رہا ہے۔ ہم کو ایسا نظر آتا ہے گویا چاند بھاگ رہا ہے۔

زمین کے گول ہونے کی دلیل

حُسن آرا۔ بھلا ان باتوں سے زمین کا گول ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

محمُودہ۔ ابھی نہیں ذرا صبر کرو ایک بات اور بتا دُں کہ جب تم قطب صاحب گئی تھیں تو لاٹ تم کو کتنی دُور سے نظر آنی شروع ہوئی تھی۔

حُسن آرا۔ اجی پرانی دہلی کے باہر نکلو اور لاٹ نظر آنے لگتی ہے۔ اور اگر درختوں اور مکانوں کی آڑ نہ ہو تو لاٹ اللہ اکبر اتنی اونچی ہے کہ شاید اس کی چوٹی یہاں سے بھی دکھائی دے تو کچھ اچنبھا نہیں۔

محمُودہ۔ صرف چوٹی۔

حُسن آرا۔ اور کیا ایسا آپ چاہتی ہیں۔ کہ گھر بیٹھے ساری لاٹ دیکھ لوں۔

محمُودہ۔ نہ دیکھ لینے کا سبب۔

حُسن آرا۔ سبب یہی دوری اور کیا؟

محمُودہ۔ دُوری کی وجہ سے لاٹ بلا سے چھوٹی دکھائی دے مگر ساری دکھائی تو دے اس کا کیا سبب ہے کہ پہلے صرف چوٹی دکھائی دیتی ہے اس کا نیچے کا دھڑ کہاں غائب ہو جاتا ہے۔

حُسن آرا۔ کچھ کسی چیز درخت وغیرہ کی آڑ پڑتی ہو گی۔

Marfat.com

محمودہ۔ آڑ تو پڑتی ہے مگر درخت کی آڑ ہوتی تو درخت تو نظر آتا۔ میں بھی تو قطب صاحب چھ سات مرتبے سے کم نہیں گئی ہمایوں کے مقبرے سے آگے اچھا خاصہ کف دست میدان پڑا ہے اور ناک کی سیدھ علین لاٹ کی جڑ میں سڑک لگی ہے اور لاٹ پر کیا موقوف ہے یوں سڑک پر دُور کے بہت سے درخت صاف سامنے نظر آتے ہیں۔ جن کے بیچ میں کچھ بھی آڑ نہیں مگر پھر بھی پہلے وہی اُوپر کی ٹہنیاں نظر آتی ہیں اور جوں جوں پاس جاؤ رفتہ رفتہ نگاہ نیچے تک پہنچتی جاتی ہے یہاں تک کہ سارا درخت چوٹی سے جڑ تک نظر آنے لگتا ہے۔ حُسن آرا محمودہ کا یہ اعتراض سُن کر بغلیں جھانکنے لگی۔

محمُودہ۔ اس کا سبب میں عرض کر دوں۔

حُسن آرا۔ فرمایئے۔

محمُودہ۔ وہی زمین کی گولائی کی آڑ۔ یہ کہہ کر محمُودہ نے حُسن آرا کو پانی کے مٹکے کے پاس لے جا گولائی کا آڑ کرنا اور لوگوں کا زمین کے گرد اگرد گھوم آنا بخوبی سمجھا دیا۔

حُسن آرا۔ زمین کے گول ہونے کی یہی ایک دلیل ہے۔

محمُودہ۔ نہیں اور بہت دلیلیں ہیں لیکن ابھی آپ کو ان کا سمجھنا مشکل ہے مگر جب آپ کی معلومات زیادہ ہو جائے گی تو میں زمین کے گول ہونے کی سب دلیلیں ضرور آپ سے بیان کروں گی۔

حُسن آرا۔ اچھا اگر زمین گول ہے تو ہم لوگ اس پر سے پھسل کیوں نہیں پڑتے۔

محمُودہ۔ گول تو ضرور ہے مگر ذرا اس کو بھی سمجھ لیجیے کہ گول چیز جس قدر چھوٹی اُسی قدر اُس میں گولائی زیادہ۔ مثلاً رائی کا دانہ۔ چنے کا دانہ۔ بیر۔ آڑو۔ انڈا آب خورہ۔ ٹھیلیا۔ مٹکا۔ گنبد گول تو سب ہیں مگر چھوٹی چیز کی گولائی فوراً

Marfat.com

ظاہر ہو جاتی ہے۔ بیر میں سے ناخن برابر چھلکا بھی لو تو گول ہو گا اور بڑے مٹکے میں سے آپ کے ایک بالشت برابر ٹھیکرا توڑ لیا جائے تو سپاٹ کھپرا معلوم ہو گا۔ بھلا ایک اچھا گول بیر، انڈے پر رکھنا چاہو تو لاکھ حکمت کرو ہاتھ ہٹایا اور گرا لیکن مٹکے پر جس جگہ چاہو دس پندرہ بیر رکھ دو۔ جب مٹکے کا یہ حال ہے تو گنبد کا اس سے زیادہ اور زمین تو ان مٹکوں اور گنبدوں کے آگے خدا جانے کے کروڑ کے لاکھ دفعہ بڑی ہے۔ اور جب کشش زمین ہم کو تھام رہی ہے۔ تو ہم گر جائیں تو کہاں جائیں۔ زمین کی بڑائی کی اٹکل کرا دینا آسان نہیں ہے۔ مگر یوں سمجھئے کہ یہ ہمارے گھر کی انگنائی آپ دیکھتی ہیں کیسی لمبی چوڑی ہے۔

حُسن آرا۔ انگنائی ہے کہ شیطان کی آنت ہے۔ کم بخت اس سرے سے اُس سرے تک جاؤں تو ٹانگیں ٹوٹ پڑیں۔ بھلا اتنا میدان کیوں چھوڑ رکھا ہو گا صحن کیا ہے جنگل معلوم ہوتا ہے۔

محمُودہ۔ بیچ میں بارہ دری بننے والی ہے۔ اُسی کی جگہ چھوڑی ہوئی ہے بھلا خیر اس دالان سے ڈیوڑھی تک کتنا فاصلہ ہو گا؟

حُسن آرا۔ مجھ کو نہیں معلوم۔

محمُودہ۔ اٹکل سے۔

حُسن آرا۔ کوئی بیس اور بیس اور بیس اسے ہے خدا جانے کے بیسی گز ہو گا۔

محمُودہ۔ پورا پچاس گز ہے۔

حُسن آرا۔ پچاس گز کتنے ہوتے ہیں؟

محمُودہ۔ بیسں ۲ اور بیسں ۲ اور دس۔

حُسن آرا۔ اُف و بڑا لمبا صحن ہے۔

Marfat.com

محمودہ۔ بھلا کتنے پھیرے آپ صحن کے اِس سرے سے اس سرے تک کر سکتی ہیں۔
حسن آرا۔ کتنے پھیرے۔ اجی ایک بھی ہو جائے تو بہت ہے۔
محمودہ۔ بس اتنا ہی زور ہے۔
حسن آرا۔ ہاں میری ٹانگوں میں تو اتنا ہی بوتا ہے کچھ خدا نہ کرے میں کہاری تھوڑی ہی ہوں میں تو خاصی امیرزادی ہوں اور امیرزادیاں بس اپنے پاؤں سے اتنا ہی چلا کرتی ہیں۔ جس دن اُستانی جی عین سامنے بیٹھی ہوتی ہیں لحاظ کے مارے چبوترے کے پاس دایہ کی گود سے اُتر پڑتی ہوں مگر دالان تک پہنچتے پہنچتے دم ہی تو چڑھ جاتا ہے اور کبھی اُستانی جی سامنے نہیں ہوتیں یا نیچی آنکھ کیے ہوئے کسی کو پڑھاتی ہوتی ہیں تو میں دایہ کو بیچ دالان اپنی جگہ پہ لا کر چھوڑتی ہوں۔
محمودہ۔ اگر اپاہج ہونا بھی امیری کا ہُنر تو شاباش آپ بڑا اچھا کام کرتی ہیں۔ مگر میں انشاء اللہ ایک دَم سے سو پھیرے کر جاؤں اور نہ دم چڑھے اور نہ ٹانگیں دُکھیں۔
حسن آرا۔ مُنہ سے یا ٹانگوں سے؟
محمودہ۔ اجی انہیں ٹانگوں سے اور آپ کو یقین نہ ہو تو چلیے! اُستانی جی سے پوچھوا دُوں۔

جسمانی ریاضت اور ایام غدر کی ایک حکایت میں اُس کے فائدوں کا بیان

اُستانی جی کا تو باروں مہینے کا معمول ہے کہ کوئی چار گھڑی رات رہے اُٹھیں

Marfat.com

تہجد کی نماز پڑھی اس میں کوئی دو گھڑی کا تڑکا ہو آیا۔ اس وقت سے برابر اسی صحن میں ٹہلا کرتی ہیں اور منزل پڑھتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ جھٹپٹا ہونے آیا۔ نماز پڑھی معمولی وظیفہ کبھی پڑھ چکتی ہیں کبھی پڑھتی ہوتی ہیں کہ میں جاگتی ہوں۔ پچھلی گرمیوں میں ایک رات یُوں ہی میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو اُستانی جی ٹہل رہی ہیں۔ میرا جگ اُٹھنا جو اُن کو معلوم ہو گیا تو کہا محمودہ اب سویرا ہے۔ مت سوؤ طبیعت خراب ہو جائے گی۔ آؤ دیکھو تو آخر شب چاندنی میں کیا لُطف ہے۔ ستارے اس طرح ٹمٹما رہے ہیں کہ گویا رات بھر کے جاگے ہیں اور اب صبح ہوتے اونگھتے ہیں۔ کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے کہ طبیعت باغ باغ ہوتی جاتی ہے۔ پھُول جو کھلے ہیں تو بھینی بھینی خوشبو آ رہی ہے جانور میٹھی میٹھی آوازوں میں خدا کی حمد گا رہے ہیں۔ نورِ ظہور کی گھڑی اور برکت کا وقت ہے پورب کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھو کہ صبح کا نور کیسا دل کو لبھاتا ہے جھٹ پٹ اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ مُنہ دھو اُستانی جی کے ساتھ ٹہلنے لگی۔ میں نے اس دن خوب دھیان لگا کر گنا تھا تو کوئی اسی یا تم یوں سمجھو۔ کہ چار بیسی پھیرے انگنائی میں ہو گئے تھے میں نے اُستانی جی سے پوچھا کہ آپ اس قدر سویرے اُٹھ کر کیوں ٹہلا کرتی ہیں تو فرمایا کہ دن رات میں اس سے بہتر فرحت کا کوئی وقت نہیں اور ٹہلنے سے میرا اصلی مطلب یہ ہے کہ انسان کا حفظِ صحت کے لیے تھوڑی بہت بدنی محنت اور جسمانی ریاضت بھی چاہیے۔ تم دیکھتی ہو کہ خدا کے فضل سے میں کمتر بیمار پڑتی ہوں۔ اس کا ظاہری سامان میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ ہر روز اتنا ٹہل لیتی ہوں کہ خاصی طرح بدن میں عرق آجاتا ہے۔ اور ایک مرتبہ اس عادت کا ایک خاص فائدہ بھی میں دیکھ چکی ہوں۔ غدر میں جب سارا شہر بھاگ نکلا تھا ہم اس اُمید پر

Marfat.com

پڑے رہ گئے تھے کہ ابّا جان جس رئیس کے نوکر ہیں۔ وہ سرکار کا بڑا خیر خواہ تھا۔ خود اس کے اپنے بیٹے اور پوتے سرکاری فوج کے ساتھ لڑائی پر تھے۔ رئیس کی معرفت ابّا جان نے سرکار سے یہ اقرار کرا لیا تھا کہ جب دہلی فتح ہو تو سرکاری فوج کا کوئی آدمی ہم لوگوں کو نہ ستائے جب شہر میں بھاگڑ مچی محلّے والوں نے بہتیرا ہم لوگوں سے کہا کہ شہر میں رہ کر کیوں مُفت میں جان گنواتے ہو مگر ہم لوگ اس وعدے کے آسرے پہ گھر سے نہ نکلے لوگوں سے تو ڈر کے مارے یہ حال ظاہر نہ کیا مگر جی ہی میں دُعائیں مانگ رہے تھے کہ کس دن دہلی فتح ہو اور ہم لوگ آرام سے بیٹھیں خدا کا کرنا جس دن دہلی پر پہلا دھاوا ہوا ہے، خدا دشمن کو بھی وہ دن نہ دکھاوے ایک قیامت برپا تھی۔ دن بھر گولیوں کا مینہ برستا رہا اور گولے خدا کی پناہ کان بہرے ہوہو جاتے تھے۔ زمین دہل دہل پڑتی تھی۔ شام ہونے آئی تو نہر کے پرلے پار تک انگریز آ گئے تھے اور عین ہماری اُس دیوار کے نیچے گلی کے نکڑ پر موئے تلنگوں نے توپ لگا رکھی تھی۔ کس کو اُمید تھی کہ زندوں کو صبح ہو گی۔ جان سے ہاتھ دھو کر تہ خانوں میں چُپ بیٹھے اللہ اللہ کر رہے تھے کس کا کھانا اور کس کا پکانا ایک ایک کا مُنہ تکتا تھا۔ کوئی پہر رات گئے کسی مردوے کی آواز آئی۔ ابّا جان کا نام لے لے کر پکارتا تھا۔ ڈر کے مارے جواب کون دے۔ آخر میں نے بھائی جان سے کہا خدا کے لیے انگنائی میں نکل کر خبر تو لو کون وقت سہا۔ یہ آدھی رات پر چلّا رہا ہے۔ شاید سرکاری فوج کا کوئی آدمی ہو اور ہماری حفاظت کے لیے آیا ہو۔ غرض بھائی جان باہر نکلے اور کوٹھے پر چڑھ کر آواز کی آہٹ لی اُس وقت لڑائی بھی بند تھی وہ مردوا سڑک میں تھا۔ بھائی جان نے اُس کو کوٹھے کے نیچے بلایا اور حال پوچھا اُس نے کہا کہ مجھ کو کپتان صاحب نے بھیجا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہم نے ہر چند چاہا کہ آپ کے مکان کی حفاظت ہو۔ مگر کوئی

Marfat.com

تدبیر بن نہیں پڑتی۔ باغیوں نے شہر خالی نہیں کیا نہر کے ادھر وہ لوگ ہیں اور نہر تک ہماری عملداری ہے۔ رات کے دو بجے ہم لوگ باغیوں پر حملہ کریں گے۔ آپ کا مکان مین زد میں ہے۔ حملے کے وقت سے پہلے پہلے تم لوگ اپنی جانیں لے کر نکل جاؤ جب سلطنت بیٹھے گی دیکھا جائے گا۔ اس خبر کے سنتے ہی سب کو سناٹا ہو گیا۔ کسی نے کہا جہاں پڑے ہو پڑے رہو۔ آخر یوں بھی مرنا دوں بھی مرنا بے فائدہ عورتوں کو بازار میں لیے لیے پھرنا کیا حاصل۔ ایک آدھ احمق یہ بھی کہنے لگے کہ آؤ عورتوں پر ہم ہی ہاتھ صاف کریں۔ پھر جیسا ہو گا دیکھا جائے گا۔

غرض جتنے مُنہ اُتنی باتیں۔ اس گفت و شنید میں آدھی رات گزری۔ بھائی جان نے دیکھا کہ وقت نکلا جاتا ہے اور لڑائی شروع ہونے میں کچھ دیر نہیں تب تو وہ ذرا کڑے ہو کر بولے کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اور نرے نامردی کے خیالات ہیں۔ جان کا بچانا فرض ہے جہاں تک ہو سکے بھاگنا چاہیے اور یوں فضا کا تو کچھ علاج نہیں یہ کہہ کر مجھ سے کہا اُٹھ لڑکی تو چل یہ لوگ جانیں اور ان کا کام جانے میں پہلے ہی سے بھاگنا بھاگنا کر رہی تھی چلنے کا نام سنتے ہی میں نے اپنا تمام زیور اپنے ہاتھوں نکال انگنائی میں پھینکا اور دالان کی چاندنی میں سے دو پاٹ پھاڑ دوپٹہ بنایا اور کہا کہ لو صاحب مَیں تو چلی۔ میرا چلنا تھا کہ سارا کنبہ پیچھے ہو لیا۔ اس رات تم ہوتیں تو ان کم بخت عورتوں کی سیر دیکھتیں۔ ایک صاحبہ ہیں کہ تمام دھن دولت تو گھر چھوڑا پان کھانے کی پٹاری لادے لیے چلی جاتی ہیں۔ کسی کی جھرتی پاؤں میں سے نکل نکل کر پڑتی تھی۔ کسی کا ازار بند پاؤں میں اُلجھتا ہے۔ اُس دن جتنے کچے بڑے پائنچے تھے اُسی کو چلنے کی بڑی مصیبت تھی۔ بھائی جان اُس وقت بھی چھیڑتے تھے کہ کم بختو اور تین سکھ کے تھان کے دو پائنچے بناؤ۔ لاہور کے ریشمی ازار بندوں میں پیٹیاں لگا لگا کر اور بڑا کر دو ہنسی کی ہنسی مصیبت کی مصیبت۔ ان بیچاروں کو

Marfat.com

بازاروں میں چلنے کا کاہے کو اتفاق ہوا تھا گو رات تھی اور یوں بھی راستہ نہیں چلتا تھا۔ مگر من من بھر کے پاؤں تھے دو قدم چلیں اور گریں خدا خدا کر کے صبح ہوتے ہوتے کاغذی محلّے تک پہنچے یہاں کیا ٹھکانا تھا۔ انگریز کہتے تھے کہ قلعہ لیں تو آج لے لیں جیوں ہی پن چکیوں کے برابر آئے دیکھا کہ سینکڑوں ہزاروں گورے اور سکھ قطار باندھے چلے آتے ہیں دیکھنے کے ساتھ دَم ہی تو فنا ہو گیا۔ مٹھائی کے پل کی طرف پھر بھاگے بیچاری عورتوں کا بُرا حال تھا۔ ایک بیوی تو سڑک پر لیٹ گئیں کہ مجھ سے تو آگے نہیں چلا جاتا۔ خدا کے لیے مجھ کو یہیں رہنے دو۔ تھوڑی دُور میں نے ان کو چڈھی چڑھایا اتنے میں دو تین اور گریں اَب کس کو کون کندھے چڑھائے اپنی ہی جان بھاری تھی بھائی جان نے کہا کہ لوگو خدا کے لیے دل مضبوط کر کے ذرا پھُول کی منڈی تک تو چلو وہاں ممکن ہو گا تو کچھ سواری کا بندوبست کیا جائیگا بہزار دقّت کوئی پہر دن چڑھے تک پھُول کی منڈی پہنچے سواری یہاں کیا رکھی تھی۔ باہر سے گدھوں پر اناج آیا تھا۔ گدھے والا اپنے گدھے باہر لیے جاتا تھا۔ بھائی جان نے اُسے بہت گڑگڑا کر کہا بھائی میاں ذرا شہر کے دروازے تک ان عورتوں کو بٹھا لو اور جو کہو سو دیں گے۔

گدھے والا۔ اجی میاں جی! کیسا یہ دیکھتے ہو انگریز قلعہ میں پہنچ گئے ہیں کم بختی کا مارا رات کو نہ جا سکا اب دیکھئے کیسا بچتا ہوں گدھے لو اور جس قدر چاہو لد لو اور ہانک لاؤ۔ مجھ کو دروازے کے باہر گدھے حوالے کر دینا۔ غرضیکہ چار گدھے بھائی جان نے روک لیے اور کہا کہ لو صاحب جو تھک گیا ہو اس پر بیٹھ لے اور دیر کرنا غضب ہے پہلے تو گدھے کی سواری کا نام سُن کر سب نے تامل کیا مگر کرتیں کیا مجبور گدھوں پر سوار ہونا پڑا۔ مجھ سے بھائی جان نے کہا۔ لڑکی تو بہت تھک گئی ہے۔ بیٹھ لے مصیبت کو کیا کریں

Marfat.com

مَیں نے کہا میں ابھی مطلق نہیں تھکی اور ایسے ایسے دس حصّے پا پیادہ چل سکتی ہوں۔

بھائی جان۔ آخر چڑھنا پڑے گا۔ تم جانتی ہو کہ شاید شہر میں چل کر ٹھہریں گے ہر گز نہیں عرب کی سرائے سے ادھر کہیں ٹھکانا نہیں مَیں نے کہا انشاء اللہ میں سرائے تک بخوبی چلی جاؤں گی۔ غرض مجھ کو تو خدا نے اس فضیحت سے بچا لیا اور بیویاں چڑھی پر چڑھیں۔ آج تک اُن کی ہنسی ہوتی ہے اور میں خدا کے فضل سے اسی چہل قدمی کی بدولت برابر چلی گئی نہ تھکی نہ ماندی ہوئی۔

حُسن آرا۔ اجی خدر بھی ایک آفتِ ناگہانی تھی۔ سو بیت گئی کہیں خدانخواستہ ہر روز خدر ہو رہا ہے۔ کم بخت عورتیں اس کے واسطے دوڑنے کی عادت اور بھاگنے کی مہارت کریں۔

محمُودہ۔ بات میں بات مَیں نے بیان کی میرا بھی یہ مطلب نہیں کہ عورتیں گھروں میں گھوڑ دوڑ کیا کریں مگر اتنی آلکسی بھی ٹھیک نہیں کہ ڈیوڑھی تک جائیں تو ہانپنے لگیں کوٹھے پر چڑھیں تو سانس پیٹ میں نہ سمائے اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں تو پھُرتی رکھنی چاہیے۔

حُسن آرا۔ خیر اَب وہ زمین کا گول ہونا تو ثابت کیجیے۔ کیا آپ اُس بات کو ٹالنا چاہتی ہیں؟

محمُودہ۔ ہاں تو یہ انگنائی پچاس گز لمبی ہے۔ اس سرے اُس سرے تک پنتیس یعنی پانچ کم دو بیسی پھیرے کرو تو ایک میل ہوا اور دو میل کا ایک کوس ہوتا ہے۔

حُسن آرا۔ اُفوا تنا بڑا میل اور اتنا بڑا کوس ہوتا ہے۔

محمُودہ۔ اَب قطب صاحب کی لاٹ کو فرمایئے کہ کے ہزار کوس لمبی ہے۔

حُسن آرا۔ میں تو جانتی ہوں کہ اس حساب سے پوری میل بھر بھی لمبی نہ ہو گی۔

Marfat.com

محمودہ۔ بے شک میل کیسا میل کا دسواں حصہ بھی نہیں۔

زمین کی جسامت اور ہیئات اور تقسیم

اور زمین بتاؤں میلوں کے حساب کتنی بڑی ہے۔ چوبیس ہزار میل اس کا دَور ہے مردوں میں بارہ کوس کی منزل مقرر ہے یعنی مرد لوگ جو سفر کرتے ہیں تو بارہ کوس روز چلے جاتے ہیں اور واقع میں آرام کے ساتھ سفر کیا جائے تو بارہ کوس دن بھر کے چلنے کو بہت ہے اس حساب سے اگر کوئی آدمی ناک کی سیدھ چلنا شروع کرے تو پانچ برس میں جہاں سے چلا تھا۔ وہیں آکھڑا ہوگا اور اس کا صرف ایک پھیرا پورا ہوگا۔

حسن آرا۔ اللہ اکبر اب جو میں خیال کرتی ہوں تو زمین ہی بڑی ہے۔ بھلا تم نے کیوں کر جانا کہ چوبیس ہزار کا دَور ہے۔

محمودہ۔ کتابوں سے جانا ہمت والے لوگوں نے محنت اُٹھا کر برسوں سفر کیا اور تمام دَور ناپ ڈالا۔ خشکی کی راہ تو سیدھا چلنا مشکل ہے کہیں بڑے بڑے دو دو تین تین کوس کے اُونچے مہینوں کی چڑھائی کے دشوار گذار پہاڑ ہیں کہیں سینکڑوں کوس کے جنگل ہیں۔ جن میں نہ کہیں ٹھہرنے کا ٹھکانا ہے نہ پانی کا آسرا نہ راہ نہ سڑک، مگر سمندر سمندر جہازوں پر لوگوں نے سفر کیا ہے اور قطب نما کے سہارے سے سیدھ لگائے چلے گئے اور آخر کو وہیں آموجود ہوئے جہاں سے چلے تھے کیا اب بھی زمین کے گول ہونے میں کوئی شک و شبہ ہے۔

حسن آرا۔ دو دو تین کوس اُونچے مہینوں کی چڑھائی کے پہاڑ ہیں تو زمین گول کہاں رہی۔

محمودہ۔ ہاں زمین ایسی گول نہیں ہے۔ جیسی ڈھلی ہوئی گولی ہوتی ہے۔ ٹھیک

Marfat.com

نارنگی کی طرح گول ہے۔ اُتر دکھن دونوں سرے پچکے ہوئے اور جیسے نارنگی کے چھلکے پہ پھنسیاں پھنسیاں اُبھری ہوئی ہیں اسی طرح زمین پہ یہ پہاڑ ہیں جو شخص پہاڑوں پہ دیکھ کر زمین کے گول ہونے میں شک کرے اس کو زمین کی بڑائی کا ٹھیک تصوّر نہیں ایک مٹکے پہ ایک رائی کا دانہ رکھ دو تو اُس کی گولائی میں کیا فرق آجائے گا۔

حُسن آرا۔ زمین کو تو میں پہلے سے بڑی جانتی ہوں۔ مگر ٹھیک اندازہ معلوم نہ تھا۔

محمُودہ۔ تم خاک بھی بڑی نہیں جانتی تھیں۔ ایک میرٹھ اور پانی پت آپ کیا گئیں کہ آپ نے سمجھا تمام روئے زمین کی سیر کر لی۔

حُسن آرا۔ زمین اتنی بڑی ہے تو ہزاروں لاکھوں شہر اس پہ بسے ہوں گے۔

محمُودہ۔ بے شک مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ تمام روئے زمین پہ آبادی ہے تین حصّے تو سمندر ہے ایک حصّہ جو کھُلا ہے۔ اُسی میں کل نوّے کروڑ آدمی بھی جا بجا بسے ہیں۔ اور جنگل پہاڑ دریا بھی ہیں۔

تمدّن کی وجہ

حُسن آرا۔ سب لوگ مِل کر ایک جگہ کیوں نہیں رہتے۔ ایک بڑا شہر بسا لیں اور سب اُسی میں رہیں تو بڑا مزہ ہو۔

محمُودہ۔ مزہ کیا خاک ہو سب بھوکے مرنے لگیں۔

حُسن آرا۔ کیوں؟

محمُودہ۔ کھانے کا اناج میدان میں پیدا ہوتا ہے۔ اس سبب سے لوگ دُنیا میں الگ الگ بسے ہیں۔ ہر ایک بستی کے آس پاس کچھ میدان جو تنے اور بوئے اور اناج پیدا کرنے کے واسطے لگا رکھتے ہیں سب ایک جگہ بسیں تو

Marfat.com

ہزاروں کوس کا لمبا چوڑا شہر ہو جائے جو تنے بونے کہاں جائیں مگر آدمی کی ضروریات بہم نہیں پہنچا سکتا۔ اس واسطے ہمیشہ تھوڑے تھوڑے بہت بہت آدمی مِل کر رہتے ہیں۔ جہاں تھوڑے آدمی بسے ہوں وہ گاؤں ہے۔ اس سے بڑھ کر قصبہ اُس سے بڑھ کر شہر اُس سے بڑھ کر ملک اور ولایت۔ بعضے گاؤں چار چار پانچ پانچ گھر کے بھی ہوتے ہیں اور بڑے شہروں میں تو لاکھوں آدمی ہوتے ہیں۔

حُسن آرا۔ جہاں صرف چار چار یا پانچ پانچ گھر ہیں لوگ کیوں کر گزر کرتے ہوں گے۔

محمُودہ۔ ہم سب سے بہتر طور پر گذر کرتے ہیں۔

حُسن آرا۔ کیا خاک گذر کرتے ہونگے نہ حلوائی، عطار نہ گندھی نہ منھیار نہ بزاز نہ کوئی نہ کوئی۔

محمودہ۔ یہ چیزیں امیرانہ زندگی کے لا یعنی تکلفات اور شیخی اور نمود اور ڈینگ کے بیہودہ سامان ہیں ان کو داخل ضروریات زندگی کون کہتا ہے۔ خوب غور کر دیکھا۔ پیٹ بھر لینے کو دال دلیا کچھ غذا چاہیے اور تن بدن ڈھک لینے کو موٹا جھوٹا کپڑا بس اتنا ضرور ہے اور اس کے علاوہ سب انسان کی خود بینی اور تن پروری اور آرام طلبی کے ڈھکوسلے ہیں سو جو چیزیں حقیقت میں ضروری ہیں گاؤں والے اپنے ہاتھوں پیدا کر لیتے ہیں۔ کھانے کا غلّہ اور میوے اور ترکاریاں، روئی، تمباکو، کسم نیل سبھی کچھ تو کھیتوں میں ہوتا ہے بلکہ کھانے پینے کی چیزیں جیسی عمدہ اور صاف گاؤں والوں کو میسّر آتی ہیں ہم شہر والے خواب میں بھی نہیں دیکھتے۔

حُسن آرا۔ بھلا اگر گاؤں میں آدمی بیمار پڑے تو دوا کہاں سے لے علاج کس سے کرائے۔

Marfat.com

محمُودہ۔ گاؤں والے خدا کے فضل سے دوا اور علاج کے محتاج ہی نہیں ہوتے۔
حُسن آرا۔ اس کا سبب؟
محمُودہ۔ سبب صفائی آب و ہوا کی عمدگی اور روز کی محنت۔

آب و ہوائے شہر و دیہات کا مقابلہ

حُسن آرا۔ آب و ہوا تو ساری دُنیا میں ایک ہی ہو گی۔
محمُودہ۔ ایک تو ہے مگر جہاں آدمی بکثرت رہتے ہیں وہاں غلاظت بہت جمع ہوتی ہے اور عفونت کی وجہ سے آب و ہوا بگڑ جاتی ہے۔ آئے دن وبا آتی رہتی ہے اور وبا نہیں بھی ہوتی تو بھی شہر کے لوگ اکثر بیمار رہتے ہیں۔
حُسن آرا۔ گاؤں والے بیمار نہیں ہوتے تو مرتے کیوں کر ہیں۔
محمُودہ۔ مرنا اور بات ہے گاؤں والے زندگی کا لُطف تو پاتے ہیں۔ نہ کہ شہر والوں کی طرح دائم المریض اور یوں کبھی کبھار دُکھ درد ہوتا ہے تو گاؤں والے سہجے کا علاج بھی کر لیتے ہیں۔ جنگل کی بوٹی درختوں کی چھال اور پتے گھسے رگڑے پی گئے اچھے ہو گئے۔ یہ نہیں کہ ہفتوں منضجیں پیا کریں۔ مہینوں مارا لحین میں پڑے گھلتے رہیں۔ لاکھ دوا کی ایک دوا تو تازی ہوا ہے جو شہر والوں کو عمر بھر نصیب نہیں ہوتی اور گاؤں والوں کو ہر وقت میسّر ہے۔
حُسن آرا۔ سب کچھ تو ہے مگر گاؤں میں جی کیسا گھبراتا ہو گا۔ نہ محلّہ نہ ہمسایہ کس سے

Marfat.com

بات کیجیے کس کے پاس جایئے۔

محمُودہ۔ شہر میں روز کے روز کون کس کے پاس جاتا ہے۔ جس طرح شہر والے گھر کے کام کاج میں لگے رہتے ہیں۔ گاؤں والوں کو کھیتی باڑی اور مویشیوں کی خبر گیری کا مشغلہ کیا کم ہے اس سے فرصت ہوتی تو وہ لوگ بھی گھروں میں کام سے آتے اور آپس میں جی بہلاتے ہیں۔

حُسن آرا۔ یہ گاؤں والے نرے اُجڈ اور اکھڑ اور بے سلیقہ کیوں ہوتے ہیں؟

محمُودہ۔ بوا خیر النساء دیکھو حُسن آرا بیگم گاؤں والوں کو اجڈ اور اکھڑ اور بے سلیقہ کہتی ہیں تم بھی گاؤں والی ہو۔ جواب دو۔

خیر النساء۔ بیگم صاحب کو گاؤں والوں کا حال معلوم نہیں سُنے سُنائے بُرا کہہ اُٹھیں اس کا جواب کیا دوں۔

حُسن آرا۔ خیر النساء تم کہاں کی رہنے والی ہو۔

خیر النساء۔ مراد آباد کے ضِلع میں شریف پور نام ایک گاؤں ہے۔ وہیں میرا غریب خانہ ہے۔

حُسن آرا۔ شہر میں کب سے ہو؟

خیر النساء۔ کوئی ڈیڑھ برس سے۔

حُسن آرا۔ تمہارے گھر میں کام کیا ہوتا ہے؟

خیر النساء۔ کوٹنا، پیسنا، پکانا، ریندھنا، کاتنا، سینا، پرونا، گھر کی جھاڑو۔ بہاڑو بال بچّوں کا نہلانا دُھلانا۔

حُسن آرا۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے میں پوچھتی ہوں کہ تمہارے گھر کے مرد کیا کرتے ہیں؟

خیر النساء۔ جو لڑکے ہیں پڑھتے ہیں۔ جو جوان ہیں کمائی کرتے ہیں۔ جو بڈھے ہیں گھر

Marfat.com

کے لڑکے لڑکیوں کو پڑھاتے ہیں اور نماز روزے میں مصروف رہتے ہیں۔

حُسن آرا۔ اے ہے مَیں پوچھتی ہوں۔ تمہارے گھر کیا ہوتا ہے؟

خیر النساء۔ دن کو دن رات کو رات۔

حُسن آرا۔ پتھر پڑیں ایسی موٹی سمجھ پر کوئی جواب معقول نہیں۔

خیر النساء۔ آگ لگے ایسی بھونڈی تقریر کو کوئی بات ٹھکانے کی نہیں۔

حُسن آرا۔ نگوڑی گنواری شامت کی ماری کوئی تیری کم بختی آئی ہے بے تمیز زبان سنبھال کر نہیں بولتی ابھی مارتے مارتے کچلا کر ڈالوں گی۔

خیر النساء۔ چل چل شہری بے بہری امیر بیگم ہو گی تو اپنے واسطے ہم کو کیا خدا نہ کرے کسی کی لونڈی باندی ہیں ایک کہے گی تو دس سُنے گی اور مارے گی تو مار کھائے گی بھی لو صاحب مجھ کو بھی شہر کی لڑکی بنایا ہے کہ دھمکانے لگی۔

حُسن آرا نے عمر بھر کبھی جواب نہ پایا تھا۔ خیر النساء کی بات سنتے ہی بے اختیار ہو گئی مارنا اور کچلا کرنا تو نری دھمکی تھی سیدھی اُٹھ اُستانی جی سے جا فریاد کی اور رونے لگی اتنا روئی کہ گھگی بندھ گئی جب تک روتی رہی اُستانی جی چپ بیٹھی رہیں اور اگر کہیں دل جوئی کی ایک بات بھی ان کے مُنہ سے نکلتی تو حُسن آرا بندی شام تک بھی نہ سنبھلتی آخر کو سسکیاں لے لے خود بخود تھم گئی اس درمیان میں محمودہ چند بار آئی اور قصداً حسن آرا کے پاس ہو کر نکلتی مگر حُسن آرا نے منہ پھیر لیا۔ یہ دیکھ کر محمودہ کو جرأت نہ ہوئی کہ حسن آرا سے بات کرے ورنہ وہ رفع ملال کر بھی دیتی اَب شام قریب تھی۔ اُستانی جی نے کہا لڑکیو وہ مسیح الملک کی کہانی کن مدتوں کی ناتمام پڑی ہے۔ آج اُسی کو ختم کر لیتیں۔ کس کی باری ہے؟

محمُودہ۔ خیر النساء کی باری ہے۔

Marfat.com

اُستانی جی۔ کیوں بوا حسن آرا خیر النساء کہانی کہیں تم سُنوگی۔
حُسن آرا۔ آنکھیں نیچی کرکے مُسکرانے لگی اور بولی کیوں سُننے کو کیا ہُوا ہی نہ کہ مَیں بیچ میں نہ بولوں گی۔
محمُودہ۔ کیوں نہ بولو گی۔ جب بیچ میں بات ہی ہوئی تو کہانی کیا وہ تو خاصہ سبق ہوگیا مزہ کیا خاک ملا۔ شوق سے بولو بات کرو۔
حُسن آرا۔ واہ آپ بھی بڑی حضرت ہیں۔ اب پھر لڑائی دیکھنے کو جی چاہا ہوگا۔
محمُودہ۔ ایسی بھی کوئی کم بخت ہوگی جس کو دو آدمیوں کی لڑائی میں مزہ ملتا ہوگا۔ آدمی تو آدمی جانوروں کو لڑانا بھی بڑا گناہ لکھا ہے۔
حُسن آرا۔ آپا کیوں مکرتی ہو تمہیں نے خیر النساء کو مجھ سے بھڑایا۔
محمُودہ۔ مَیں نے بھڑایا یا گفتگو کی تقریب نے آپ شروع سے دیہاتیوں کی مذمت پر آمادہ تھیں۔ لمحہ دو لمحہ بھی ضبط نہ ہو سکا لڑ پڑیں۔
حُسن آرا۔ مَیں لڑی۔
محمُودہ۔ آپ تو منصف مزاج ہیں آپ ہی فرمایئے سخت کلامی پہلے کس نے شروع کی؟
حُسن آرا۔ جو جیسا ہوتا ہے کہنے میں آتا ہے۔ دیہاتیوں کو کیا مَیں اکیلی اجڈ اور اکھڑ اور بد سلیقہ کہتی ہوں شہر بھر کہتا ہے۔ خیر النساء کس کس کا منہ بند کرتی پھریں گی؟
خیر النساء۔ آپ اپنی تعریف کرنے سے کوئی اچھا نہیں بن جاتا اور بُرا کہنے سے کوئی بُرا نہیں ہو جاتا۔ شہر والے دیہاتیوں کو اُجڈ اور اکھڑ اور بے سلیقہ کہتے ہیں۔ دیہات والے شہریوں کو بدی نکمّے، کم بخت، پست ہمت ظاہر پرست جانتے ہیں۔
اُستانی جی۔ جب تم دونوں اس امر میں بحث کرتی تھیں تو اس کے نئے معنے تھے

Marfat.com

کہ شہریوں اور دیہاتیوں کی لڑائی کا فیصلہ کرتی تھیں۔ پس دوسروں کی لڑائی کا فیصلہ کرتے کرتے آپس میں کیوں لڑنے لگیں۔

خیر النساء۔ جناب بیگم صاحب نے پہلے چھوٹتے ہی دیہاتیوں کو اُجڈ اکھڑ بے سلیقہ کہا۔ مجھ کو بُرا تو بہت لگا۔ مگر میں چپ ہو رہی۔

اُستانی جی۔ حُسن آرا بیگم نے تم کو اُجڈ اکھڑ بے سلیقہ نہیں کہا ان کا یہ مطلب تھا کہ شہر والے دیہاتیوں کو ایسا سمجھتے ہیں۔

خیر النساء۔ کیا ہوا پھر بھی ایسے کریہ الفاظ بیگم صاحب کو زیبا نہ تھے۔ اور مَیں اس بات پر کچھ بولی بھی نہیں۔

اُستانی جی۔ کیا اس سے زیادہ کوئی اور سخت بات حسن آرا بیگم نے خاص تم کو کہی تھی۔ ان کی ایسی عادت تو معلوم نہیں ہوتی۔

خیر النساء۔ خیر اب اس کا اعادہ آپ کے رو برو کرتے مجھ کو شرم آتی ہے میرا ہی قصور تھا۔ آخر میں بے تمیز گنوار ہی تو ہوں ادب اور سلیقہ آئے تو کہاں سے آئے۔ اس میں شک نہیں کہ جواب مَیں نے بھی سخت دیا تبھی میرا دل بہت کڑھا۔

اُستانی جی۔ اگر تمہارا قصور تھا۔ تو تم نے معذرت کیوں نہ کی؟

خیر النساء۔ مَیں سو مرتبہ معذرت کرنے کو موجود ہوں ہاتھ جوڑنے اور پاؤں پڑنے میں بھی مجھ کو عذر نہیں۔ مگر ذرا اتنا بیگم صاحب کو بھی سمجھا دیجیے کہ بات بات پر لڑکیوں سے نہ اُلجھا کریں۔ ان کی شان کو یہ بات ہرگز زیبا نہیں۔

حُسن آرا۔ تم یہ چاہو کہ مَیں سب کے برابر ہو کر رہوں تو یہ بات مجھ سے ہوئی اور نہ ہوگی۔ تم لوگوں کو بھی تو کچھ خیال کرنا چاہیے۔ کہ میں امیرزادی ہوں اور مجھ کو خدا نے بڑا کیا ہے۔

اُستانی جی۔ یہ بات تمہاری غیر واجب ہے۔ مکتب کی لڑکیاں کچھ تمہاری لونڈیاں

Marfat.com

رہ ہیں۔ نوکر ہیں یا تم اپنی دولت ان کو بانٹ دیتی ہو۔

حُسن آرا۔ نوکر نہ سہی غریب تو ہیں۔

اُستانی جی۔ غریب ہیں تو ہوتے دو۔ انہیں تمہاری دولت کی کچھ پرواہ نہیں۔

حُسن آرا۔ ہم کب ان کی پرواہ کرتے ہیں۔

اُستانی جی۔ چلو نہ تم ان کی پرواہ نہ ان کو تمہاری برابر سرابر۔

حُسن آرا۔ کیا ہوا پھر بھی ان کو میری تعظیم کرنی لازم ہے۔

اُستانی جی۔ بے ضرورت بے غرض کیوں لازم ہے اور نہ کریں تو ان کا کیا نقصان ہے

حُسن آرا۔ اے ہے لازم نہیں مناسب ہے اور نقصان آپس کا رنج۔

اُستانی جی۔ اس اعتبار سے تم پر بھی لازم ہے۔

حُسن آرا۔ کیا؟

اُستانی جی۔ ان کی تعظیم۔ حُسن آرا کھل کھلا کر ہنس پڑی اور اس کے ساتھ سب ہنسے۔ سنو بوا حسن آرا بیگم ہم عمری میں تعظیم و تکریم کا کیا مذکور۔ تم سب کو آپس میں محبّت رکھنی چاہیے اور ہر ایک لڑکی کو اس کا اہتمام رہے کہ آپس میں بگاڑ کی کوئی بات نہ ہو۔

حُسن آرا۔ کیا خدا نہ کرے مجھ سے خیر النساء سے کچھ بگاڑ ہے بہنیں بہنیں آپس میں لڑیں لوگوں نے جانا ہیر پڑے۔ یہ کہہ کر حُسن آرا خیر النساء کے گلے سے جا لپٹی۔

Marfat.com

اہلِ شہر اور دیہاتیوں کا محاکمہ جس میں دونوں کی طرز زندگی کا مذکور ہے اور ہر ایک کو اس کے عیب پر متنبہ کر دیا ہے اور گفتگو اور وضع اور حالت اور ذات اور ہُنر پر بحث کر کے نصیحت کی بہت سی باتیں نکالی ہیں!

اُستانی جی۔ بھلا تم لوگوں میں تکرار کس بات پر ہوئی تھی؟

حُسن آرا۔ بات تو اتنی ہی تھی کہ مَیں نے خیر النساء سے پوچھا تمہارے گھر ہوا کیا ہے۔ یہ بیوی صاحب لگیں عورتوں کے کام گنوانے میں نے دوہرا کر جو پوچھا تو مردوں کا قصّہ نکال بیٹھیں۔ تیسری بار پوچھا (کرتی کیا)، تو ذرا آپ بھی دیکھیے کہتی کیا ہیں دن کو دن اور رات کو رات۔ اُستانی جی سُن کر مُسکرانے لگیں۔ اور کہا سُنو بوا خاصہ جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ تم کو یوں پُوچھنا تھا۔ کہ وجہ معاش کیا ہے۔ یا تمہارے بھائی کیا پیشہ کرتے ہیں؟

خیر النساء۔ ان کا مطلب میں سمجھ گئی تھی مگر ان کو اپنی گفتگو پر بڑا ناز ہے۔ ان

Marfat.com

کے قائل کرنے کو مَیں بھی بات پر اڑ بیٹھی تھی۔

حسُن آرا۔ خیر اب فرمایئے کہ آپ کی وجہ معاش کیا ہے؟

خیر النساء۔ زمینداری اور کھیتی اور غدر کے بعد دو چار آدمی نوکری بھی کرنے لگے۔

حسُن آرا۔ بھلا سچ کہنا تم کو شہر میں رہنا بھلا معلوم ہوتا ہے یا گاؤں میں۔

خیر النساء۔ سچ تو یہ ہے کہ شہر میں میرا جی خوب نہیں لگتا۔ اگر اس مکتب کا سہارا نہ ہوتا تو مجھ سے شہر میں ایک دن بھی نہ ٹھہرا جاتا۔

حسُن آرا۔ آخر تم کو شہر میں تکلیف کس بات کی ہے۔ کیا کھیلنے اور بات کرنے کو محلّے میں لڑکیاں نہیں؟

خیر النساء۔ لڑکیاں تو اتنی ہیں کہ شاید شہر بھر میں اتنی لڑکیاں نہ ہوں گی جتنی اکیلی شاہ تارا کی گلی میں ہیں صبح سے شام تک ایک تانتا لگا رہتا ہے یہ آئی وہ آئی۔

حسُن آرا۔ پھر تو گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔

خیر النساء۔ ان لڑکیوں سے میری طبیعت میل نہیں کھاتی۔ شہر کے لوگوں میں ظاہر داری اور مُنہ دیکھے کی محبت بہت ہے مگر کام پڑنے پر طوطے کی طرح آنکھیں بدل ہی تو جاتی ہیں گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہ تھی بادشاہ بیگم کو تو تم بھی خوب جانتی ہو گی ہمارے مکان سے ان کا مکان مِلا ہے وزیر بیگم ان کی چھوٹی بیٹی نے مجھ سے ایسا پیار اخلاص بڑھایا کہ رات دن میں ایک دم کو الگ نہ ہوتیں خانم کے بازار میں داروغہ صاحب السلطان کے گھر شادی تھی ہم لوگوں کو بھی بلاوا آیا اور بادشاہ بیگم تو داروغہ جی کی سگی بھتیجی کی بیٹی بہن ہیں ان کا تو گھر بھر ہفتوں پہلے سے مہمان تھا۔ وزیر بیگم جب جانے لگیں تو زبردستی مجھ کو ساتھ لیے جاتی تھیں۔ پالکی پر سوار ہوتے

Marfat.com

ہوتے ہاتھ پکڑ لیا کہ میرے ساتھ چلو مگر بڑی مشکل سے مَیں نے ان کو سمجھایا کہ ہم لوگوں سے اور داروغہ جی سے دُور کا واسطہ ہے بن بلائے جانا مناسب نہیں جب شادی کے تین دن رہے تو میں بھی گئی وزیر بیگم اپنی سہیلیوں کو لیے بیٹھی تھیں مجھے اُترتے اُنہوں نے دیکھا بھی مگر جگہ سے ہلی تک نہیں۔ مَیں نے سمجھا کہ کھیل میں دھیان ہے نہ خیال ہوگا۔ اُترتے کے ساتھ میں گھر والوں کے پاس تک نہیں گئی۔ سیدھی وزیر بیگم کی طرف چلی گھڑیوں پاس کھڑی رہی اُس خدا کی بندی نے آنکھ اُٹھا کر بھی تو نہ دیکھا اپنا سا مُنہ لے کر میں سامنے کے دالان میں جہاں ہمارے ساتھ کے لوگ ٹھہرتے تھے جا بیٹھی چھوٹی آپا نے مجھ کو چھیڑا بھی کہ اُترتے کے ساتھ تیر کی طرح گئیں تو تھیں آئی پھٹے مُنہ اُس نے بات بھی نہ پوچھی یہ سُن کر اس قدر مجھ کو شرمندگی ہوئی کہ پسینے پسینے ہوگئی اور اپنے دل میں کہتی تھی کہ یہ وہی وزیر بیگم ہیں کیا ان کو ہوگیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد مجھ کو پیاس سی معلوم ہوئی شہ نشین میں ایک کوری صراحی رکھی تھی۔ مَیں نے جانا کہ گھر والوں نے مہمانوں کے واسطے رکھوا دی ہے۔ مَیں نے جلدی سے اُٹھ اُس میں سے پانی پی لیا تو وزیر بیگم لال پیلی ہوگئی کہتی ہیں کیوں تو نے ہمارے پینے کی صراحی سے بے پوچھے پانی پیا یہ کہہ کر صراحی کو فرش پر پٹک دیا تمام مہمان دیکھنے لگے اور بھرے مجمع میں مجھ کو فضیحت کیا۔

اُستانی جی۔ وزیر بیگم کے ناحق ناحق بگڑ بیٹھنے کا سبب بھی کچھ تم نے دریافت کیا۔

خیر النساء۔ بہتیرا سوچا کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ کوئی بات ہوئی ہو تو سمجھ میں آئے۔

محمودہ۔ مَیں اس کا سبب بتاؤں۔ مَیں بھی وزیر بیگم کے مزاج سے خوب واقف ہوں اُن کو محلے میں اپنے میل کی لڑکیاں کھیلنے اور بات کرنے کو نہیں ملتیں

Marfat.com

اس ضرورت سے انہوں نے تم سے ملاپ کیا وہاں شادی میں ان کو اپنے جیسی امیرزادیاں مل گئیں تم سے ملنا عار سمجھیں۔

خیر النساء۔ ان کو مجھ سے صرف شادی میں مِلنا عار تھا اور مجھ کو اُن سے مِلنا انشاء اللہ عمر بھر عار رہے گا۔

اُستانی جی۔ کچھ عجیب طرح کا معاملہ ہے اکثر امیر مغرور ہوتے ہیں اور سب کو اپنے سامنے ہیچ سمجھا کرتے ہیں۔ دولت بھی بہت ہی بُری چیز ہے آدمی کو شیطان بنا دیتی ہے۔

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

حُسن آرا۔ بھلا خیر وزیر بیگم اگر تمہارے ساتھ بُری طرح پیش آئیں تو اُنہوں نے بڑی نالائقی کی بات کی محبت ملاپ میں امیری غریبی کی کیا بحث باقی رہی۔ مگر یوں تو شادی کا مجمع مہمانداری کے سامان مہمانوں کی شوکت و شان جہیز کی آرائش رسموں کی خوبی یہ باتیں تم نے ضرور ہی پسند کی ہوں گی۔

خیر النساء۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی شہر والوں کی شادی میں مجھ کو شریک ہونے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور یہی شوق مجھ کو لے بھی گیا تھا مگر انجام کار کچھ دل کو فرحت حاصل نہ ہوئی۔ خدا جھوٹ نہ بلائے ہزاروں ہی عورتیں جمع تھیں مگر غور سے دیکھا تو سب ایک رنگ میں تھیں جس کو دیکھا شیخی اور نمود کی تصویر پایا۔ اتنے مہمان گھر میں بھرے تھے سب تو امیر تھے ہی نہیں جس کو خود مقدور نہ تھا کرائے کے کپڑے مانگے کے زیور بنائے ہوئے نوکر ساتھ لایا تھا اور اسی پر اترا رہا تھا۔ ایک بیوی ریشمی موزے دکھانے کی غرض سے گھٹنوں تک پائنچے اُٹھائے چلی آرہی ہیں۔ دوسرے گرمی کے بہانے سے گلا کھول کھول

Marfat.com

کر زیور دکھا رہی ہیں تیسری بے تکلف سر کھولے بیٹھی ہیں تاکہ چوٹی کی بندش
موباف کی قطع پہ لوگوں کی نظر پڑے۔ ایک صاحبہ نے پازیب کی آواز سُنانے
کو گھڑی بھر میں خدا جھوٹ نہ بلوائے کوئی پچاس بیٹھکیں بدلی ہوں گی۔ یہ تو
اُن بیویوں کا حال تھا جن کے پاس کوئی چیز اپنی یا مانگے کی تھی اور اس کو
جان جان کر دکھاتی تھیں اور بعضیاں خالی خولی ہی تھی اتراتی تھیں۔ ایک
بیوی موتی ململ کا دوپٹہ اوڑھے بیٹھی تھیں۔ آپ ہی آپ نہ کوئی پوچھے نہ
گچھے کہتی کیا ہیں۔ اے دیکھنا بوا بنارس کے سیاہ کا مدار دوپٹے کا رنگ
بھی کیسا ہے لو ذرا کندھے پر ڈالا تھا۔ کہ تمام کپڑوں میں دھبے پڑ گئے جلدی
میں نے اتار پھینک دیا ایک بیوی زیور میں لدی بیٹھی تھیں۔ اور ایک بیچاری
غریب اُن سے باتیں کر رہی تھیں وہ بیوی جن کو میں بیچاری سمجھتی تھی کہتی کیا
ہیں کہ دیکھنا میرے کانوں کو کچھ ایسا بھنا گوشت خدا نے بنایا ہے کہ مطلق
زیور کو نہیں سہار سکتا جڑاؤ بالے پہنے مگر مرکیاں میں نے ذرا کی ذرا ڈالی
تھیں کہ دُکھنے لگے ایسا معلوم ہوا کہ اب کٹ پڑیں گے ناچار ساری بالیاں
پہنیں اُن سے بھی سوج سوج کر کپا ہوئے میں نے کہا بھٹ میں پڑے
وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان کہیں ایسا نہ ہو ٹھینٹ پڑ جائیں اتار رکھیں
غرض جس کو دیکھا۔ شیخی کے مرض میں مبتلا پایا۔ آپس میں جو بیویاں باتیں
کر رہی تھیں کسی کی مصیبت کسی کی شکایت اس کے سوا کچھ مذکور نہ تھا
جتنی تھیں کپڑوں کے رنگ اور خراش تراش اور وضع داری مجلس اس
میں محو تھیں شادی کی خبر سُن کر بیچارے غریب غربا سبھی مانگنے چلے
آئے تھے اتنا سامان تھا کہ رات دن دیگیں کھڑکتی تھیں مگر شاید ایک
چادل خدا کے نام کسی غریب کو نہیں ملا منوں کھانا ضائع ہوا چوری

Marfat.com

گیا۔ رکھا اٹھا گیا۔ مگر نہ دیا۔ محتاج کو دھکے اور گالیاں دی جاتی تھیں ایک بیچاری بڑھیا بھیک مانگتے نہیں معلوم کس طرح اندر محل میں چلی آئی تھی نیچے کا دھڑ رہ گیا تھا خدا جانے کس مصیبت سے گھسٹتی گھسٹتی آئی ہو گی گھنٹوں انگنائی میں پڑی چلایا کی۔ کسی نے بات بھی نہ پوچھی۔ سب اپنے اپنے کھانے میں لگے رہے اور میرا یہ بُرا حال کہ بڑھیا کی آواز کان میں چلی آئے۔ اور لقمہ حلق سے نہ اُترے پہلے میں دیکھتی رہی کہ اَب بھی کوئی گھر والی اس بڑھیا کی کچھ خبر لے۔ جب بہت دیر ہو گئی اور کسی نے بات تک نہ پوچھی تو ایک خمیری روٹی میں ایک مٹھی چاول رکھ اپنے چھوٹے بھائی احمد کو دی کہ جاؤ وہ بڑھیا انگنائی میں کھڑی ہے اس کو دے آؤ جونہی احمد روٹی لے کر اُٹھا اس بیوی کی نظر پڑ گئی جو ہم لوگوں کو کھانا کھلا رہی تھیں۔ خدا جانے وہ کون بیوی تھیں۔ مگر گھر والوں کے پاس کے رشتے کی ہوں گی۔ انہوں نے دوڑ احمد کے ہاتھ سے جھپٹا مار، روٹی چھین لی۔ اور بولیں لوگو! کچھ خدا کا خوف بھی ہے دسترخوان پر آنکھوں دیکھتے یہ غضب میں بولی خدا ہی کا خوف کھا کر میں نے یہ روٹی فقیرنی کو دینے بھیجی تھی۔ تب وہ بیوی کیا کہتی ہے۔ حلوائی کی دکان دادا جی کی فاتحہ بیوی سنو ایسا ہی خوف ہے تو گھر جا کر لنگر بانٹنا مجھ کو ایسی سخت بات کہی تھی اس کا تو مجھ کو کچھ بھی رنج نہیں۔ مگر میرے سبب سے بڑھیا غریب کی جو شامت آئی اس کا مجھ کو اب تک صدمہ ہے۔ اس بیوی نے جو بیچاری فقیرنی کو دیکھا لونڈیوں پر اس قدر خفا ہوئیں کہ خدا کی پناہ اور چلائیں نکالو اس مردار بڑھیا کو کس نے اس کو یہاں آنے دیا لونڈیوں نے بلا تامل بڑھیا کو گھسیٹ دروازہ کے باہر ڈال دیا۔ میری یہ کیفیت تھی کہ جی چاہتا تھا اس بیوی کو نوچ لوں۔ مگر کیا کر سکتی تھی۔ دسترخوان

Marfat.com

پرسے تو مَیں اسی وقت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ شربت پلائی میں دینے کو ایک چونّی میرے پاس تھی وہی چونّی میں نے احمد کے ہاتھ بڑھیا کو بھیجدی اور اس کو اپنے مکان کا پتہ بتا دیا اور فوراً ڈولی منگا اپنے گھر چلی آئی۔

اُستانی جی۔ کیا اتنے مہمانوں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اس کو بڑھیا کی حالت پہ رحم آیا ہو۔

خیر النساء۔ جناب رحم کیسا! جیب لونڈیاں اس کو گھسیٹنے لگیں۔ سب کے سب ٹھٹھے مار مار ہنس رہے تھے۔ کھانے کے بعد لڑکیوں نے بڑھیا کی نقل کا کھیل بنایا۔

حُسن آرا۔ فقیرنیاں اکثر مکار بھی ہوتی ہیں۔ لوگوں کو دھوکا دینے کی غرض سے اندھی بن جائیں لنگڑی لولی اپاہج ہو جائیں۔

اُستانی جی۔ اگر ایسا شبہ کیا کریں تو اصلی محتاج بھی محروم رہ جائیں اور خیرات کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ دینے والے کو اتنی تفتیش سے کیا مطلب اور مانگنا تو شرم کی بات ہے۔ کوئی آدمی بے ضرورت سوال نہیں کرتا آخر کو جو مکر کر کے مانگتے ہیں ان کو بھی حاجت نے مجبور کر رکھا ہے۔

حُسن آرا۔ کیوں بعضے بے حاجت بھی مانگتے پھرتے ہیں غیرت باقی نہیں رہی کمانے کے لیے بھیک سے زیادہ سہل کوئی تدبیر نہیں۔ ہمارے محلّے میں چند روز ہوئے ایک فقیرنی مری تھی معلوم نہیں کتنی اشرفیاں کے ہنڈے روپے اس کی کوٹھری میں سے نکلے۔ پس کیا حاجت اس سے بھیک منگواتی تھی نہیں بلکہ طمع۔

اُستانی جی۔ بھلا طمع سے کوئی فرد بشر خالی ہے۔

حُسن آرا۔ طمع تو سب کو ہے مگر طمع والوں کی مدارا کچھ ضرور نہیں۔

اُستانی جی۔ ایسا نہ ہو کہ خداوند کریم جو سب کو دیتا ہے اس قاعدے کا برتاؤ کرے البتہ حاجت مند کا حق مقدم ہے بہتر ہے جن کو واقع میں حاجت ہو انہیں

Marfat.com

کو دیا جائے مگر نہ دینے کے لیے خواہ مخواہ ہر ایک پر بے وجہ شبہ بھی مت کرو بے تحقیق دینے سے یہی نہ کہ بعض بے استحقاق لے جائیں گے مگر اس زمرے میں سینکڑوں مستحق بھی تو پس جائیں گے۔ اکثر اس قسم کی حجتیں وہ لوگ نکالا کرتے ہیں جن کو خدا کے نام دینا منظور نہیں ہوتا۔

حسن آرا۔ بوا خیر النساء یہ عیب جو تم شہر والوں میں بتاتی ہو کیا گاؤں میں نہیں ہوتے دیہات میں سب اللہ کے ولی ہی تو بستے ہیں۔

خیر النساء۔ نہیں اچھے بُرے سبھی جگہ ہوتے ہیں گاؤں شہر پہ کیا موقوف ہے مگر اتنا تو میں کہہ سکتی ہوں کہ گاؤں والوں کی اتنی شوخی اتنی ظاہرداری ہرگز ہرگز نہیں ہوتی۔

حسن آرا۔ بھلا شہر والوں کے مزاج خراب سہی مگر شہر والوں کی وضع مطبوع وضع ہے۔

خیر النساء۔ کچھ آپ ہی کے نزدیک شہر والوں کی وضع مطبوع ہوگی پردہ داری تو بالکل نہیں یہ احمد میرا چھوٹا بھائی نہیں ہے۔ اس نے شہر کے لڑکوں کو دیکھا دیکھی بال رکھوائے تھے۔ اب یہ بلا کا اہتمام ہے کہ دوسرے دن آنولوں سے سر دھویا جاتا ہے دن میں دس دس دفعہ کنگھی ہو رہی ہے۔ صبح و شام تیل ڈالا جاتا ہے۔ جب تک بال چھوٹے رہے کہیں شلجموں کے پانی سے سر دُھلتا ہے کہیں ماش کی دال ملی جاتی ہے اماں کہتی بھی تھیں کہ جس دن تیرا باپ آیا کھڑے کھڑے تیرا سر منڈوا کر رہے گا۔ جتنا بناؤ سنگار تجھ سے کرتے بن پڑے کر لے آخر تو یہ بال نائی کے گھر جائیں گے۔ آگرے جاتے ہوئے خدا کا کرنا ابّا بھی آموجود ہوئے میاں احمد کو دیکھو تو ہر دم عمامہ سر پہ بندھا ہے کہ کہیں بال نہ دیکھ لیں مگر بانکپن تو سر پہ سوار تھا چھپے کیونکر۔ ابّا نے دیکھ ہی لیا بہت خفا ہوئے کہ مردود شہر والوں کی طرح تو بھی زنخہ بنے گا کیسا حجام کس کا نائی قلمدان سے مقراض نکال اپنے ہاتھوں سے بالوں کا ڈھیر لگا

Marfat.com

دیا۔ اب میاں احمد ہیں کہ گنجا سر لیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اماں سے کہا کہ پڑھوانے کے لالچ سے تم لڑکوں کو یہاں لائی تو ہو مگر ایسا نہ ہو کہ ان کو شہری غنڈہ بنا کر لے جاؤ۔ دیکھو خبردار! خیرن کو شہر کی لڑکیوں میں مت بیٹھنے دینا۔ شہر کے مردوں کی طرح وضع تو خیر عورتوں کی وضع نعوذ باللہ بالکل خلافِ شرع اور خلافِ حیا ہے۔

اُستانی جی۔ تمہارے ابا نے بہت ٹھیک کہا مگر دیکھو خیر النساء، مجھ کو شہر والیاں چھیڑتی بھی ہیں لیکن میں ان کی وضع کی تقلید نہیں کرتی۔

خیر النساء۔ جناب آپ اپنے تئیں ناحق شہر والیوں میں گنتی ہیں نہ شہر والوں کا سا آپ کا مزاج نہ شہر والوں کی سی آپ کی عادت آپ تو دیہاتیوں سے بھی پردہ دار کپڑا پہنتی ہیں آپ کی دیکھا دیکھی تو میری اماں بڑی آستینوں کی کرتی پہننے لگی ہیں۔

اُستانی جی۔ بُوا حُسن آرا بیگم! یہ تو بڑی بے جا بات ہے کہ خیر النساء شہر والوں میں عیب پر عیب نکالتی چلی جاتی ہیں۔

حُسن آرا۔ کیا بتاؤں مجھ کو دیہاتیوں کے حال سے خوب واقفیت نہیں ورنہ ہفتاد پشت تک اکھاڑ کر رکھ دیتی اور ذرا آپ ان شہر کی لڑکیوں کو دیکھیے یہ کچھ بوچھاڑ ہو رہی کوئی ہوں بھی کرتی ہے کیسی دم بخود بیٹھی سن رہی ہیں۔

محمودہ۔ بھلا بوا خیر النساء.....!

شہر بانو۔ ذرا خیر النساء کو میری ایک بات کا جواب پہلے دے لینے دیجیے۔ کیوں بوا خیر النساء گفتگو شہر والوں کی بہتر ہوتی ہے یا دیہات والوں کی؟

خیر النساء۔ تم سب شہر والوں ایک طرف ہو جاؤ گی تو مجھ اکیلی کو قائل کر دینا کون بڑی بات ہے مگر کوئی مجھ کو یہ بتا دے کہ گفتگو کی بھلائی بُرائی ہے کیا چیز؟

Marfat.com

محمودہ۔ گفتگو کی خوبی یہ ہے کہ اس میں سختی نہ ہو بولنے والے کی زبان سے لفظ آسانی کے ساتھ ادا ہوں۔ سُننے والے کو گراں نہ گزرے۔

خیر النساء۔ گاؤں والوں کو بھی اپنی بولی ہرگز سخت نہیں معلوم دیتی۔

محمُودہ۔ معلوم کیونکر ہو وہ شہر کی بولی کی نرمی سے واقف نہیں تم بولو کہ دونوں بولیوں میں تم کو کہاں کی بولی بھلی معلوم ہوتی ہے؟

خیر النساء۔ بھلی بُری تو میں کچھ جانتی نہیں مگر شہر والے جو اپنی نرم اور نازک بولی سے کام لیتے ہیں وہی کام گاؤں والے اپنی کرخت بولی سے نکالتے ہیں۔ کوئی مطلب ان کا اٹکا نہیں رہتا۔

حُسن آرا۔ پس یہی تو گنوارپن ہے کہ بھلے بُرے میں امتیاز نہیں مجھ کو تو دیہات کی بولی ایسی بُری معلوم ہوتی ہے جیسے کسی نے پتھر کھینچ مارا، سیدھے بول کی بھی ہڈی پسلی توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

شہر بانو۔ اس میں تو شک نہیں کہ دیہات والے لفظوں کی بڑی شامت بلاتے ہیں کوئی لفظ تشدید سے خالی نہیں نون کو جب بولیں گے ڈون، پانی کو پانڑیں، گاڑی کو گاڈی، خیر النساء کی بولی شہر میں رہنے سے بہت سنبھل گئی ہے۔ پھر بھی زبان کی اینٹھن نہیں گئی کچھ عجیب طرح سے لفظوں کو مروڑ تروڑ کر بولتی ہیں کیوں آپا محمودہ! یاد ہے جب خیر النساء نئی نئی آئی تھیں تو کس طرح بولی بولتی تھیں۔

محمُودہ۔ خیر النساء ایسی احسان فراموش نہیں ہیں۔ شہر والوں کا یہ سلوک تو ضرور یاد رکھیں گی کہ ان کی بدولت ان کی زبان درست ہو گئی۔

خیر النساء۔ ایک زبان کا درست ہونا میرا تو رواں رواں شہر والوں کا احسان مند ہے۔ تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا سینا پرونا پکانا ریندھنا جو کچھ مجھ کو آتا ہے

Marfat.com

سب کچھ شہر کی بدولت ہے مگر میں تو کہتی ہوں شہر والوں نے میری بولی خراب کر دی۔

حُسن آرا۔ لو اور سُنو وہی کہاوت ہے گدھے کو نون دیا۔ اس نے کہا میری آنکھیں دکھتی ہیں۔

خیر النساء۔ یہ بڑی شہر والی ہیں اور ان کو اپنی گفتگو پر بڑا ناز ہے۔ نہ سمجھیں نہ بوجھیں کہہ دینے سے کام۔

حُسن آرا۔ سیدھی تو بات ہے پہیلی نہیں چیستان نہیں سمجھنے کو کیا ہوا تم نے ہی کہا یہی نہ کہ شہر والوں نے میری بولی کو بگاڑ دیا۔

خیر النساء۔ ہاں ہاں بگاڑ دیا اب خدا کرے گا میں اپنے گھر جاؤں گی تو وہاں والے میری باتوں پہ ہنسیں گے اور میری نقلیں کریں گے۔

اُستانی جی۔ خیر النساء سچ کہتی ہیں بڑی خرابی کی بات ہے شہر کی بولی بولو تو گاؤں والے ہنسیں اور دیہات کی بولی بولو تو شہر والے چھیڑیں۔

حُسن آرا۔ دس ٹکٹوں میں ایک ناک والا نکواب کیا ٹکٹوں کے ڈر سے آدمی ناک کٹا ڈالے۔ خیر النساء شوق سے تم یہی بولی بولنا۔

خیر النساء۔ نہیں بوائیں جیسا دیس ویسا بھیس شہر میں آئی۔ کتابی کرنے لگی گھر گئی۔ پھر وہی آٹا روٹی۔

حُسن آرا۔ گاؤں میں تم جاؤ گی سہی مگر ممکن نہیں کہ تمہارا وہاں جی لگے انشاء اللہ اگلے ہی مہینے الٹے پاؤں بھاگو گی۔

خیر النساء۔ ہم گاؤں والیوں کا خدا ایسا دیدہ ہوائی نہ کرے کہ گھروں میں جی نہ لگے۔ اس مکتب کے سوا اور بھی کوئی چیز ہے جس کو میں گاؤں میں جا کر یاد کروں گی۔

حُسن آرا۔ ہزاروں لاکھوں چیزیں یاد کرنے کی ہیں ایک بات ہو تو کہوں بڑے سویرے

Marfat.com

بچھونے سے نہیں اُٹھے کہ چنے پر مل والوں کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔

خیر النساء۔ لے لاحول ولاقوۃ چنے بھی کوئی آدمی کا کھانا ہے یا جانوروں کا دانہ بس دیکھی شہر والوں کی نزاکت۔

حسن آرا۔ وہ دیہاتی چنے ہیں جن کا تم مذکور کرتی ہو شہر کے چنے سُبحان اللہ چھلتے ہوئے گرما گرم سوندھے خستہ اور ٹھڈی کا نام نہیں نرم ایسے کہ بے تکلف پوپلے کھاتے ہیں۔

شہر بانو۔ اور لطف یہ ہے کہ کوڑیوں اور لوہے کی کیل پرانے ٹاٹ اور گودڑ کے بدلے چنے لے لیجیے۔

حسن آرا۔ اور چنے والا ابھی گلی سے باہر نہیں نکلا کہ خوانچے والا آموجود ہوا۔ تازہ حلوہ پوری تازہ خستہ کچوریاں تازی مٹھائی ہمہ نعمت موجود ایک گیا ایک آیا۔ پہر رات گئے تک یہی تانتا لگا رہتا ہے۔ برتن کپڑا گوٹا کناری برف میوہ پھل ترکاری جو چیز چاہیے گھر بیٹھے لے لیجیے کتنے بڑے آرام کی بات ہے کباب ایک سے چٹپٹے مزیدار مٹھائیاں ایک سے ایک تحفہ خوشگوار چھ کوڑی کا سودا لو تو بھی دونے میں دیں گے یہ نہیں کہ سودا لینے جاؤ تو بھیک کا پیالہ گھر سے لے کر نکلو۔ سودے والوں کی صدائیں سُننے والوں کے دلوں کو لبھائیں۔ حق تو یہ ہے کہ دُنیا کی بہشت شہر ہے خدا رکھے تو شہر میں ورنہ گاؤں کے جینے سے مجھ کو مرنا قبول ہے۔

خیر النساء۔ اللہ ری چنوڑی مُنہ سوئی پیٹ کوئی بس کھانے پر مرتی ہیں ہم دیہاتیوں میں بھلے مانسوں کی بہو بیٹیاں بازار کی چیز زبان پہ بھی نہیں رکھتیں ہم لوگوں میں تو اس کو بڑا عیب گِنا جاتا ہے۔

حسن آرا۔ آہا! آپ بڑی بھلی مانس بڑی اشراف کیوں نہ ہو۔ شریف پور میں

Marfat.com

آپ رہتی ہیں اور ہم شہر والے کمینے اور رذالے۔
خیر النساء۔ کیوں کیا باہر والوں کی شرافت میں کچھ کلام ہے۔ ہم لوگ ٹکسالی اشراف ہیں۔
حسن آرا۔ تمہاری ذات کیا ہے؟
خیر النساء۔ بیچارے پتلی دال کے کھانے والے شیخ۔
حسن آرا۔ میں تو مغلانی ہوں۔ کیوں بوا کیا اس مکتب میں کوئی اور شیخ نہیں؟
حلیمہ۔ میں ہوں۔
کلثوم۔ میں بھی شیخ ہوں۔
زبیدہ۔ ہم بھی شیخوں کے نام لیوا ہیں۔
خیر النساء۔ حلیمہ اور کلثوم کا حال تو میں کچھ جانتی نہیں۔ زبیدہ جیسی شیخوں کا نام لیوا ہیں مجھ کو خوب معلوم ہے اور زبیدہ نے کہا بھی ٹھیک اپنے کو شیخ نہیں کہا شیخوں کے نام لیوا کہا۔ زبیدہ تم کون شیخوں میں شیخ ہو۔
زبیدہ۔ کون شیخ تو میں جانتی نہیں البتہ شیخ سنا کرتی ہوں۔
خیر النساء۔ اجی قریشی ہو عثمانی ہو صدیقی ہو (ہنسکر) ڈفالی ہو۔
زبیدہ۔ یہ مجھ کو معلوم نہیں مگر ڈفالی تم ہو گی۔
خیر النساء۔ تمہارے ماموں کا کیا نام ہے؟
زبیدہ۔ مرزا یار علی بیگ۔
خیر النساء۔ اور خالو۔
زبیدہ۔ میر تقی۔
خیر النساء۔ اور پھوپھی۔
زبیدہ۔ دلاور خاں۔

Marfat.com

خیر النساء۔ تو تم بُوا خاصی ست نجی شیخ معجونی ہو۔ ایک گھر میں چاروں ذات۔

خیر النساء۔ بیگم صاحبہ شہر کے شیخوں کو آپ نے دیکھا۔

حسن ارا۔ دوسری ذات میں رشتہ ناطہ کرنا کیا کچھ منع ہے؟

خیر النساء۔ شریعت میں تو منع نہیں مگر باہر کے اشراف منع سے بڑھ کر جانتے ہیں۔ ہم لوگ سیّدوں کو بیٹی نہیں دیتے۔ مغل پٹھان کی کون کہے اور تمہارے شہر کا یہ قاعدہ ہے کہ ذات جماعت کچھ نہیں دیکھتے۔ صورت شکل اور روپیہ پیسہ دیکھا پھر نہ بیٹی لینے کا مضائقہ نہ بیٹی دینے میں عار اور دیہات والوں میں استخوان اچھی چاہیے دولت ہو یا نہ ہو۔

محمودہ۔ بھلا اس سے حاصل جب خدا رسول کے نزدیک منع نہیں تو ذات وات کوئی چیز نہیں۔

خیر النساء۔ حاصل حصول تو میں کچھ جانتی نہیں بزرگوں سے ایک بات ہوتی چلی آئی ہے۔

اُستانی۔ دُنیا میں بے وجہ کوئی رسم جاری نہیں ہوئی۔ ذات سے بھی بڑے بڑے فائدے تھے اور ہیں دُنیا میں ذات سے زیادہ پرانی کوئی رسم نہیں اور کچھ نہ کچھ فائدہ اس رسم سے ہے آج تک یہ رسم موقوف نہیں۔ شروع پیدائش دنیا سے کئی ہزار برس تک بادشاہت کا انتظام بیٹھنے نہیں پایا۔ چاروں طرف لوٹ کھسوٹ مچی رہتی تھی آئے دن ڈاکے پڑا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ آپس میں مار کٹائی ہوا کرتی تھی ان دنوں جان و مال دونوں غیر محفوظ تھے اس واسطے پہلے لوگ جتھے باندھ باندھ کر رہتے تھے اور ایک دادا پردادا کی اولاد ایک گروہ بن جاتی تھی جس گروہ میں آدمی زیادہ ہوتے تھے وہی زبردست گنا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر گروہ میں یہ عہد و پیمان ہوتا تھا کہ

Marfat.com

آپس میں شادی بیاہ ہو اور اس گروہ کی طاقت کو گھٹنے نہ دیں۔ یوں ذات برادری کی رسم دُنیا میں پھیلی جو آج تک چلی جاتی ہے۔ کچھ ذاتیں پیشوں کے اعتبار سے بھی الگ ہوئیں مثلاً جولاہے، موچی، لوہار، بڑھئی وغیرہ اور اس سے یہ فائدہ تھا کہ اس ذات کے لوگ اپنے تئیں اس پیشہ کا ٹھیکیدار سمجھ کر اطمینان کے ساتھ کام کریں اور غیر آدمی اس کو ہاتھ نہ لگائے چنانچہ یہی دستور اَب تک چلا آتا ہے ہوتے ہوتے بادشاہت کا انتظام اَب بخوبی بیٹھ گیا۔ جان و مال کی حفاظت کے لیے اب نہ جتھا درکار ہے نہ گروہ ویسے ہی ذات برادری کا بچار کم رہ گیا ہے اور شہروں سے تو اَب بالکل اُٹھ ہی گیا پیشوں کے اعتبار سے جو ذات کا امتیاز تھا۔ اس میں بھی کمی ہے۔

خیر النساء۔ تو ذات کچھ فخر کی بات نہیں۔

اُستانی جی۔ آدمی آدمی سب برابر فخر کی بات اگر ہے تو ہُنر ہے

خیر النساء۔ مگر ذات پہلے سے چلی آتی ہے اور ذات پہ فخر بھی پہلے سے چلا آتا ہے۔

اُستانی جی۔ جن لوگوں سے ذاتیں چلیں وہ بڑی نمود کے لوگ تھے اور اپنے گروہ میں سردار تھے۔ آخر فخر کریں تو وہ لوگ اور یوں تو ذات پہ برابر فخر ہوتا چلا آیا ہے کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اس میں لوگ شیخی خورے نہ رہے ہوں جب لیاقت والے بزرگ مَر گئے جن کا نام تھا ان کی اولاد میں کوئی نام نمود والا ہوا انھیں اب یہ فخر کریں تو کس بات پہ بیچارے مُردوں ہی کی ہڈیوں کو چچوڑ رہے ہیں۔

خیر النساء۔ کچھ ہو مگر دھنیے جلاہوں کی برابری تو نہیں ہو سکتی۔

اُستانی جی۔ پھر حسن آرا بیگم کی امیری پہ ناحق اعتراض ہے ان کو امیری کا گھمنڈ تو کسی قدر جائز بھی ہے۔ ان کو خدا نے دولت تو دے رکھی ہے۔

Marfat.com

تمہارے پاس نری شیخی کے سوا اور کیا ہے اور خدا کے یہاں تو اس کی پرسش ہی نہیں۔ دیکھو اس زمانے کی سیدانیاں اپنے تئیں کتنا دور کھینچتی ہیں اور پیغمبر صلعم صاحب نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ کو جن سے سیدوں کی جڑ بنیاد ہے بلا کر فرمایا کہ اے فاطمہ رضؓ! اس دھوکے میں مت رہنا کہ میں پیغمبرؐ کی بیٹی ہوں بلکہ عاقبت کے لیے سامان کر جب خود حضرت فاطمہ رضؓ کا یہ حال ہے تو اب اور کس گنتی میں ہیں۔ ہندی کا ایک دوہا کیا ہی اچھا ہے۔

ذات پات نہ پوچھے کوئے ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے

حسن آرا۔ کیوں خیر النسار! اب تو کبھی ذات کا نام نہ لوگی۔

خیر النسار۔ تم تو بات بات میں امیری نہ جتاؤگی۔

استانی جی۔ ذات اور امیری پر کیا موقوف ہے۔ غرور تو کسی بات پر کرنا ہی نہ چاہیے۔

حسن آرا۔ دیہات والے چاہے ٹکسالی اشراف ہوں مگر عجب روڑھی بھدّی اور بہنگم صورتیں ہوتی ہیں کہ بے اختیار ہنسنے کو جی چاہتا ہے۔ نزاکت تو کسی کو چھو نہیں گئی اچھی بھلی صورت کو بگاڑ دیتے ہیں۔

خیر النسار۔ شہر والوں کی وضع اور قطع تراش کا جواب تو میں پہلے ہی دے چکی ہوں اگر وضعداری بے پردگی کا نام ہے تو ایسی وضعداری کو سلام ہے۔ اور ذرا مجھ کو نزاکت کے معنی سمجھا دیجیے۔

حسن آرا۔ مجھ کو تو ایسی ہندی کی چندی نہیں آتی۔

محمودہ۔ نزاکت یہ کہ دبلا ڈیل سوکھتے ہوئے ہاتھ پاؤں کم خوراک محنت اور تکلیف کی برداشت نہ کر سکے۔

خیر النسار۔ کیوں بیگم صاحب نزاکت کے یہی معنی ہیں نہ جو محمودہ نے بیان کیے۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ بے شک۔

خیر النسار۔ میں ہاری اور تم جیتیں۔ خدا ہم دیہات والیوں کو روگی اور اپاہج نہ کرے کیا الٹی سمجھ ہے معذوری پر فخر اور مرض پہ ناز اس کے بعد سب نے سکوت کیا تو خیر النسار بولی اور بھی کسی کو دیہات والیوں پر اعتراض کرنے کا حوصلہ ہو تو کہہ گزرے۔

حُسن آرا۔ ابھی تو میرے ہی اعتراض باقی ہیں دیہات والیوں کے بے سلیقہ ہونے میں بھی کچھ کلام ہے۔

خیر النسار۔ میں شہر والیوں کے لغت کم سمجھتی ہوں پہلے یہ تو فرمایئے کہ سلیقہ کسے کہتے ہیں؟

حسن آرا۔ نشست برخاست بات چیت کا دستور بولا جاتا ہے۔

خیر النساء۔ یہ واللہ باللہ اور قبلہ و کعبہ اور مجرا اور کورنش اور مزاج مقدس یہی نہ۔

حُسن آرا۔ ہاں یہ بھی داخل سلیقہ ہے دیہات والیوں کی طرح جی بوبو سلام حُسن آرا نے اس طرح دیہات کی بولی کی نقل کی کہ سب لڑکیاں ہنس پڑیں اور خود خیر النسا بھی ہنسی کو ضبط نہ کر سکی۔

خیر النساء۔ یہ تو پھر وہی بولی کا طعنہ ہوا۔ جھوٹے تپاک ظاہرداری کے اشتیاق بناوٹ کی لگاوٹ مُنہ دیکھنے کی محبت دکھاوے کے پیار کس کام کے ہم باہر والے سیدھے سادے مُنہ پر کم اور دل میں بہت کچھ میں وزیر بیگم کے ہاتھوں اسی ظاہرداری کے دھوکے میں تو ماری پڑی میٹھی چھری زہر کی بجھی مُنہ در مُنہ خاندانی پیٹھ پیچھے دشمن جانی چلو مکار دیکھ لیے تمہارے سلیقے اونچی دکان پھیکا پکوان۔ میں تمہارے رگ و ریشے سے واقف ہوں

Marfat.com

بس بہت منہ مت کھلواؤ ابھی تکلف کا لفافہ ادھیڑ کر رکھ دوں گی۔

محمودہ۔ بیگم صاحب اَب بس کیجیے ان کو وزیر بیگم کی بے وفائی پر غصہ آگیا ہے۔

خیر النساء۔ ہرگز مجھ کو غصہ نہیں ہے بے شک ان کو اعتراض کرنے دیجیے میں ان کو قائل کر کے رہوں گی۔

حسن آرا۔ ہاں۔

خیر النساء۔ ہاں اور ہاں۔

حسن آرا۔ بھلا سچ کہنا دیہات والیاں بے ہنر ہوتی ہیں یا نہیں؟

خیر النساء۔ قصور معاف یہ اعتراض آپ کے منہ سے اچھا نہیں لگتا۔ کوئی اور لڑکی کہے تو جواب دوں۔

حسن آرا۔ (کھسیانی ہو کر) میرا کیا مذکور تھا میں اَب تک دولت کو ہنر سمجھتی رہی اَب خدا نے چاہا تو تھوڑا بہت سیکھ ہی لوں گی۔ مگر ہنر مندوں سے شہر بھرا پڑا ہے۔ بہتر سے بہتر سلائی۔ بہتر سے بہتر کاڑھنا۔ بہتر سے بہتر کام ہر گلی کوچے میں ہے۔

خیر النساء۔ سچ ہے دیہات میں ایسے ہنر نہیں ہوتے۔

حسن آرا۔ بھلا شکر ہے تم نے ایک تو مانی۔

خیر النساء۔ ذرا سن تو لیجیے ان ہنروں کے نہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ دیہات میں ان چیزوں کی قدر نہیں اور نہ دیہات والوں کو ایسے تکلفات کی ضرورت اور عادت ہے۔

حسن آرا۔ نہیں گاؤں والوں میں کچھ عقل بھی واجبی ہی واجبی ہوتی ہے۔

محمودہ۔ عقل کی ترقی کے سامان گاؤں والوں کو میسّر نہیں زمین سے غلّہ پیدا کر لینا اور مویشیوں کو پالنا بس یہی دو بڑے کام ہیں۔

Marfat.com

خیر النسار۔ کھیتی بھی بجائے خود بڑا مشکل کام ہے ذرا دولت مند کو دیکھو زمین کو درست کرتے اور جنس کو اعلیٰ اور عمدہ بنانے کی کیا کیا نادر تدبیریں لکھی ہیں مگر سچ یہ ہے کہ کوئی کرتا نہیں زمین جوت کر بیج بو دیا۔ اللہ اللہ خیر سلا۔

حسن آرا۔ کیا دیہات میں عورتیں بھی کھیتی کرتی ہیں؟

خیر النسار۔ غریب آدمی جن میں پردے کا رواج نہیں ان میں بہو بیٹیاں مردوں کے برابر کھیتوں میں کام کرتی ہیں۔ مگر ہم لوگوں میں ایسا نہیں ہوتا۔ ہماری بھی کھیتی ہے گھر میں نرکاریاں بو لیں۔ امرود، انار، آڑو، فالسہ، کھیرنی، لیموں، نارنگی، بیر، آم اس طرح کے میوہ دار درخت جگہ ہوئی تو لگائے یا جی بہلانے کو ایک آدھ کیاری میں پھول۔ مگر پھر بھی دیہات والے خدا کے نمونہ قدرت سے ناواقف نہیں ہوتے کہ خشکے کا پیڑ اور متخن کے درخت کو دیکھ کر حیرت کریں۔

اُستانی جی۔ دیہات والوں کے حال پر البتہ مجھ کو بھی اس خیال سے تاسف ہوا کرتا ہے کہ اُن کو عقل کی اصلاح کا کچھ سامان بہم نہیں پہنچتا بیچاریاں انواع و اقسام کے اوہام میں مبتلا رہتی ہیں۔ ٹونے، ٹوٹکے اتارے چڑھاوے نظر گذر جن، آسیب۔ بھوت، پریت، چڑیل فال شگون جھاڑ پھونک جادو منتر نذر، منت ان چیزوں کا بیچارگاؤں والوں میں اکثر ہوتا ہے۔ شہر میں بھی یہ خرابی بہت تھی اب خدا خدا کر کے مولویوں نے درس سنا سنا کر کفر توڑا ہے یہی خیر النساء موجود ہیں ان کی چھوٹی بہن کو کس کس مصیبت سے میں نے چیچک کا ٹیکہ کرایا ہے کہ معاذ اللہ۔

Marfat.com

عورتوں کے توہمات کی ایک حکایت طولانی!

دیہات والوں کے خیالات میں بے دینی بہت ہے سبب کیا ہے علم کی کمی عقل کی کوتاہی ہمارے دور کے رشتے کی ایک نانی تھیں کوئی چار برس ہوئے پورے سو برس کی ہو کر مریں۔ اُن کے حالات سنو تو نہایت تعجب کرو۔ ایک تو اگلے وقتوں کی آدمی دوسرے مدّتوں میں باہر دیہات والوں کی خو بُو اُن میں اتنا اثر کر گئی تھی کہ بس وہم کا پتلا بن گئی تھیں اتنا چھونک پھونک کر تو قدم رکھتی تھیں مگر بیچاری رہیں سدا غمزدہ میاں بھائی جوان جوان بیٹے جوان جوان بیٹیاں سب ایک ایک کر کے اُن کے روبرو مرے اَب اپنی مرتیوں کو شہر میں آکر رہیں تو صرف ایک بھتیجا ساتھ تھا بھرے کنبے میں یہ ایک بچہ بچا تھا یوں ہی اس کی اللہ آمین تھی اور اس پر (اللہ جنت نصیب کرے) نانی کی احتیاط میں کہہ نہیں سکتی کس آفت میں وہ لڑکا مبتلا رہتا تھا کوئی دکھ ہو وہ دا تو اُس بیچارے نے جانی ہی نہیں کہ کِس کو کہتے ہیں بس ٹوٹے ٹوٹکوں پر اُس کی زندگی تھی جب نانی اُس کو لے کر شہر آئیں تو کوئی چار مہینے کا بخار تھا لڑکا ٹھوڑا سوکھ کر کانٹا ہو گیا تیلیوں جیسے ہاتھ پاؤں پر اچھا خاصہ ورم موجود۔ تلی اتنی بڑھی ہوئی کہ پیٹ میں سانس مشکل سے سمائے اور اس کے ساتھ کھانسی بھی ایسی کھانسی کہ رات دن دم نہ لینے دے یہ تو حال تھا مگر آدھی کی دوا نہیں ملنی تھی۔ خدا نہ کرے کچھ پیسے کا لالچ نہیں اس لڑکے کے لیے نانی کو اپنی جان تک سے دریغ نہ تھی۔

Marfat.com

اور سوائے اس کے ان کا اور تھا کون۔ آپ گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ مال و متاع جو کچھ تھا اسی لڑکے کا تھا جونہی پالکی سے اس نیم جان لڑکے کو لے کر اُتریں ہم سب تو اُس کی صورت دیکھ کر ڈر گئے۔

مَیں۔ اچھی نانی اس لڑکے کا کیا حال ہے اور کب سے یہ بیمار ہے؟

نانی۔ تیزی کا چاند دیکھ کر جو پڑا ہے تو اب تک نہیں سنبھلا مرت بیاہی کے بچوں کی یہی تو خرابی ہے بات بات میں ہٹ بات بات میں ضد اس کی ضد نے اس کو بھی اس ہڈرے کو پہنچایا اور میں تو اس کی بیماری میں مرنے سے بدتر ہو رہی ہوں کھانے کا مجھ کو ہوش نہیں اپنے تن بدن کی مجھ کو خبر نہیں دھڑکوں میں جان جاتی ہے۔

مَیں۔ اچھی پھر اس شہر میں کوئی حکیم کوئی ڈاکٹر نہ تھا۔

نانی۔ بہتیرے حکیم بہتیرے ڈاکٹر۔ مگر جب یہ کسی کے بس کے ہوں۔

مَیں۔ کیا یہ دوا نہیں پیتا پرہیز نہیں کرتا۔

نانی۔ نہیں دوا تو پی لیتا ہے اور پرہیز کو تو اب پانچواں مہینہ ہے۔ اُبالی کھچڑی کے سوا دوسری چیز زبان پر رکھی ہو تو حرام۔

مَیں۔ پھر کیا علاج نے فائدہ نہیں کیا؟

نانی۔ حکیموں کا علاج تو کیا ہی نہیں۔

مَیں۔ اچھی حکیم کسی اور وں کے واسطے ہیں یہ تو حال لڑکے کا ہو گیا ہے اور ابھی تک دوا بھی عمدہ سے عمدہ ملتی ہے بسم اللہ کر کے کل ہی علاج شروع کر دیجیے۔

نانی۔ حکیم کا علاج کرتے تو میں یہاں نہیں آئی البتہ کچھ منتیں ہیں اُن کو اُتارنا ہے۔

مَیں۔ حکیم کی دوا کرنے میں تامل کی کیا وجہ ہے؟

Marfat.com

نانی ۔ یہ مرض حکیموں کے قابو کے نہیں ہیں۔ اس لڑکے کی ماں کو کوکھ کا خلل تھا۔ پانچواں برس بچے کو لگا اور رخصت ہوا یہ لڑکا دسویں جگہ ہے نہیں معلوم کہاں کہاں کی خاک چھانی اور اس لڑکے کے پیچھے میں نے اپنا لہو اور پسینہ ایک کر دیا۔ اس دکھ کا دستور ہے کہ بارہ برس تک اس کا زور رہتا ہے ایک چار مہینے مصیبت کے اور ہیں یہ ٹل جائیں تو خاطر جمع ہو۔

مَیں ۔ اس طرح کے دُکھ لوگوں سے تو میں بھی سُنتی ہوں مگر کچھ دِل سے میں اس کی قائل نہیں ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دُکھ ہو ماں کو اور بچّوں پر بارہ بارہ برس تک اس کا اثر رہے اور کوئی دُکھ ہو اُس کی کچھ دوا ہے یہ کیسا لاعلاج دُکھ ہے کہ طبیب اس کے قائل نہیں اور وید اس کو تسلیم نہیں کرتے ڈاکٹر اس کو نہیں مانتے اور نہ کچھ اس کی کیفیت معلوم ہوتی ہے کہ ہے کیا بلا۔

نانی ۔ ہاں اس تیرھویں صدی میں یہ نئی حکمت ایجاد ہوئی ہے ورنہ ہمارے خسر کیسے بڑے مولوی تھے کہ دنیا جہاں میں اُن کا فتویٰ چلتا تھا۔ خود اس کے عامل تھے اب برکت والے علم والے لوگ اُٹھ گئے کٹھ ملّا رہ گئے ہیں جن کو نماز تک کی نیّت نہیں آتی۔ نئے نئے مسئلے نکالے ہیں پیر پیغمبر کے دُرود فاتحہ کو حرام بتائیں۔ سہرے کنگنے کو منع کریں شادی بیاہ میں نوبت نقارہ سب بند۔ تیرتھوار پیغمبروں سے چلے آتے ہیں۔ سب موقوف، محرم کا شربت حرام۔ شب برات کا مانڈا حلوہ حرام، عید کی سیوّیاں حرام۔ مرد تو بگڑے ہی تھے انہوں نے عورتوں کو بھی اپنے ساتھ خراب کیا وہی کہاوت ہے ؎

مَیں تو ڈوبا ہوں مگر تجھ کو بھی لے ڈوبوں گا۔

Marfat.com

اب کی سہاگنیں رانڈوں سے بدتر نہ کپڑوں میں رنگ نہ مُنہ میں مسّی نہ ناک میں نتھ نہ ہاتھوں میں چوڑیاں۔

مَیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر اس سے کوئی خرابی تو پیدا نہیں ہوئی بلکہ سردست ایک فائدہ ہوا کہ رسموں کی پابندی میں جو تکلیف ہوتی اُس سے محفوظ رہے۔

نانی۔ جب سے رسمیں اُٹھ گئیں دُنیا سے رونق برکت محبت سبھی کچھ تو اُٹھ گیا۔ رہا کیا ہے۔ یہاں بیبیوں میں وُہ اگلے وقتوں کے سے اخلاص نہ رہے، بھائیوں بہنوں میں پہلی سی محبتیں نہ رہیں نہ وہ سستے سمے ہیں نہ دُہ فراغتیں ہیں اَب تو گھر گھر روٹیوں کے لالے پڑے ہیں۔

مَیں۔ نمود اور تکلف کی چیزیں نئی نئی بہت چل نکلی ہیں اس سے سب کے خرچ بڑھ گئے ہیں اور ملک میں ہر طرف امن ہونے سے ایک جگہ کی پیداوار تمام ملک میں پھیل جاتی ہے دو سال اس طرف خشکی رہی کلکتہ تک سے غلّہ کھینچا چلا آتا تھا دُوسرے آدمیوں کا شمار بہت بڑھ گیا ہے اناج سستا ہو تو کیوں کر ہو۔

نانی۔ اے چل لڑکی میں ایسے ڈھکوسلے نہیں سمجھتی میرے گھر آپ کھیتی ہوتی ہے بیگھے میں دس۱۰ من ہوتا ہے تو اب دو۲ من نہیں ہوتا۔

مَیں۔ نانی میں نے کھیتی نہیں کی لیکن اس فن میں دو ایک کتابیں دیکھی ہیں اس میں شک نہیں کہ اگلے زمانہ کی نسبت ان دنوں زمین کی پیداوار گھٹ گئی ہے سو اس کا سبب یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں عملداری کا انتظام خراب تھا لوٹ کھسوٹ کے ڈر سے کھیتی کم ہوتی تھی اور بہت بہت زمین پڑی رہا کرتی تھی اور پڑے رہنے سے اس کی طاقت بڑھتی تھی جب بوئی جاتی تو بڑے اناج ہوتے اب کسی سال زمین پڑی نہیں رہتی پیداوار تو گھٹا ہی چاہیے۔

Marfat.com

نانی۔ بیٹی وہ پہلے کی سی برسات ہی نہیں ہوتی اتنی عمر ہونے آئی ایک چورانوے کے کال کے سوائے ہم نے تو قحط کا نام نہیں سُنا تھا۔ اب تو قحط ایک معمولی بات ہوگئی چار برس ہوئے اڑیسہ خاک سیاہ ہوگیا۔ دو برس ہم لوگوں نے مصیبت جھیلی امسال فصل اچھی ہے تو پنجاب بگڑا ہوا ہے غرض کسی نہ کسی طرف کال ضرور رہتا ہے۔

مَیں۔ نانی میں تو جانتی ہوں برساتیں جیسی سدا سے ہوتی آتی ہیں ویسی ہی اَب بھی ہوتی ہیں بلکہ نہروں کے جاری ہونے سے جا بجا پانی کی افراط ہوگئی ہے گو گلے وقتوں میں ہم کو اور شہر کا حال معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اب ایک جگہ ذرا سی خرابی ہوتی ہے تو تمام ملک میں ڈھنڈورا پٹ جاتا ہے۔

نانی۔ ایک تو برسات نے کچھ ایسا لیل و نہار بدلا ہے کہ نہ گرمی میں گرمی رہی نہ جاڑے میں جاڑا۔

مَیں۔ عجب کیا ہے ہزاروں کوس کے جنگل کٹ کر آباد ہوگئے جا بجا نہریں جاری ہیں آبادی ڈیوڑھی ہوگئی ان باتوں نے آب و ہوا پر ضرور اثر کیا ہوگا۔

نانی۔ اثر کیسا جن بیماریوں کا نام نہیں سُنا تھا برس میں دو دو بار اُن کا دورہ ہوتا ہے کوئی سال تو ہیضے اور چیچک سے خالی نہیں ہوتا۔

مَیں۔ کیا ہیضہ اور چیچک پہلے نہیں تھے؟

نانی۔ ہیضہ ہوتا تھا مگر وہی گرانی اور بدہضمی کے ہیضے ہوتے تھے۔ سو بھی شاذ و نادر اَب تو عالمگیر وبا رہتی ہے چیچک البتہ پہلے سے چلی آتی ہے جو آدمی کے اس حصّے میں آیا ہے چیچک سے نہیں بچا قبر کے اندر تک تو نکلتی ہے۔

مَیں۔ نانی اس کا تو انگریزوں نے ٹیکا وہ حکمی علاج نکالا ہے کہ کبھی خطا ہی نہیں کرتا۔

Marfat.com

نانی۔ اے ہے آگ لگے اس ٹیکے کو مَیں پانچ مہینے سے وہی دکھڑا جھیل رہی ہوں اس لڑکے کو اور روگ کیا ہے اس کے بادانے میرے بے پوچھے ٹیکہ لگوا دیا۔ ابھی تک مصیبت سے پناہ نہیں۔

مَیں۔ دانا اُٹھا تھا۔

نانی۔ اٹھنا کیسا ساری ناتھ مہینوں پکا کی۔

مَیں۔ پھر چیچک تو نہیں نکلی ہوگی۔

نانی۔ بڑی ذات کی تو نہیں نکلی اور بڑی نکلی ہوتی تو بھلے ہی دن نہ ہوتے۔

مَیں۔ کھسرا تھی تو وہ کچھ ایسی خطرناک نہیں ہوتی۔

نانی۔ اوپر والوں کی بے ترتیبی نے بگاڑ دیا اول تو ٹیکہ لگوایا دوسرے ان کے نکلنے میں جو پرہیز ہوتے ہیں وہ نہ کیے۔

مَیں۔ کھسرا میں کچھ پرہیز بھی ہوتا ہے؟

نانی۔ کیوں نہیں گھر میں بگھار نہ لگے دھوبی کے گھر کے دُھلے ہوئے سفید کپڑے گھر میں کوئی نہ بدلے باہر سے اول تو کوئی آنے نہ پائے اور جو ایسی ہی ضرورت ہو تو دھوم کر اور دم لے کر خوشبو کسی قسم کی پاس نہ آئے۔ دوا تو اس بیماری میں کرنی ہی نہ چاہیے۔ گرج کی آواز بچے کے کان میں نہ پڑے۔ اسی طرح کے بہتیرے پرہیز ہیں مگر کرے کون ان کے بادا انہیں بگڑے ہوئے مولویوں میں ہیں اُن کے یہاں نہ کچھ پرہیز ہے نہ احتیاط بلکہ اس کو شرک اور کفر بتاتے ہیں اس لڑکے کو کھسرا نکلی تو ضد کر کے پرہیز یاں کیں۔ کھسرا آنکھیں دُکھنے آئیں تو کمال کا علاج ہُوا میں ہر چند کہتی رہی کہ دیکھو کھسرا کی آنکھیں ہیں۔ دوا مت کرو ایک نہ مانی ایسی آنکھوں کی دوا یہی ہوتی ہے چنے کی دال اتار رکھی سات پھُول اُتار کر رکھ چھوڑے آنکھیں اچھی ہوئیں نہر میں بہا

Marfat.com

دیئے خیر اُنہوں نے آنکھیں تو اچھی کر والیں مگر آنکھوں کا اچھا ہونا تھا کہ بخار آنے لگا تب تو میں نے کہا کہ بلا سے شرک کہتے ہیں تو ہم کرتے ہیں مگر ہماری بات میں دخل مت دو۔ ان کے باوا تو اسی بات پر لڑ کر علاقے پر چلے گئے تب سے انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ لڑکا مرتا ہے یا جیتا ہے میں اس کے پیچھے دیوانی بن رہی ہوں دنیا بھر کی تدبیریں کر چکی بخار ہے کہ ایک دن کو پیچھا نہیں چھوڑتا۔

مَیں۔ اچھی نانی تم کہتی ہو حکیم کا علاج نہیں کیا پھر وہ دُنیا بھر کی تدبیریں کیا تھیں جو تم کر چکیں۔

نانی۔ مہینوں تو شربت کی کلھیاں اُتار کر چوراہے میں رکھوائیں۔ تمباکو کا ہاتھی بنا کر بلانا غہ سرہانے رکھا۔ رتھ کے پھُندنے اس کے گلے میں لٹکائے سینکڑوں دفعہ پانی اور انگارے اس پر سے اتارے۔

مَیں۔ نانی انگارے کیوں کر اتارتے ہیں؟

نانی۔ پانی اور رسات انگارے سر کی طرف سے پاؤں تک اُتارے اور گھر کی موری کے پاس جا کر ٹھنڈے کر دیئے اور ٹھنڈے وقت مُنہ سے کہہ دیا کہ بھوکا ہے تو آگ کھا اور پیاسا ہے تو پانی پی۔

مَیں۔ اچھا پھر یہ سب کچھ تو کر چلیں اور کچھ فائدہ نہیں ہوا روز بروز لڑکے کی حالت ردّی ہوتی گئی تو اَب حکیم کا علاج بھی کر دیکھو۔

نانی۔ یہ سب بگاڑ علاج ہی سے تو پڑے ہیں۔ اَب پھر علاج کروں تو لڑکے سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔

مَیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کھسرا کی گرمی اندر بھر گئی ہے۔ اس کو ٹھنڈائی نہیں پہنچی۔ اس لڑکے کی افتاد تو ماں کے پیٹ سے بگڑی ہوئی ہے آج کل لڑکیاں بڑے

Marfat.com

بوڑھوں کو تمہاری طرح احمق تو سمجھتی ہی ہیں اُس نے بھی میرے کہنے پہ کبھی خیال نہ کیا اچھوتی کو کھ کو بیٹھے بٹھائے روگ لگا لیا۔

مَیں۔ کیا کچھ کھانے پینے میں بے احتیاطی کی؟

نانی۔ نہیں اس روگ کی روک ان سے نہ ہو سکی۔

مَیں۔ اچھی نانی مجھ کو تو بتاؤ کس بات سے اس کی روک ہوتی ہے۔

نانی۔ آٹا چھاننے میں جو آٹے کا گھیرا زمین پر بن جاتا ہے۔ اس کو لانگھنے سے یہ دُکھ ہو جاتا ہے۔ دونوں وقت ملے جائے ضرور جاتے سے کسی کے ساتھ برابر کھڑے ہو کر گلے لگنے سے دوپٹے کا پلّو زمین پر لٹکنے سے چراغ کا ہاتھ پیٹ کو چھو جانے سے درخت تلے نہانے سے دُکھ والی کے نہانے کا پانی لانگھنے سے۔

مَیں۔ تو معلوم ہوتا ہے یہ کوئی بدنی بیماری نہیں۔

نانی۔ توبہ توبہ ایک طرح کا آسیب ہے اور آدمی سے آدمی کو اُڑ کر لگ جاتا ہے۔

مَیں۔ آخر سب سے پہلے جس عورت کو ہوا ہوگا تو از خود ہوا ہوگا۔

نانی۔ خدا کی پناہ لڑکی تو بلا کی حجتی ہے مَیں نے کہا نہیں کہ از خود بھی یہ روگ پیدا ہو جاتا ہے۔

مَیں۔ نانی تم کو خفا ہوتی ہے اَب تم سے نہ پوچھیں تو کس سے پوچھیں۔

نانی۔ لے چل مکارہ میں خوب سمجھتی ہوں تو مجھ کو باتوں میں بناتی ہے۔

مَیں۔ اے ہے نانی مَیں اور تم کو بناؤں گی۔

نانی۔ بالکل تیری ہی سی طبیعت اس لڑکے کی ماں کی تھی وہ بھی بات بات میں ناحق کی حجتیں نکالا کرتی تھی جب تک جی خوش نصیب نہ ہوئی اَب آپ تو چل بسی آفت ہمارے سر پہ ہے اور ماں باپ کے اختیار میں رہتا تو بہ توبہ کیا یہ جیتا۔

Marfat.com

وہ تو جس دن سے یہ رمح پڑی مجھی سَری کی تھی کہ ہر طرح کی خبر گیری کرتی رہی گنڈے اور توسے اور منتیں اور چڑھاوے کوئی بات تو میں نے اٹھا نہیں رکھی۔

مَیں۔ نانی بہت ہی بُرا عقیدہ تمہارا ہے توبہ کرو توبہ اب مرنے کے دن قریب آئے خدا کو کیا جواب دو گی۔ سوائے خدا کے مرنا جینا بھی کسی کے اختیار میں ہے یہی شرک ہے۔

نانی۔ خدا برحق اور اس کی قدرت برحق یہ باتیں بھی اُسی نے بتائی ہیں۔ دکھا تو کونسے قرآن میں لکھا ہے کہ بچہ پیٹ میں ہو اور دُہرے دُہرے گہن پڑیں اور بچے والی آنگن میں چلے پھرے اور کام کرے بتا تو کون سی حدیث میں آیا ہے کہ بچوں کو مکان میں اکیلا چھوڑ دیا کرو۔ اور النوں کے تلے درختوں کے نیچے بے تامل دودھ پلایا کرو۔

مَیں۔ قرآن اور حدیث میں سینکڑوں جگہ لکھا ہے کہ موت وحیات صرف خدا کے اختیار میں ہے اور بندہ عاجز ہے۔

ع نہیں اس کے سوا طاقت کسی میں
کہ کام آوے کسی کی بے کسی میں

نانی۔ بھلا آگ کا کام جلانا ہے یا نہیں؟

مَیں۔ ہے اور خدا نے یہ تاثیر آگ میں رکھ دی ہے۔

نانی۔ بس نظر اور پرچھانوے میں خدا ہی نے یہ تاثیر رکھی ہے۔

مَیں۔ تم نے یہ زبردستی ناحق کی تاثیریں مان رکھی ہیں کہیں سے اس کی اصل نہیں پائی جاتی۔

نانی۔ اے لڑکی نظر کی تاثیر میں بھی کلام ہے نظر تو مشہور بات ہے پتھر کو توڑ دیتی ہے۔ آدمی تو آدمی جانور کی نظر لگ جاتی ہے۔

Marfat.com

مَیں ۔ کس جانور کی۔
نانی ۔ کتے کی، چھپکلی کی۔
مَیں ۔ در و دیوار کی نظر لگنے کی تو غضب ہے کوئی زمین کے پردوں میں آدمی جا کر کھائے۔
نانی ۔ زمین کے پردوں میں نہ جائے تو ایسی بے احتیاطی بھی نہ کرے کہ ہر کس و ناکس کے سامنے کھانے لگے تم علاج علاج بہت پکارتی ہو دیکھو ایک ہی نظر ہے لاکھ علاج کرو جب تک وہ چیز نظر والے کو نہ پہنچ جائے گی. کوئی علاج تو فائدہ کرنے ہی کا نہیں۔
مَیں ۔ آخر نظر کا کچھ دفعیہ بھی ہے۔
نانی ۔ نظر والے کی پاؤں تلے کی مٹی یا لہسن پیاز مرچ نمک چولہے میں جلاتے یا وہی کھانا چوراہے میں رکھوا دیتے ہیں یا نظر والے کو کھلا دیتے یا نظر رسیدہ کے ہاتھ سے گوشت چھوا کر چیلوں کو دے دیتے ہیں بعض لوگ کھانے سے پہلے حق نظری نکال کر رکھ چھوڑتے ہیں کچھ کر دے صدقہ اور صدقہ دیا دُور بلا ثواب کا ثواب اور علاج کا علاج۔
مَیں ۔ نہ ثواب نہ علاج۔ ثواب تو جب ہے جب خدا واسطے کو دیا جائے ایسا دینا تو ایک طرح کی بھینٹ ہوئی اور علاج سے تو کچھ علاقہ ہی نہیں۔
نانی ۔ جو کچھ سمجھو۔ نظر کے زہر کے اتار کا منتر ہے تو یہ ہے۔
مَیں ۔ نانی تم اتنی ہی تو احتیاط کرتی ہو مگر اس کا اثر تو خاک نظر نہیں آتا ہم نے تو تم کو سدا روتے ہی دیکھا۔ تم سے ہزار درجہ تو وہ لوگ خوش ہیں جو ان باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔
نانی ۔ بیٹی میرے رونے کی کچھ نہ پوچھو جب سے آنکھ کے نیچے یہ مسہ اٹھا آنسو

Marfat.com

نہیں تھما۔

مَیں۔ پھر اس بیچارے لڑکے کو اسی طرح گھلایئے گا یا کچھ تدبیر بھی کیجیے گا۔

نانی۔ اس کو کھانسی اور بخار دو روگ ہیں سو کھانسی کو تو ابھی چار دن اور مَیں نہیں چھیڑتی۔

مَیں۔ کیوں!

نانی۔ اس کی کھانسی کالی کھانسی ہے اور اس کی بڑی عمدہ دوا یہ ہے کہ کالے گھوڑے کے سوار سے پوچھے جو کہے سو کرے سو گیارہ دن ہوئے ایک شخص کالے ٹٹو پر چڑھا جاتا تھا اُس سے پوچھا تو اُس نے کہا دو ہفتے میں آپ اچھی ہو جائے گی۔ رہا بخار سو اس کی منتیں اتارنی مقدم ہیں۔ دیکھتی ہو چار چوٹیاں سر پہ ہیں گردن میں ہنسلیوں اور چاندوں کا ڈھیر ہو گیا ہے کہیں کی چادر دینی ہے کہیں کا بکرا ماننا ہوا ہے یہ منتیں اُتریں بُخار کو اُترا سمجھو تکلیف اس کو ہے میں جانتی ہوں مگر میری خاطر جمع ہے میں خواب میں اس کو مُردہ دیکھ چکی ہوں اور جس کو مُردہ دیکھو اُس کی زندگی دراز ہوتی ہے۔ غرض کہ ہزار ہزار تدبیر کی کہ علاج ہو نہ ہو آب و ہوا کی تبدیلی سے خود بخود لڑکے کی طبیعت بہت کچھ سنبھل گئی تھی کہ یکایک سُنا کہ نانی کہ کل جا رہی ہیں۔

مَیں۔ اچھی نانی ایسی جلدی۔

نانی۔ ہاں بوا مکان اچھا نہیں کیا کروں۔

مَیں۔ ہاں کچھ بند بند سا ہے۔ ہوا کم لگتی ہو گی رات کو بالاخانے پہ سو رہا کرو۔

نانی۔ آگ لگے اس گھر کو اور اس کے بالاخانے کو کوئی آدمیوں کے رہنے کا ہے۔

مَیں۔ نانی ایسا بہت چھوٹا تو نہیں ہے اور بالاخانہ تو خوب ہی ہوادار ہے نیچے کا صحن البتہ البتہ بھچا بھچا ہے۔

Marfat.com

نانی۔ تم ہواہی کو پیٹتی ہو رات بھر بچہ اُچھل اُچھل پڑتا ہے اور کچھ ایسا بھیانک بھیانک کہ خود مجھ ہی کو ڈر لگتا ہے۔ تمام رات بُرے بُرے خواب نظر آتے ہیں۔

مَیں۔ کبھی کچھ آنکھوں سے بھی دیکھا ہے۔

نانی۔ جھوٹ کیوں کر کہہ دوں دیکھا بھالا تو کچھ نہیں خدا نہ دکھائے مگر نہیں بوا مکان بُرا ہی ہے۔

مَیں۔ اچھی کیا بُرائی ہے۔

نانی۔ تمام رات تو کم بخت بلیاں روتی ہیں۔ پچھواڑے بڑ کا درخت ہے اس پر اُلّو رہتا ہے۔ رات کو جب آنکھ کھلی گلی میں کتوں کو روتے سنو کوٹھا سب سے زیادہ خراب ہے۔

مَیں۔ دو۲ برس تک ایک کرایہ دار بال بچوں سمیت اسی کوٹھے پر رہا ہم نے تو کچھ شکایت نہیں سُنی۔

نانی۔ اس کے اُٹھ جانے پر خراب ہو گیا ہو گا۔

مَیں۔ اچھی ایسا بھی ہوتا ہے۔

نانی۔ کیوں اچھے گھر میں چالیس دن چراغ نہ جلے تو اس میں دخل کر لیتے ہیں۔

مَیں۔ نانی شہر کی ہوا لڑکے کو خوب راس آئی ہے۔ دیکھو تو پہلے کی نسبت ماشاءاللہ کتنا فرق ہے مہینہ سوا مہینہ اور رہ جاؤ یہ لڑکا بالکل اچھا ہو جائے گا۔

جی ان کا تو وہی منتوں کا تقاضا تھا سو میں کر چکی اب کچھ ڈر کی بات نہیں اصل خیر سے ان کی سالگرہ ہو جائے تو پھر مجھ کو کسی طرح کا کھٹکا نہیں مَیں تو آپ باہر سے گھبرا گئی ہوں۔ اس کی سالگرہ ہوئی اور میں سب کو ساتھ لے کر آئی۔ غرض ایسا وہم دل میں سمایا کہ نہ ٹھہریں پر نہ ٹھہریں۔

دیکھو! ان ہماری نانی کے کیسے خیالات تھے جن کو دین اور عقل سے

Marfat.com

کچھ واسطہ نہ تھا اور یہ سب دیہات میں رہنے کا اثر تھا۔ سب سے بڑا عیب تو دیہات میں یہ ہے دوسرے عورتوں پر کچھ اس طرح کی سختی اور قید ہے بیان نہیں ہو سکتا آٹھ آٹھ اور دس دس برس کی بیاہی ہوئیں اور تین تین چار چار بچوں کی مائیں مگر گھونگٹ کا بوتڑا چڑھا ہوا ہے بات چیت سے معذور گفت و شنید سے محروم غرض کہ شرعی پردہ داری کے ساتھ جو آزادی عورتوں کو حاصل ہونی چاہیے دیہات میں میسر نہیں۔ غلامی کی حالت میں بیچاریوں کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ از بسکہ حسن آرا کی منگنی جھجھر میں ہوئی تھی اس بات کو سُن کر ایسے سناٹے میں ہوئی کہ پھر بولی ہی نہیں۔ جب شام ہونے آئی اُستانی جی نے کہا لڑکیو! تم کو خدا کی سنوار ہے مسیح الملک کی کہانی کو کچھ ایسی گھڑی تہ کیا ہے کہ پھر اس کا نام تک نہیں لیا کوئی معمول ہو ایک روز بھی ناغہ ہو جاتا ہے تو چالیس دن کی برکت اُڑ بڑ جاتی ہے۔ تم کو کہانیوں میں کھیل سوجھتا ہے اور میں سبق سے بڑھ کر ان کو ضرور سمجھتی ہوں جاؤ کتاب نکال لاؤ۔

حسن آرا نے مسیح الملک کی کہانی پڑھکر سُنائی

اس اثنار میں حسن آرا نے بھی چپکے چپکے اتنی استعداد پیدا کر لی تھی کہ عبارت پڑھ سکتی تھی فراٹے کے ساتھ تو نہیں پڑھا جاتا تھا مگر اٹکتی بھی نہ تھی شاذ و نادر کوئی عربی فارسی کا لفظ آگیا تو ذرا کے ذرا رُکی اور چل نکلی کہانیوں کا نام سُن کر حسن آرا کے دل میں گدگدی ہونے لگی اور محمودہ کے پاس جا کر آہستہ سے کہا کہ آج جی چاہتا ہے کہ میں پڑھوں۔

محمودہ۔ بسم اللہ۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ اُستانی جی سے کہتے شرم آتی ہے۔
محمودہ۔ شرم کی کیا بات ہے میں کہہ دوں۔
حُسن آرا۔ کِسی کو میرے پڑھنے کا حال معلوم نہیں سن کر تعجب ہوگا۔
محمُودہ۔ ہوگا تو سہی۔
حُسن آرا۔ سب کان لگا کر سُنیں گی ایسا نہ ہو میری سٹی بھول جائے۔
محمُودہ۔ ان میں کوئی اجنبی آدمی نہیں ہے پڑھنے میں کتاب کے سوائے تم دوسری طرف خیال نہ کرنا۔
حُسن آرا۔ آگے کی کہانی کچھ بہت مشکل ہے۔
محمُودہ۔ نہیں منتخب الحکایات تم بے تامل پڑھتی ہو اس سے تو کہیں سہل ہے۔
حُسن آرا۔ تم میرے پاس بیٹھنا۔
محمُودہ۔ ضرور۔
حُسن آرا۔ اُستانی جی تو کچھ خفا نہ ہوں گی۔
محمُودہ۔ خفا کیوں ہونے لگیں۔
حُسن آرا۔ اے ہے جی ڈرتا ہے۔
محمُودہ۔ اُستانی جی کی خفگی سے؟
حُسن آرا۔ نہیں سب کے سامنے پڑھنے سے۔
محمودہ۔ اجی آنکھیں نیچی کیے تم پڑھ چلنا دیر میں حیا ڈھل جائے گا۔ اتنے میں رابعہ کتاب نکال پہنچی جونہی چاہتی تھی کہ پڑھے محمودہ نے کہا اُستانی آج حکم ہو تو حُسن آرا کہانی پڑھیں۔ یہ سُن کر سب کو حیرت ہوئی۔
اُستانی جی۔ ہاں۔
محمُودہ۔ حُسن آرا بیگم کئی مہینے مجھ سے چُھپ چُھپ کے پڑھتی تھیں۔ اب عبارت پڑھنے

Marfat.com

لگی ہیں۔

اُستانی جی۔ شروع میں ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے پڑھنے کو کہا تھا میں نے اس خیال سے روک دیا کہ ان کا شوق خوب تیز ہو لے تب شروع کراؤں پھر انہوں نے کچھ تذکرہ نہیں کیا میں سمجھی ابھی ارادہ نہ ہوگا۔

محمودہ۔ جناب اُسی دن اُنہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ ماشاء اللہ ایسا ذہن ہے کہ میں نے تو نہیں دیکھا ایک دن میں تو انہوں نے ساری الف بے پہچان لی تھی اور کچھ ایسا حافظہ خدا نے دیا ہے کہ جو پڑھا بس پتھر کی لکیر۔

غیرت اور غور

اُستانی جی۔ حسن آرا بیگم! محمودہ سے تمہارے پڑھنے کا حال سُن کر میں بہت خوش ہوئی اور اتنی تھوڑی مدّت میں جو تم نے عبارت پڑھ لینے کی استعداد حاصل کی میں سب لڑکیوں کے روبرو تم کو اس کی شاباش دیتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ محمودہ سے چھپ کر پڑھنے کا یہ سبب ہوا ہے کہ تمہاری غیرت نے چھوٹی لڑکیوں کے روبرو جو کتابیں پڑھتی ہیں الف بے پڑھنا پسند نہیں کیا میں تمہاری اس غیرت پر آفریں کہتی ہوں۔ غیرت آدمی کو خدا نے اسی واسطے دی ہے کہ وہ نیک کاموں میں اس سے مدد لے غیرت سستی اور کاہلی کا تازیانہ ہے۔ غیرت سے شوق کو تیزی اور ارادوں کو پائیداری حاصل ہوتی ہے۔ غیرت ہمارے حق میں امداد الٰہی اور تائید غیبی ہے مشکلوں پر غالب آنے اور دِقّتوں کو رفع کرنے کے لیے غیرت ایک عمدہ ہتھیار ہے۔ غیرت محنت کو راحت اور تکان اور آسائش دیتی ہے۔ غیرت ہمارے دلوں کی توانائی اور ہماری جانوں کی قوت ہے۔ غیرت وہ تیر ہے

Marfat.com

جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔ غیرت وُہ تدبیر جس کا نتیجہ ہمیشہ کامیابی اور فتحمندی ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے مزاج غیور ہوں اور اقبال مند ہیں وہی جو غیرت مند ہوں حُسن آرا بیگم ہزار خوبیوں کی ایک خوبی تم میں یہ غیرت ہے۔ اے لڑکیو! تم سب اس کا اہتمام کرو کہ تمہاری غیرتیں ماند اور مدھم نہ ہونے پائیں۔ حسن آرا بیگم! یہ دو تین مہینے جو تم نے پڑھنے میں صرف کیے تم خود سمجھ گئی ہو گی کہ تمہاری عمر کا یہ بہت چھوٹا سا حِصہ کیسا عمدہ تھا۔ ایسے ایسے نہیں معلوم کتنے ہم تم نے باتوں اور نیند میں ضائع کر دیئے اور اگر اس وقت کی طرح ان کو بھی کام کی باتوں میں لگاتیں تو کیا کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا ہوتا۔ افسوس آدمی وقت پر قابو پا کر اس کو اکارت کرے۔ حسن آرا بیگم اَب تم نے اس نیک کام کو شروع کیا ہے تو تندہی سے اس کو ختم تک پہنچاؤ۔ وہ شخص جو شوق کرتا ہے مگر ناتمام اور ارادہ کرتا ہے مگر ناقص اس سے زیادہ بُرا ہے جو بالکل بے شوق ہے بڑی شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں نے تمہارا پڑھنا سُنا وہ کبھی یہ بھی سُنیں کہ حسن آرا بیگم نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے حسن آرا بیگم کسی آدمی کو اپنی نادانی کی انتہا معلوم نہیں جس کو جتنا آتا ہے وہ اُس چوہے کی طرح جو ہلدی کی ایک گرہ پا جانے سے اپنے آپ کو عطار خیال کرتا ہے بڑا عالم خیال کرتا ہے۔ اور تھوڑی سی معلومات پر فخر کیا کرتا ہے عجب نہیں کہ تم کو بھی اپنی حالت پر ناز ہو کہ جو کتاب سامنے آجائے میں پڑھ سکتی ہوں۔ اور سب کچھ مجھ کو آگیا۔ خبردار! ہرگز ہرگز ایسا خیال اپنے دِل میں مت آنے دینا۔ مَیں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے کہ دریائے علم کی تھاہ کسی نے نہیں پائی۔ عبارت پڑھ لینے کو علم نہیں کہتے یہ تو علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ عِلم میں وُہ باتیں ہیں جو کتابوں میں

Marfat.com

لکھی ہیں۔ حساب، جغرافیہ، تاریخ، اخلاق، طبیعات، طب، صرف نحو، منطق، ہندسہ، ریاضی وغیرہ حسن آرا بیگم بہت چیزوں کے جاننے اور بہت چیزوں کے پڑھنے اور بہت کتابوں کے جاننے سے چنداں فائدہ نہیں ہے تمام تر علموں کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی ہر ایک چیز کی اصل اور ہر ایک بات کی تہ کو دریافت کرے تم شروع سے سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالو کوئی چیز جو دیکھو اس کی حقیقت اور کوئی بات جو سنو اس کی وجہ سوچنی چاہیے جو چیزیں ہم رات دن دیکھتے ہیں کچھ ایسی سرسری نظر سے دیکھتے ہیں کہ گویا ان سے بالکل بے خبر ہیں۔ پانی، ہوا، آگ، درخت، غلہ، کپڑا، زیور، برتن بلکہ ضرورت اور خانہ داری کی سب چیزیں آسمان ستارے کبھی کسی نے غور کیا ہے کہ کیا ہیں اور جنہوں نے کیا تو سمجھا کہ ایک ایک چیز بجائے خود ایک علم ہے۔ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

غرض ذہن کو غوض و فکر کی عادت رہے اور عقل کو تفتیش کا روگ لگ جائے یک من علم را دہ من عقل باید کا یہی تو مطلب ہے ورنہ طوطے کی طرح پڑھا بھی تو کیا۔ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا۔ ہاں صاحب اب کہانی شروع ہو۔ پھر حسن آرا نے پڑھنا شروع کیا دو چار جملوں تک تو زبان لڑکھڑائی مگر پھر تو صاف پڑھنے لگے۔

Marfat.com

مسیح الملک کی باقی حکایت، اس کا بعد معزولی حج کو جانا اور اس کی بیٹی ناز پروردہ کا جس نے امیر زادیوں کی طرح تربیت پائی تھی بدوؤں کے ہاتھ میں ہوشمند کنیز کے ساتھ گرفتار ہونا اور اس حالت بے ہنری سے تکلیف پانا اور ہوشمند کی کوشش سے رہا ہونا

مسیح الملک کی شامت جو آئی بیٹی کا بیاہ کرنے اُٹھے پہلا کام تھا پس و پیش کچھ نہ سوچا لوگوں کے حق مار مار کر زور و ظلم سے جو کچھ جمع کیا تھا سب خرچ کر ڈالا۔ بلکہ ہزاروں کا قرضہ سر کر لیا اور نام و نمود کے پیچھے مَر مٹے شادی کے سامان دیکھ کر جہاں پناہ کو بدگمانی ہوئی اور ستم رسیدوں کو کہنے سننے کا موقع ملا۔ غرض دفتر شاہی سے نام کٹ گیا نام کا کٹنا تھا کہ قرض خواہوں نے تنگ کرنا شروع کیا۔ متوسلانِ شاہی ناراض تو تھے ہی راہ میں چلتے پھرتے آوازے کسنے لگے۔ مسیح الملک سے سوا اِس کے اور کچھ نہ بن پڑی کہ کعبۃ اللہ جائیں، نو سو چوہے کھا کے بلّی حج کو چلی سفر کا نام سُن کر نوکروں چاکروں نے ٹکا سا جواب دیا گھر کے لونڈی غلام کنّی کاٹ گئے اتنی بڑی بھیڑ میں سے صرف ایک کنیز ہوشمند نام ساتھ ہوئی اس کو حکیم صاحب

Marfat.com

کی چھوٹی ناز پروردہ کے ساتھ کھیلنے اور ہم عمری کی وجہ سے بڑی محبت تھی اور اسی تعلق سے اُس نے ناز پروردہ کی رفاقت اختیار کی۔ ہوشمند تھی تو کنیز زادی مگر بڑی عقلمند اور صاحبِ شعور تھی۔ مگر اس کی عقل آزادی چاہتی تھی اپنی حالت کو ناپسند کرتی اور جی ہی جی میں غور کرتی کہ گھر میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک تو خود گھر والے جن کو سب طرح کا آرام اور اختیار حاصل ہے۔ دوسرے نوکر کہ یہ لوگ گھر والوں کی ٹہل اور خدمت تو کرتے ہیں مگر خاطر خواہ اپنی مزدوری لیتے ہیں اور جو نوکری سے ناخوش ہوتا ہے۔ تو چھوڑ کر چل دیتا ہے تیسرے ہم لوگ ہیں جو لونڈی غلام کہلاتے ہیں۔ ہماری محنت اور مصیبت کی کچھ انتہا نہیں نہ ہم چھوڑ کر کہیں جا سکتے ہیں۔ نہ کچھ تنخواہ کا استحقاق رکھتے ہیں۔ سب میں ہم ہی کم بخت گئے گذرے ہوئے ہیں۔ ہوشمند اس کے سبب کی تفتیش میں تھی کہ آخر میں نے ایسا کیا قصور کیا ہے کہ اُس کی پاداش میں مجھ کو عمر قید ہے بہتیرا سوچتی کچھ پتہ نہیں چلتا تھا دو ایک مرتبہ اُس نے قصد کیا کہ ہم جنسوں میں اس کا تذکرہ کرے مگر کسی کو اس دل مردہ ماغ کا نہ پایا۔ وہ لوگ سب کے سب اسی قدر عقل رکھتے ہیں کہ کسی دن کام زیادہ پڑ گیا یا مار سے پیٹے گئے تھوڑی دیر کو روئے دھوئے پھر ویسے کے ویسے۔

ع چکنے گھڑے پہ بوند پڑی اور پھسل گئی

مگر ہوشمند تو ہمیشہ اپنے تئیں لیے رہتی تھی مارنا پیٹنا کیسا کوئی سخت بات بھی کہتا تو مہینوں اس پر صدمہ رہتا ہر وقت اپنی حالت اس کو پیش نظر رہتی اور اسی وجہ سے سدا اُداس رہا کرتی تھی اکیلی ہوتی تو کبھی اپنی مصیبت پر رویا کرتی آزادی کا تصوّر اس کے ذہن میں ایسا سمایا تھا کہ کوئی چیز اس کو خوش نہ آتی اور جس قدر ہوشمند آزادی کی خواہشمند تھی اسی قدر گھر والوں میں ذلیل تھی۔ خصوصاً ناز پروردہ اس کی دماغ داری سے نہایت جلتی اور کہا کرتی تھی لونڈی ہو کر اس کے یہ دماغ ہیں جھونپڑوں

Marfat.com

میں رہنا اور محلوں کے خواب دیکھنا۔ ہوشمند نے اپنے ذہن میں چپکے چپکے اپنی نسبت یہ تحقیق کیا کہ چورانوے کے قحط میں اس کی ماں کو اس کا نانا دو روٹیوں پر بیچ گیا تھا اس وقت اس کی ماں چھ سات برس کی تھی۔ جب بڑی ہوئی تو حکیم صاحب نے کسی اپنے غلام سے نکاح کر دیا یہی ہوشمند ایک لڑکی ہوئی تھی کہ ماں باپ دونوں مر گئے ہوشمند کو جب یہ حال دریافت ہوا تو دل میں کہنے لگی کہ البتہ اس گھر کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ مجھ کو اور میری ماں کو پرورش کیا۔ مگر نہ سے حق پرورش سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام عمر کے لیے ایسی ذلت اور مصیبت میں رکھی جاؤں حق پرورش جیسا مجھ پر ویسا ہی گھر کے بال بچوں پر۔ پس کیا سبب کہ میں بڑی ہو کر لونڈی رہوں اور یہ لوگ برابری کے درجہ میں سمجھے جائیں یہی نہ کہ میرا نانا قحط میں دو روٹیوں کا حاجتمند تھا اور اس وقت دو روٹیاں دے کر ان لوگوں کو میرے نانا کی مدد کرنی فرض تھی۔ دنیا میں اس سے بڑھ بڑھ کر لوگ سلوک کرتے ہیں لیکن کوئی کسی کو غلام نہیں بنا لیتا اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ نانا نے میری ماں کو بیچ کیونکر دیا۔ ضرور میری ماں ان کی بیٹی تھی۔ مگر کسی کو کسی کے بیچ دینے کا اختیار تو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ غرض اسی طرح کے بیسیوں منصوبے ہوشمند کے ذہن میں بھرے تھے۔ جب حکیم کا نام بگڑا اور سب لونڈی غلام شتر بے مہار کی طرح چلتے پھرتے نظر آئے ہوشمند کی نسبت بھی کسی کو اطمینان نہ تھا بلکہ سب کے بعد اس کا ٹھہرا رہنا اور کار و خدمت میں پہلے سے زیادہ مستعد ہونا ہر ایک کو موجب حیرت تھا آخر جب روانگی میں دو دن رہ گئے تو ناز پروردہ نے خود کہا کہ کیوں ہوشمند وہ آزادی جس کی تمنا مجھ کو برسوں سے تھی اب یہ وقت ہے — بسم اللہ جہاں جی چاہے چلی جا۔ ہوشمند نے کہا البتہ میں آزادی کی بڑی قدر کرتی ہوں مگر اس کا مطلب نہیں تھا کہ میں اس گھر سے چلی جاؤں آپ سے جدائی اختیار کروں دنیا میں اس گھر کے سوا مجھ کو کسی سے تعلق نہیں اگر اس بگڑے وقت میں میری جان

Marfat.com

بھی آپ کے کام آئے اور حق نمک اور حق پرورش ادا ہو جائے تو مجھ کو اس کے صرف کرنے میں بھی انشاء اللہ دریغ نہ ہوگا۔ غرض حکیم صاحب بی بی اور چھوٹی بیٹی اور ہوشمند کو ساتھ لے بمبئی پہنچے اور یہاں جواہر بیش بہا جو پاس تھے بیچ سامان ضروری اور نقد روپیہ جہاز میں رکھ سولہویں دن جدّے میں جا داخل ہوئے حج کو ابھی بہت توقف تھا یہ صلاح ہوئی کہ چلو پہلے مدینہ شریف ہو آئیں۔ راہ میں بدوؤں نے آگھیرا مال و متاع ذرا ذرا کر کے لوٹ لیا ہوشمند اور ناز پروردہ دونوں کو جابر بدوی پکڑ کر لے گئے اور گھر لے جا بی بی کے حوالے کیا تو ان دونوں کو لونڈی بنا کر اور گھر کی ٹہل خدمت ان سے لو جب ریحانہ اور ضمیران کا نکاح کریں گے تو یہی لونڈیاں ان کے جہیز میں دیں گے۔ بیچاری ناز پروردہ کے حق میں تو محنت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ گھر چھوٹا دیس چھوٹا ماں باپ چھوٹے عزیز و یگانہ چھوٹے بیگم سے لونڈی بنی اور اس پر طرہ یہ کہ لونڈی بھی بنی تو حکمی اور ذلیل جابر کے چھالیا کترنی نہ تھی پان بنانے نہ تھے ورنہ شائد قہر درویش بر جان درویش ناز پروردہ کو بھی گذری۔ یہاں تو بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کو چرانا پانی پلانا دُودھ دوہنا گھر کا پیسنا پکانا یہ کام تھے۔ سو ان میں کوئی بھی ناز پرور کے بس کا نہ تھا ناز پروز کو دن رات رونے سے کام تھا اس کی مصیبت کو دیکھ دیکھ ہوشمند کا کلیجہ بھی مُنہ کو آجاتا تھا۔ دو چار دن کو کسی نے ان سے پُوچھا کچھ نہیں جابر اپنی بیٹیوں سے شاید ان کے بارے میں کچھ کہتا سنتا ہو وُہ انہوں نے سمجھا نہیں ناز پرور تو روتی ہی رہی مگر ہوشمند نے گھر کے کام کاج میں ہاتھ لگانا شروع کر دیا۔ ایک دن جابر اپنی بی بی سے باتیں کرتا تھا اور ناز پروردہ کی طرف آنکھیں نکال نکال دیکھتا بھی جاتا تھا۔ ہوشمند سمجھی کہ اب اس کو ناز پروردہ کا رونا اور کام نہ کرنا ناگوار ہے۔ ڈری اور ناز پروردہ سے جا کر کہا کہ تقدیر کا جو لکھا تھا سو ہوا اور جو کچھ اور لکھا ہے۔ ہوگا مگر رونے سے کیا پانچ پانچ چھ چھ دن ہوئے

Marfat.com

دوانہ اب تک آپ کے منہ میں نہیں گیا آنکھیں تمام سوج گئی ہیں۔ ذرا دل کو مضبوط کیجیے۔ یہ کہنا تھا کہ نازپرور اور بھی بے اختیار ہو کر رونے لگی تھوڑی دیر بعد ہوشمند نے کہنا شروع کیا کہ رونا کچھ آج تھوڑا ہی ختم ہوا جاتا ہے یہ تو عمر بھر کا روگ لگا جئیں گے تو بہتیرا روئیں گے۔

نازپرور۔ کیا کروں دل ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے اندر سے۔

ہوشمند۔ سچ ہے مصیبت ہی مصیبت ہے جتنا رنج کیجیے تھوڑا ہے مگر میں کہتی ہوں اس کا انجام کیا ہوگا۔

نازپرور۔ میں اسی طرح اپنی جان دُوں گی۔

ہوشمند۔ اے کاش جان کا دینا اپنے اختیار میں ہوتا تو بھلی ہی بات نہ ہوتی مجھ کو مرنا قبول ہے مگر آپ کی تکلیف دیکھنے کا یارا نہیں۔

نازپرور۔ عشق پہ عشق تو مجھ کو آنے ہی لگے ہیں دو ایک دن میں جان بھی نکل جائے گی۔

ہوشمند۔ سب کچھ تو ہوا مگر خدا نے اس وقت تک بے حرمتی نہیں کی اب مجھ کو اس کا بھی کھٹکا ہے۔

نازپرور۔ (یہ سُن کر چونک پڑی اور پوچھا) کیا

ہوشمند۔ وُہ بدو جو ہم کو پکڑ لایا ہے اس کا نام جابر ہے آج وہ اپنی بی بی سے باتیں کر رہا تھا اور آپ کی طرف آنکھیں نکال کر دیکھتا جاتا اس کے تیور اچھے نظر نہیں آتے۔

نازپرور۔ تم کو کیا معلوم ہوا کہ وہ کیا چاہتا ہے آج یہ پہلا موقعہ تھا کہ نازپرور ساری عمر میں ہوشمند سے تم کہہ کر بولی۔

ہوشمند۔ میرے قیاس میں وہ یہی چاہتا ہے کہ آپ رونا دھونا موقوف کر کے کام

Marfat.com

کاج کریں۔ یہ کہنا تھا کہ ناز پروردہ پھر بے تاب ہو گئی اور بہت دیر کے بعد سنبھل کر کہنے لگی کہ اگر میں اس کی مرضی کے موافق نہ کروں گی تو یہی ناکہ مجھ کو مار ڈالے گا سو میں خود جان دینے کو موجود ہوں۔

ہوشمند۔ مرنے پر آپ سے زیادہ میں دلیر ہوں مگر وہی خوف ہے کہ شاید اس نے جان سے نہ مارا اور کچھ بے حرمتی کی۔

ناز پروردہ۔ پھر کیا کرنا چاہیے؟ —— !

ہوشمند۔ سنگ آمد سخت آمد اٹھا چاہیے۔

ناز پروردہ۔ تم جانتی ہو مجھ کو کوئی کام کرنا نہیں آتا۔

ہوشمند۔ کام تو میں کروں گی صرف آپ میرے ساتھ چلتی پھرتی رہیئے۔

ناز پروردہ۔ کیا یہاں سے رہائی کی کوئی تدبیر ہے؟ —— !

ہوشمند۔ کون تدبیر ہے۔

ناز پروردہ۔ رات کو چھپ کر بھاگ چلیں۔

ہوشمند۔ اجنبی ملک اجنبی لوگ نہ شہروں کے نام معلوم نہ کہیں کی راہ معلوم پاؤں میں چلنے کا بوتہ نہیں کہاں بھاگ کر جا سکتے ہیں۔

ناز پروردہ۔ ابا کی کچھ خبر نہیں۔

ہوشمند۔ کچھ نہیں۔

ناز پروردہ۔ یہ جابر تو ضرور جانتا ہو گا۔

ہوشمند۔ بے شک مگر پوچھے کون۔ اوّل تو اس کی بولی نہیں آتی دوسرے وہ کچھ اس طرح کا سخت مزاج آدمی معلوم ہوتا ہے کہ خود اس کی بیٹیوں کا اس کی صورت دیکھنے سے دم فنا ہوتا ہے۔ ڈر کے مارے سامنے تک تو جاتی ہی نہیں۔

Marfat.com

نازپرورہ۔ عورتوں میں کوئی بھلی مانس ہے؟

ہوشمند۔ ابھی کیا معلوم مگر بڑی بیٹی ضمیران کچھ ملنسار معلوم ہوتی ہے وہ جب ہم لوگوں کی طرف دیکھتی ہے تو اس کی نگاہ میں ایک رحم پایا جاتا ہے۔

نازپرورہ۔ چلو اُسی سے اپنی مصیبت بیان کرتے ہیں۔

ہوشمند۔ کس زبان میں؟

نازپرورہ۔ کچھ اشاروں ہی سے اُس کو سمجھائیں۔

ہوشمند۔ ابھی جلدی نہیں کرنی چاہیے۔

نازپرورہ۔ زبان کے نہ جاننے سے کیسی خرابی آنی ہے۔

ہوشمند۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ زبان کا نہ جاننا اس وقت ہم کو بہت فائدہ دے رہا ہے۔ اوّل تو اگر ہم کوئی کام ان لوگوں کی مرضی کے مطابق نہ کر سکیں تو نہ سمجھنے کا عذر معقول ہے دوسرے میرے اور آپ کے ارادے ان پر ظاہر نہیں ہو سکتے بے تکلف ہم لوگ باتیں کیا کریں ان کو خاک خبر نہیں ہوتی۔

نازپرورہ۔ جابر کی بی بی اور بیٹیاں تو اپنے ہاتھوں سب کام کراتی ہیں اب کیا یہ لوگ سب کام ہمارے سر ڈال کر الگ ہو جائیں گے۔

ہوشمند۔ نہیں یہ تو ان لوگوں میں ایک بڑا عمدہ دستور معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ لونڈی غلاموں کو کام اور کھانے اور کپڑے اور سب باتوں میں گھر والوں کے ساتھ برابر رکھتے ہیں۔ غرض ہوشمند کی ڈھارس دلانے سے نازپرورہ بھی اُٹھنے بیٹھنے لگی مگر کام کی عادت تو تھی ہی نہیں اُس پر سے دل غمزدہ کچھ ہوتا ہوا تا نہ تھا اور بے سلیقگی کے سبب سے جس کام کو ہاتھ بھی لگاتی خراب کرتی جابر کے گھر والے اس کو نری احمق اور نری کام چور جانتے تھے وہ تو ہوشمند ہر ایک کام میں اس کی شریک ہو جاتی تھی اس سے نازپرورہ کا پردہ ڈھکا چلا گیا

Marfat.com

ورنہ خدا جانے کیا نوبت ہوتی ہوشمند اپنی ہڈیاں پیلتی اور اکیلے دم پر تمام
مصیبت جھیلتی مگر ناز پروردہ کی تکلیف گوارا نہ کرتی اور جہاں تک ہو سکتا
ہے اس کو کسی کام میں ہاتھ نہ لگانے دیتی جابر بدوی کے گھر جا کر ناز پروردہ
کو اپنی ساری حقیقت کھل گئی ہوشمند کے ساتھ اپنی حالت کا مقابلہ کرتی تو
آپ اپنی نظروں میں تھوڑی ہو کر رہ جاتی اب اس نے جانا کہ جن لوگوں کو
نظر حقارت سے دیکھتی تھی واقع میں وہی بڑے کام کے تھے اور میں ہی بڑی
نکمّی بے مصرف دوسروں کی محتاج اور دوسروں کی دستِ نگر ہوں اب اُس
نے سمجھا کہ آزادی کیا چیز ہے اور دوسروں کی لونڈی ہو کر رہنا کتنی بڑی
تکلیف کی بات ہے۔ اب اس کو ہوشمند کی قدر آئی کہ آزادی کی تمنّا اسیں کو
بے جا تھی اس پر بھی یہ غنیمت تھا کہ جابر کے گھر یہ دونوں ایسی ذلیل نہ تھیں
جیسی خود اس کے اپنے گھر کی لونڈیاں یہاں تو جس طرح ضمیران اور ریحانہ
جابر کی دونوں بیٹیاں رہتی تھیں اسی طرح ناز پروردہ اور ہوشمند تھیں کھانا
ایک کپڑا ایک سب کام برابر یہ نہیں کہ دِلّی لکھنؤ کی بیگموں کی طرح جابر کی
بی بی بیٹیاں پلنگوں پر لدی بیٹھی رہیں اور ہل کر پانی نہ پئیں کچھ ایک جابر پر
کیا موقوف تھا اس ملک کا دستور ہی ایسا ہے کیسے ہی بڑے امیر کیوں نہ
کام کرنا عار نہیں سمجھتے۔ جابر تھا تو لٹیرا مگر خوشحال تھا سو اونٹ تو لدد تھے
ہزار کے قریب بھیڑ بکریاں چل رہی ہوں گی یہی اس کا دھن دولت تھا اور جو
کبھی برس دو برس میں کچھ لوٹ ہاتھ لگ گئی تو وہ علاوہ بایں ہمہ اُس
کی اور اُس کے گھر والوں کی زندگی نہایت سادگی اور بے تکلفی کے
ساتھ تھی۔ ہر شخص سیر چشم۔ انسان نواز۔ سخی۔ دلیر۔ محنتی، جفاکش،
وعدے کا سچّا اور قول کا پکا ہر چند یہ کہ سب باتیں مدّت تک

Marfat.com

نازپروردہ کو عجیب معلوم ہوتی رہیں مگر چونکہ سب میں نیکی کا پرتو تھا رفتہ رفتہ نازپروردہ ان کو پسند کرنے لگی اور ہوشمند سے کبھی کبھی کہا بھی کرتی کہ یہ جنگلی بدوگو وحشی ہیں مگر بہت باتیں مَیں ان میں شہر والوں سے بہتر پاتی ہوں۔

ہوشمند۔ ایک بات تو مجھ کو بھی اس مُلک کی بہت پسند آئی وہ یہ کہ عورتوں کی اس طرف زیادہ قدر ہے۔

نازپروردہ۔ آخر اس کا سبب کیا معلوم ہوتا ہے۔

ہوشمند۔ ایک تو یہ عورتیں اپنی رائے سے شادی کرتی ہیں اب دیکھیے ضمیران کی باتیں اِدھر اُدھر سے آتی ہیں اور ضمیران بے تامل ان میں گفتگو کرتی ہے۔ ہمارے ہندوستان میں اوّل تو لڑکیوں کو ایسی چھوٹی سی عمر میں بیاہ دیتے ہیں کہ ان کو ایسی باتوں کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔ اور جو لڑکی بڑی عمر کی بھی ہو جائے تو اپنی شادی میں وہ کچھ بول نہیں سکتی اس کو بے حیائی قرار دے رکھا ہے۔ دوسرے عورتوں کی زیادہ قدر ہونے کا ایک بڑا سبب ہے اور وہ یہ کہ نکاح کے بارے میں جیسی آزادی مردوں کو ہے ویسی ہی عورتوں کو ہے۔ مرد یہاں کئی کئی نکاح کرتے ہیں عورتوں کا بھی یہی حال ہے۔ طلاق یہاں عیب نہیں۔ دوسرا نکاح عورتوں کو یہاں منع نہیں۔ عذرا کا حال آپ کو معلوم ہے یہ جابر سے ساتویں جگہ ہے اور پھر دیکھیے تمام گاؤں میں ساری بیبیاں عذرا کی کیسی عزت کرتی ہیں۔ نکاح کا تعلق اس ملک میں ایسا قوی تعلق نہیں ہے جیسا کہ ہمارے مُلک میں ہے۔ تھوڑے تھوڑے مہر ہوتے ہیں مرد ناخوش ہوا فوراً طلاق دے دی عورت ناراض ہوئی جھٹ سے خلع کر لیا۔ پھر اَب یہ نہیں کہ طلاق ہے تو کوئی اس کو عیب لگائے نہیں اس

Marfat.com

کے ہزاروں خواہاں سینکڑوں اُس کے طالب۔ ہمارے ہندوستان میں مردوں نے اپنی آزادی تو قائم کر رکھی جس کو مقدور ہوا دو دو تین تین چار چار بیبیاں کر لیتے ہیں۔ عورتوں پر قید ہے کسی حالت میں دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں۔ اس سبب سے مرد کے مقابلے میں عورت بہت دبی ہوئی ہے۔ اس اثنا میں ضمیران کا نکاح بھی ٹھہر گیا۔ مغیرہ ان بدوؤں کا ایک سردار تھا اس کے بیٹے ثابت سے قرار پائی۔ جابرؔ کے گھر تو بڑی خوشیاں ہونے لگیں مگر ہوشمند اور نازپروردہ کے غم پھر تازہ ہو گئے کیونکہ جابر اسی نیت سے ہوشمند اور نازپروردہ کو لایا تھا کہ اپنی بیٹیوں کے جہیز میں دے سو اب ہوشمند اور نازپروردہ کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کا وقت آپہنچا۔ جابر نے ضمیران کو اختیار دیا کہ ہوشمند اور نازپروردہ سے جس کو چاہے پسند کرے۔ ضمیران نے ہوشمند ہی کو لیا۔ ضمیران مزاج کی ایسی نیک تھی کہ اگر ہوشمند کہتی سنتی تو وہ اس کے عوض نازپروردہ کو لے لیتی مگر باوجودیکہ نازپروردہ کی جدائی نہایت شاق تھی۔ ہوشمند نے ضمیران کے ساتھ اپنا ہی جانا مناسب سمجھا اس واسطے کہ اتنی مدت جابرؔ کے یہاں رہی اور کسی وقت فکر آزادی سے غافل نہ تھی مگر کوئی سبیل نہ نکلی ہر چند کوئی وجہ اُمید کی نہ تھی مگر ہوشمند کا دل اندر سے خود بخود گواہی دیتا تھا۔ کہ مغیرہ کے گھر جا کر ضرور کوئی صورت رہائی کی نکلے گی۔ اور اُس اُمید کو ہوشمند نے اس طرح وثوق کے ساتھ نازپروردہ کے روبرو بیان کیا کہ اس کی بھی تسلی ہو گئی۔ ضمیران کا بیاہ ہوا تو وہ بھی سادہ اور بے تکلف شرعی نکاح تھا۔ اور مہمانی اور جہیز کا سامان بھی اتنا مختصر کہ اگر جابرؔ دہلی یا لکھنؤ میں ایسا مقدور رکھ کر یوں بیٹی کا بیاہ کر لیتا تو دُنیا تھڑی تھڑی کرتی۔ غرض ضمیران ماں باپ سے رخصت ہو کر مغیرہ کے گھر آئی ہوشمند ساتھ تھی

Marfat.com

تھوڑے دنوں کے بعد کیا اتفاق ہُوا کہ ہوشمند ثابت اور ضمیران کو کھانا کھلاتی تھی۔ ثابت کے ہاتھ پر جو ہوشمند کی نگاہ جا پڑی تو اس کو بعینہٖ اُسی طرح انگوٹھی پہنے دیکھا جیسی حکیم صاحب پہنے رہا کرتے تھے تا بدیر غور سے دیکھتی رہی وہی حلقہ وہی نگیں ایک ایک دو دو دفعہ موقع پا کر ثابت کے سونے کی حالت میں بھی ہوشمند نے اس انگوٹھی کو دیکھا۔ اور اچھی طرح یقین کر لیا کہ ضرور انگوٹھی ہے حکیم صاحب کے ہاتھ کی۔ اب اس بات کے درپے ہوئی کہ یہ انگوٹھی ثابت تک کیونکر پہنچی بدّو بڑے لڑاکے ہوتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر کشت و خون پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ضمیران کو سُسرال گئے ہوئے تیسرا یا چوتھا مہینہ تھا کہ دفعتہً مغیرہ کے یہاں لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں اور اس نے یہ صلاح کی کہ عورتوں کو شیخ بصرہ کے گھر پہنچا دے یہ ایسی بات نہ تھی کہ ہوشمند کو اس کی وجہ معلوم کرنے میں کچھ دقت ہوتی تھوڑی ہی تفتیش سے یہ امر دریافت ہوا کہ مغیرہ بدوؤں کے ایک بڑے گروہ کا سردار ہے اور وہ لوگ جہاں کہیں لوٹ مار کریں مغیرہ کو گھر بیٹھے عشرہ یعنی دسواں حصّہ بھیج دیتے ہیں۔ پارسال حج سے پہلے مدینے کی راہ ہند کا قافلہ لوٹا گیا تھا۔ اور اس لوٹ میں شداد نامی مغیرہ کے گروہ کا ایک شخص بھی شریک تھا اُس نے لوٹ میں سے جس قدر حصّہ پایا تھا اُس کے عشر کے عوض ایک انگوٹھی جو ثابت کے ہاتھ میں تھی مغیرہ کو دی اور چند روز ہوئے مغیرہ کو یہ خبر پہنچی کہ شداد مرِ قافلہ کو بھی پکڑ لایا تھا اور اس کو غلام بنانا چاہا وہ شخص پیر مرد تھا اُس نے کہا کہ میں ضعیف ہوں کار و خدمت کے لائق نہیں مجھ کو غلام بنانے سے تجھ کو کیا حاصل ہوگا تب اس سے یہ شرط کی کہ تو مجھ کو ہزار درہم دے تو چھوڑ دوں وہ پیر مرد ہندی طبیب تھا چنانچہ مکّے میں اس نے

Marfat.com

کچھ اپنے پیشہ سے کمایا اور کچھ اپنے ہموطنوں سے لیا اور ہزار درہم شداد کو دیئے مغیرہ نے اس ہزار درہم کا عشر شداد سے مانگ بھیجا شداد نے اس ہزار درہم سے انکار کر دیا۔ مغیرہ کو یکّی خبر ملی تھی کہ وُہ طبیب ہندی ہنوز مکّہ میں ہے اس نے اپنے دوست شریف مکّہ کی معرفت دریافت کرایا تو ہزار درہم کا ملنا صحیح تھا۔ مغیرہ نے عشر کے لیے تنگ طلبی کی۔ اب تو ہوشمند کو حکیم صاحب کا ٹھیک پتہ مل گیا۔ نہایت خوش ہوئی اور جی میں کہنے لگی ہائے پَر ہوتے تو اسی وقت اُڑ کر جاتی اور ناز پروردہ کو خوشخبری سناتی۔ حقیقت حال سُننے کے ساتھ ہوشمند دل میں منصوبے کرنے لگی کہ حکیم صاحب مکّے میں ہیں تو وہاں سال در سال ہر طرف سے آدمی حج کو جاتے ہیں کہلا بھیجنا کوئی مشکل نہیں مغیرہ اور شداد میں جو لڑائی ہونے والی تھی حج کے دن قریب آجانے کی وجہ سے وہ بھی ملتوی ہو گئی۔ ہوشمند نے تحقیق کیا تو متوکل نامی ایک معلّم مغیرہ کے گاؤں کا رہنے والا ہندی لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم کے لیے ہر سال مکّے میں جایا کرتا تھا یہ شخص ایک طرح کا مجاور تھا۔ ایلملم میں جہاز سے اُترتے اُترتے ہندیوں کو جا لیا اور دس بیس کو حج کرا دیا اُنہوں نے اِس خدمت کے صِلے میں جو کچھ دے دیا یہی متوکل کی معاش تھی۔ متوکل بڑا نیک دل اور خدا پرست آدمی تھا اور بدّو اس کے زہد و صلاح کے بڑے معتقد تھے خصوصاً مغیرہ ہوشمند جو کچھ مغیرہ کے گھر سے پاتی اپنا پیٹ کاٹ کر متوکل کے گھر دے آتی۔ رفتہ رفتہ جب ہوشمند نے متوکل سے اچھی طرح تعارف پیدا کر لیا اور اس کی دیانتداری اور امانت پر اس کو اعتماد ہو گیا تو اس نے متوکل سے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک حاجت ہے۔ وہ یہ کہ آپ مکّے جایئے تو شریف مکّہ کے پتے سے ایک ہندی طبیب مسیح الملک کا پتہ لگا

Marfat.com

کر انشا ان سے کہہ دیجیئے گا کہ ناز پروردہ نے جو بحر العرب میں جابر بدوی کے پاس ہے آپ کو سلام کہہ دیا ہے۔ متوکل نے بہت وثوق کے ساتھ وعدہ کیا کہ انشاء اللہ تعالےٰ تمہارا پیغام میں ضرور ضرور مسیح الملک تک پہنچا دونگا غرض کہ جانے کے ساتھ متوکل نے مسیح الملک کو ڈھونڈا تو جلدی سے پتہ مل گیا اس واسطے کہ مسیح الملک خود شریف مکہ کے ہاں معالج تھے جوں ہی مسیح الملک نے ناز پروردہ کا نام سُنا بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل پڑے متوکل چونکہ خدا پرست آدمی تھا۔ مسیح الملک کو روتے دیکھ کر پوچھنے لگا کہ اگر اُس کی مصیبت میں مجھ سے کچھ مدد ہو سکے تو انشاء اللہ تعالیٰ میں دریغ نہ کروں گا۔ تب مسیح الملک نے اپنے لٹے جانے اور قید رہنے کا قصہ بیان کر کے کہا کہ ناز پروردہ مجھ ہی کم بخت کی بیٹی ہے آپ مجھ کو صرف اپنی تدبیر بتا دیجیے کہ اس کی رہائی کی عمدہ تدبیر کیا ہے۔ متوکل نے کہا تمام عرب اگرچہ خود سر ہے مگر چونکہ شریفِ مکہ کا ادب کرتے ہیں اگر شریف ساعی ہو تو آپ کی بیٹی کی رہائی بہت سہل ہے ——

مسیح الملک یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً شریف مکہ سے جا کر عرض حال کیا۔ شریف نے اُسی وقت نامہ لکھ دیا اور اپنا خاص خادم مسیح الملک کے ساتھ کر دیا۔ مسیح الملک خادم شریف کو لے کر بحر العرب میں گئے اور اُن کو شریف کا نامہ دیا۔ جابر نے خط پڑھنے کے ساتھ مسیح الملک کی بہت خاطر داری کے ساتھ اپنے گھر لے جانا چاہا مسیح الملک نے تامل کیا۔

جابر ۔ یہ امر ہرگز قرین انصاف نہیں ہے کہ آپ کی بیٹی برس روز سے میرے اہل و عیال میں داخل رہے اور میں اُس کے ناموس کا محافظ رہوں اور آپ کو اجنبی سمجھوں غرض جابر مسیح الملک کو گھر کے اندر لے گیا۔ ناز پروردہ باپ کو دیکھتے ہی دوڑ قدموں سے لپٹ گئی اور جدائی کے حالات جو دونوں کو یاد آئے تو بیٹی باپ دونوں ایسی ڈاڑھیں مار مار کر روئے کہ جابر کے گھر بھر کے دل

ہل گئے ۔

وہ رو رو کے اس طرح دونوں مِلے
کہ جس طرح ساون سے بھادوں مِلے

نازپروردہ نے تھمتے کے ساتھ اپنی ماں کی خیریت پوچھی۔

مسیح الملک۔ تمہاری مفارقت میں زندہ در گور ہے پھر ہر ایک نے اپنی اپنی مصیبت کا تذکرہ کیا۔ مسیح الملک پر متوکل سے نازپروردہ کا سلام اور پتہ سُن کر ایک شادی مرگ کی حالت طاری ہوگئی تھی اُس وقت اُس نے متوکل سے کچھ اور نہیں پوچھا اس واسطے کہ مسیح الملک کو اس وقت ہوشمند کا حال معلوم نہیں تھا بلکہ جب اُس نے ہوشمند کو نازپروردہ کے پاس نہیں پایا تو یہ جانا کہ شاید وہ کہیں اور ہو گی۔ نازپروردہ نے مسیح الملک سے پوچھا کہ یہ میرا پتہ آپ کو معلوم کیوں کر ہوا؟

مسیح الملک۔ مجھ سے متوکل نامی ایک معلّم نے تمہارا سلام اور پتہ بیان کیا۔

نازپروردہ۔ میں متوکل کے نام سے بھی واقف نہیں شاید خدائے تعالیٰ نے میری مصیبت پر رحم کر کے رجال الغیب میں سے کسی کو آپ کے پاس بھیجا ہو یا ہوشمند یہاں تھی اُس نے کسی سے تذکرہ کیا ہو مگر مجھ کو معلوم نہیں۔

مسیح الملک۔ ہوشمند بھی تمہارے ساتھ تھی۔

نازپروردہ۔ شروع سے وہ تو اَب پانچواں مہینہ ہے کہ جابر کی بیٹی ضمیران کے جہیز میں دی گئی اور اس کے ساتھ روانہ ہوئی۔

مسیح الملک۔ ضمیران کہاں بیاہی گئی ہے؟

نازپروردہ۔ یہاں سے چھ یا سات منزل کوئی مقام عمرانہ ہے وہاں مغیرہ کے بیٹے ثابت سے۔

Marfat.com

مسیح الملک۔ متوکل کا سخت عجب ہے۔
نازپروردہ۔ فی الواقع جابر سے پوچھیے شائد کوئی شخص بحر العرب میں اس نام کا ہو۔ مسیح الملک نے جابر سے پوچھا تو اُس نے کہا یہاں تو نہیں عمرانہ میں ایک معلم ہے تب تو مسیح الملک اور نازپروردہ کو یقین ہوا کہ اس کی رہائی میں ہوشمند نے تحریک کی ہے۔ تب نازپروردہ نے ہوشمند کی وفاداریاں اور اس کے احسان اور دلجوئیاں سب مسیح الملک سے بیان کیں مسیح الملک نے دِل میں کہا ہرگز اقتضائے حمیت و مروت نہیں ہے کہ میں نازپروردہ کو لے جاؤں اور ہوشمند کی رہائی میں سعی نہ کروں اس نے یہ سوچ کر عمرانہ جانے کا ارادہ کیا اور جابر سے منزلوں کا حال پوچھنے لگا جابر نے کہا آج شام تک ایک قاصد عمرانہ سے آنے والا ہے اس سے ٹھیک معلوم ہوگا گھڑی بھر رات گئے قاصد آیا اور ہوشمند بھی اس کے ساتھ تھی مسیح الملک کو دیکھتے ہی قدموں پر سر رکھ دیا۔ مسیح الملک نے پوچھا تو حال بیان کیا کہ متوکل حج سے واپس آیا تو میں نے اپنے پیام کا حال اس سے پوچھا معلوم ہوا کہ آپ ملے اور چھوٹی بیگم کی رہائی کی تدبیر ہو گئی اور شریف کا نامہ لے کر آپ بحر العرب روانہ ہوئے۔ متوکل نے مجھ سے آپ کا ماجرا پوچھا کہ تو نے اپنی رہائی کی کچھ فکر نہ کی میں نے جواب دیا کہ مجھ کو رہائی کی ضرورت نہیں میں تو جنم کی کنیز ہوں جن کو ضرورت ہے خدا ان کو نصیب کرے۔ متوکل کو نہیں معلوم کیا سوجھی اور کیا مغیرہ سے کہا۔ غرض مجھ کو آزاد کر دیا میں نے کہا کہ میں یہ احسان سر نہیں لے سکتی تا وقتیکہ اپنی بی بی کو آزاد نہ دیکھ لوں یہاں قاصد آنے والا تھا مجھ کو اس کے ساتھ کر دیا۔ یوں خدا نے نازپروردہ اور ہوشمند دونوں کی رہائی کی اور مسیح الملک ہنسی خوشی دونوں کو ساتھ لے جابر سے رخصت

Marfat.com

ہوئے مسیح الملک نے ہوشمند کو بیٹی اور ناز پروردہ نے اس کو بہن بنایا۔ کہانی ختم ہوئی تو سب لڑکیوں نے تعریف کی کہ سُبحان اللہ بڑی عمدہ اور بڑے مزے کی کہانی ہے ہزار آفرین ہوشمند کی وفاداری پر۔

حُسن آرا۔ عرب میں تو لوگ حج کرنے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں دینداری کا چرچا زیادہ ہے پھر بدوؤں نے ان بیچاروں کو ناحق کیوں لوٹا اور پرائی بہو بیٹیوں کو پکڑ کر کس طرح لونڈی بنایا۔

اُستانی جی۔ کلثوم تم نے عرب کا جغرافیہ عرب کی تاریخ بہت کچھ پڑھی ہے وہاں کا حال تو حُسن آرا بیگم کو سُناؤ۔

عرب کا جغرافیہ اور بدوؤں کے حالات

کلثوم۔ عرب ایک ویران ملک ہے۔ اس کا نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی بہت کم ہے۔ صدہا کوس سے ریگستان پڑے ہیں جن میں نہ پانی ہے نہ درخت نہ گاؤں نہ بستی۔ اگر عرب میں مکّہ مدینہ نہ ہوتا تو کوئی عرب کی طرف مُنہ بھی نہ کرتا اور ملکوں میں جو لوگ جاتے ہیں تو آخر کسی غرض سے جاتے ہیں کہیں غلّے کی افراط ہے کہیں میوے کی کثرت کہیں جواہرات پیدا ہوتے ہیں۔ غرض کوئی چیز نایاب یا کثرت سے اس ملک میں ہوتی ہے کہ اس کی ضرورت لوگوں کو کھینچ بلاتی ہے سو عرب میں صرف خدا کا نام ہے نہ غلّہ نہ میوہ نہ جواہرات نہ کچھ نہ کچھ۔

Marfat.com

محمودہ۔ کیوں عرب کے اونٹ عرب کے گھوڑے تمام جہان میں نامی ہیں۔ اونٹ تو بھلا خیر ہندوستان میں بیکانیر کی طرف یورپ کے ملک میں بھی ہوتا ہے مگر گھوڑے جیسے عرب میں عمدہ اور بیش قیمت ہوتے ہیں کسی ملک میں نہیں ہوتے۔

کلثوم۔ آپ نے درست کہا عرب میں گھوڑے بڑے نفیس ہوتے ہیں مگر گھوڑا ایسی عام ضرورت کی چیز نہیں عرب میں تجارت کے لیے لوگ بہت کم جاتے ہیں۔ البتہ حج کے لیے ہر سال اطراف و جوانب سے لاکھوں آدمی مکہ میں جمع ہوتے ہیں اور بعض دیندار لوگ ہجرت کر کے پھر عرب میں جا رہے ہیں۔ وہاں کے اصل باشندے بدو ہیں جن کا نہ کوئی شہر ہے۔ نہ گھر یہ لوگ اس ملک کے کنجڑوں کی طرح خانہ بدوش ہوتے ہیں گھر کی جگہ چرمی خیموں میں رہتے ہیں بال بچے مویشی ساتھ لیے پھرتے جہاں پانی قریب ہوا اور مویشیوں کا چارا یا پارہ پڑے جب پانی گھاس کی تکلیف ہونے لگی دوسری جگہ جا رہے۔ لوٹ کھسوٹ ان لوگوں کا موروثی پیشہ ہے ہر سال حج کے دنوں میں دو چار کمزور قافلے لوٹ لیتے ہیں۔

عام جغرافیہ مختصر

حسن آرا۔ کیوں بوا کلثوم! یہ سب حال تم نے کس کتاب میں پڑھا۔

کلثوم۔ جن کتابوں میں شہروں اور ملکوں کا حال لکھا ہوا ہے۔ ان کو علم جغرافیہ کی کتابیں کہتے ہیں۔ اس علم میں بہت سی کتابیں ہیں مگر حال میں بابو بینی پرشاد صاحب نے "جام جہاں نما" ایک کتاب لکھی ہے۔ بڑی اچھی کتاب ہے۔

حسن آرا۔ تمام روئے زمین کے شہروں اور ملکوں کا حال اس میں ہے۔

Marfat.com

کلثوم۔ بے شک تمام روئے زمین کی مختصر کیفیت بھی اُس کتاب کے پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے مگر ایشیا اور خاص کر ہندوستان کا حال تو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔

حسن آرا۔ ایشیا افریقہ کے نئے نئے لفظ سُننے میں آتے ہیں۔ نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ ان کا مطلب میں خوب نہیں سمجھتی۔

محمودہ۔ میں آپ کو سمجھا دوں۔ جس طرح مکان میں ہر ایک حصّے کا کچھ نام رکھ لیتے ہیں۔ غسل خانہ، آبدار خانہ، باورچی خانہ، توشے خانہ، بالاخانہ، صحن غلام گردش سائبان، اصطبل خانہ، پائیں باغ، شہ نشین، دالان کوٹھری وغیرہ، اسی طرح زمین کے حصوں کے نام رکھ لیے ہیں جو حصہ سمندر کے پانی میں ڈوبا ہوا ہے اس کو بڑی یا بحرِ اعظم کہتے ہیں اور جو پانی سے کھلا ہے اس کو برِاعظم۔ بحرِ اعظم کے بھی ٹکڑے کر لیے ہیں۔ لال سمندر، کالا سمندر، ہند کا سمندر شمالی جنوبی سمندر۔ انہیں ٹکڑوں کے نام ہیں خشکی کے دو حصے ہیں بڑا پرانی دنیا اور چھوٹا نئی دُنیا؟

حسن آرا۔ نئی پرانی کیسی دنیا؟

محمودہ۔ نئی دُنیا کا حال پہلے کسی کو معلوم نہ تھا اب کوئی چار سو برس سے معلوم ہُوا کہ یہاں بستی ہے نئی دُنیا کو امریکہ کہتے ہیں اُس کے دو ٹکڑے ہیں شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ۔ ہم لوگ پُرانی دنیا میں رہتے ہیں۔ اس کے تین ٹکڑے ہیں۔ ایشیا۔ یورپ، افریقہ، ایشیا میں ہندوستان، چین، افغانستان، عرب، ایران، توران وغیرہ ہیں۔ یورپ انگریزوں کا ملک ہے اور افریقہ حبشیوں کا۔ مجمل حال تو یہ ہے اور مفصل سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اگر آپ نقشہ دیکھیے تو خوب سمجھ میں آئے ہاجرہ ذرا وہ کتاب تو دو جس میں

Marfat.com

نقشے ہیں۔ محمودہ نے ہاجرہ سے کتاب لے کے پہلے کرّہ زمین کا نقشہ حُسن آرا کے روبرو پھیلا دیا اور کہا دیکھو یہ تمام زمین کی تصویر ہے۔

کرۂ زمین کا نقشہ مع حالاتِ عامہ

حُسن آرا۔ تم تو کہتی تھیں زمین گول ہے یہ چکّی کے دو پاٹ الگ کیسے ہیں۔

محمُودہ۔ ان دونوں کو جوڑ کر بیچ میں مٹی یا کچھ اور چیز بھر دو تو ٹھیک زمین کی صورت بن جائے ایک مٹی کا گولہ بنا کر اس پر موقع سے ملکوں اور سمندروں اور پہاڑوں اور ندیوں کے نشان بنا دیتے ہیں۔ وہ خُوب ہوتا ہے اس کو کرّہ کہتے ہیں ہمارے یہاں کا کرّہ فراش خانہ کے مدرسے کی اُستانی جی نے منگوا بھیجا ہے وُہ ہوتا تو اُس سے خوب سمجھ میں آتا مگر خیر اسی نقشہ میں دیکھیے کہ نیلی پیلی لال سبز لکیروں سے جو جگہ گھری ہے وہ تو خشکی ہے باقی جو جگہ آپ خالی دیکھتی ہیں وُہ تمام سمندر ہے۔

حُسن آرا۔ اچھی! ہر چہار طرف سمندر ہی سمندر پھیلا ہُوا ہے۔

محمُودہ۔ بے شک مَیں نے آپ سے کہا تھا نہ کہ تین حِصّہ کے قریب سمندر ہے اور ایک حصّہ کے قریب خشکی۔

حُسن آرا۔ بھلا یہ کنکھجورے کی طرح کیا بنا ہے۔

محمُودہ۔ پہاڑ ہیں۔

حُسن آرا۔ امریکہ میں پہاڑوں کی کثرت معلوم ہوتی ہے۔

محمُودہ۔ واقعی۔

حُسن آرا۔ اور یہ لہریئے دار لکیریں کیا ہیں؟

محمُودہ۔ دریا ہیں۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ ہماری دلّی اس نقشے میں کہاں ہے؟

محمُودہ۔ دلّی اس میں نہیں ملے گی ایک بالشت میں تمام زمین ہے اس میں اتنی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ تمام شہروں کے نام لکھے جائیں۔ ورنہ نقشہ ایسا گچ پیچ ہو جاتا کہ پڑھا بھی نہ جاتا۔ مگر دیکھیے ہندوستان موجود ہے۔

حُسن آرا۔ ایک بڑا کنکھجورا یہاں بھی چل رہا ہے۔

محمُودہ۔ ہاں یہی ہمالیہ پہاڑ ہے جس میں کشمیر سیاٹو شملہ، منصوری لندھور نینی تال وغیرہ مقامات واقع ہیں۔ جہاں گرمی کے دنوں میں انگریز جا کر رہا کرتے ہیں۔

حُسن آرا۔ بھلا یہ دکن کی طرف ایک بُندا سا کیا لٹک رہا ہے۔

محمُودہ۔ ہندوؤں کی لنکا جس کے قصے کی نقل رام لیلا دسہرے میں بناتے ہیں۔ یہ ایک پاٹو ہے۔

حُسن آرا۔ خالی میدان میں جو رنگین نقطے نقطے دیئے ہیں کیا ہیں؟

محمُودہ۔ چھوٹے چھوٹے ٹاپو۔

حُسن آرا۔ ٹاپو کیا؟

محمُودہ۔ چاروں طرف سمندر بیچ میں اونچی زمین جس پر آدمی بستے ہیں۔

حُسن آرا۔ ٹاپوؤں کے رہنے والے کہیں آتے جاتے کیوں کر ہوں گے۔

محمُودہ۔ کشتیوں اور جہازوں پر۔

حُسن آرا۔ دونوں سروں پہ نہ آبادی کا نشان ہے نہ سمندر کا یہ کیا بات ہے؟

محمُودہ۔ زمین کے دونوں سرے قطب کہلاتے ہیں ایک شمالی دُوسرا جنوبی آج تک کوئی وہاں پہنچ نہیں سکا غضب کی سردی ہے۔ سمندر مارے سردی کے جم گیا ہے۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ کیا تمام روئے زمین پر سردی گرمی یکساں ہے نہیں۔

محمُودہ۔ ہرگز نہیں۔ بیچ میں جو یہ لکیر کھینچی ہوئی ہے اس کو خطِ استوا کہتے ہیں اس پر آفتاب کی کرنیں سیدھی پڑتی ہیں اور اس بلا کی گرمی ہے کہ سمندر ہے تو کھول رہا اور زمین ہے تو جلتے توے کی طرح تپ رہی ہے۔ اس خط سے جتنی دُور چلو اُتنا کو یا دکھن کو اُسی قدر گرمی سردی زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ قطبوں پر حد درجہ کی سردی ہے۔

حُسن آرا۔ یہ تو آپ نے بڑی عمدہ بات بتائی تو انگریزوں کا مُلک ہمارے مُلک کی نسبت بہت سرد ہوگا اور افریقہ گرم۔

محمُودہ۔ تم بہت درست سمجھیں واقعی ایسا ہے۔

حُسن آرا۔ حبشی شاید گرمی ہی کے سبب بہت کالے ہوتے ہیں۔

محمُودہ۔ آدمی تین رنگ کے ہوتے ہیں کالے گورے اور تانبے کے رنگ کے۔ سرد ملکوں کے رہنے والے گورے ہوتے ہیں گرم کے کالے اور امریکہ والوں کا رنگ تانبے کا سا ہوتا ہے۔

حُسن آرا۔ سردی گرمی کے اعتبار سے ہمارا ملک بیچ کی راس ہے اور ملک والے بھی یہیں آ رہتے ہیں۔

محمُودہ۔ جو جس ملک میں پیدا ہوا ہے وہ اسی کو پسند کرتا ہے۔ خدا نے ان کی ویسی ہی طبیعت پیدا کی ہے اور اُن کو ضرورت کی چیزیں اسی مُلک میں بہ آسانی میسّر آتی ہے۔

ایشیا، یورپ، افریقہ کے نقشہ جات

حُسن آرا۔ بھلا اس کتاب میں اور نقشے کیسے ہیں؟

Marfat.com

ہاجرہ۔ یہ نقشہ تمام زمین کا تھا۔ اس سے آگے صرف ایشیا صرف افریقہ صرف یورپ صرف شمالی امریکہ صرف جنوبی امریکہ کے ہیں پھر ایشیا میں جتنے ملک ہیں، ہندوستان عرب چین افغانستان وغیرہ سب کے الگ الگ نقشے ہیں اسی طرح ضلعے اور پرگنے اور گاؤں اور مکان کے نقشے ہوتے ہیں۔

حسن آرا۔ یہ کیا بات ہے تمام زمین کا نقشہ تو چھوٹا اور ہندوستان کا بڑا۔

محمودہ۔ یہ تو پیمانے کا فرق ہے۔ پرگنے کا نقشہ بڑے پیمانے کا ہوتا ہے یعنی مثلاً ایک میل کا ایک انچ۔ ضلع کا نقشہ اگر اتنے پیمانے پر بنائیں تو مکان میں نہ سمائے اس واسطے پیمانہ چھوٹا کر دیتے ہیں چار میل کا ایک انچ اور ہندوستان کے اس نقشے میں پانچ سو میل کا ایک انچ ہے۔ اور کرۂ زمین کے نقشے میں پچاس میل کا ایک انچ ہے۔ نقشہ ایک تصویر ہے اور اس کا چھوٹا بڑا بنا لینا اپنے اختیار میں ہے۔

حسن آرا۔ اگر پرگنے کا پیمانہ رکھیں تو تمام زمین کا نقشہ خدا جانے کتنا بڑا۔ قطب صاحب تک تو پھیل جائے۔

محمودہ۔ عجب کیا ہے۔

سمندر کے منافع

حسن آرا۔ سمندر تو خدا نے ناحق ہی بنایا تمام زمین خشک ہوتی۔ آدمی اِدھر سے اُدھر چلتے پھرتے جہاں تک چاہتے بستے بساتے۔

اُستانی جی۔ یہ بڑا کفر کا کلمہ ہے توبہ کرو توبہ۔ دُنیا میں کوئی چیز بے فائدہ اور بے مصلحت نہیں ہے اور خدا کے جتنے کام ہیں سب عقل اور حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔ آدمیوں نے اتنا غور کیا مگر اس کی حکمت کا ایک شمہ

Marfat.com

بھی سمجھ پایا۔

حُسن آرا۔ (کلوں پر ہولے ہولے طمانچہ مار کر) اے ہے میری توبہ ہے۔ الٰہی توبہ مگر اُستانی جی ذرا سمندر کے فائدے مجھ کو بتائیے۔

اُستانی جی۔ میں دو چار فائدے جو مجھ کو معلوم ہیں بتاؤں گی لیکن انسان ایسا ضعیف العقل ہے کہ وہ بہت سی چیزوں کا فائدہ سمجھنے سے قاصر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اپنے قصورِ فہم کی وجہ سے انتظامِ الٰہی عقلِ انسان کے لیے ایک کسوٹی ہے۔ جب عقل کوئی بات خلافِ انتظامِ الٰہی سوچتی ہے تو یہ دلیل غلطیِ عقل ہے۔ سمندر کے فائدوں میں تم کو شک ہے تو لو سنو! ایک فائدہ تو یہ ہے کہ سمندر سے لاکھوں روپے کے بیش بہا موتی نکلتے ہیں جو ہم عورتوں کے لیے موجبِ زینت ہیں۔ سمندر میں لاکھوں قسم کی مچھلیاں ہوتی ہیں جن کو آدمی کس خواہش سے کھاتے ہیں مچھلیوں کی چربی جلانے کے کام آتی ہے بلکہ بعض مچھلیوں کا تیل بہت سی بیماریوں کی دوا ہے۔ سمندر میں مچھلیاں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ تم سنو تو حیران ہو جاؤ۔ ایک قسم کی مچھلی وہیل ہوتی ہے سینکڑوں گز کی لمبی چوڑی ہزاروں من کی وزنی یعنی بجائے خود جہاز کا جہاز پھر سمندر میں مال کے لدے ہوئے بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں اگر اتنا مال خشکی کی راہ لے جائیں تو بڑی محنت، بڑی دیر اور بڑے خرچ اگرچہ جہاز دخانی سمندر اور بڑے دریاؤں میں اسی طرح چلتا ہے جیسے خشکی میں ریل مگر صدہا جہاز صرف ہوا کی مدد سے چلتے ہیں اور ہوا موافق ہو تو سینکڑوں کوس ایک دن میں نکل جاتے ہیں۔ یہ تھوڑے فائدے ہیں اور فائدے تو فائدے سمندر نہ ہو تو کسی کی زندگی ہی نہ ہو۔

حُسن آرا۔ جناب لاکھوں آدمی ہیں جنھوں نے سمندر کی صورت بھی نہ دیکھی۔ بلکہ

Marfat.com

شائد نام بھی نہ سُنا ہو۔

اُستانی جی۔ یہ میں نے کب کہا کہ دیکھنے اور نام کے سُننے پر موقوف ہے میں نے یہ کہا کہ سمندر نہ ہو تو کسی کی زندگی ہی نہ ہو۔

حُسن آرا۔ مہربانی فرما کر مجھ کو اس کی وجہ سمجھا دیجیے۔

اُستانی جی۔ وجہ تو ظاہر ہے کھانے کے انواع و اقسام کے غلّے سب مینہ سے پیدا ہوتے ہیں اور مینہ سمندر سے آتا ہے۔

حُسن آرا۔ آہا! شیخی لوگ کہا کرتے ہیں کہ بادلی سمندر میں پانی پینے جاتے ہیں۔

اُستانی جی۔ جی کہنا تو غلط ہے مگر مینہ ضرور سمندر سے آتا ہے۔ رابعہ تم نے ابھی چند روز ہوئے مینہ، اوس، کہر، قوس قزح، بجلی اور اولوں کا حال پڑھا ہے۔ حُسن آرا بیگم کے روبرو تو بیان کرو۔

مینہ، بجلی، بادل وغیرہ اور روشنی اور ہوا کی رفتار

رابعہ۔ گرمی کی وجہ سے سمندر اور دریاؤں اور ہر ایک گیلی اور سیلی چیزوں سے بھاپ نکلتی ہے اور چونکہ سمندر کا پانی ہزاروں کوس میں پھیلا ہوا ہے سب سے زیادہ بھاپ سمندر سے اُٹھتی ہے اس بھاپ کا نام بادل ہے جو ہلکی ہونے کے سبب ہوا پر جا کر آفتاب کے عکس سے ہم کو رنگ برنگ کی نظر آتی ہے یہ بھاپ بلندی پر پہنچ کر ٹھنکی پاتی اور مینہ بن کر برستی ہے اور کبھی ٹھنکی کی وجہ سے جم کر اولہ ہو جاتی ہے۔

حُسن آرا۔ مینہ تو وہ بھاپ ہوئی جو سردی پا کر پانی بن گئی تو بجلی وہ بھاپ ہو گی جو آگ بن جاتی ہو گی۔ اُوپر کی ٹھنکی بھاپ کو پانی تو بنا دیتی ہے مگر کیا اس آگ کو نہیں بجھا سکتی؟

Marfat.com

رابعہ نے تامل کیا۔

محمودہ۔ کوئی چیز گرمی سے خالی نہیں یہاں تک کہ جمی ہوئی برف میں بھی گرمی رہتی ہے اور دو چیزوں کو آپس میں گھسنے اور رگڑنے سے یوں بھی گرمی پیدا ہو جاتی ہے یہ ستارہ جو ٹوٹتا ہے ہوا کی گرمی کوئی تحریک پا کر بھڑک اٹھتی ہے اور اس قاعدے کو نہ جاننے سے لوگوں نے بڑے بڑے دھوکے اٹھائے ہیں۔ قبرستانوں اور مرگھٹوں اور پرانی عمارتوں اور باغوں اور جنگلوں میں جو کبھی ہوا بھڑک اٹھتی ہے لوگ جانتے ہیں بلا ہے۔ بجلی اور دو چیزیں ایسی برابر رکھی جاویں جن میں سے ایک میں زیادہ گرمی ہو اور دوسری میں کم تو زیادہ گرمی والی چیزوں میں زیادہ گرمی ہو جائے گی۔ مثلاً ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈالو تو ہاتھ کی گرمی پانی میں جائے گی یہاں تک کہ دونوں میں یکساں گرمی ہو جائے گی اور تھوڑی دیر کے بعد پانی کی ٹھر جو ہاتھ کو محسوس نہیں ہوتی اس کی یہی وجہ ہے اسی طرح سے جس بادل میں گرمی زیادہ ہوتی ہے وہ پاس کے گرمی والے بادل میں زور سے جاتی ہے اس کا نام کڑک ہے جس کی آواز ہم لوگ سنتے ہیں۔

حسن آرا۔ ٹھنڈے پانی اور ہاتھ کی مثال جو آپ نے دی اس میں تو ہم کو ہاتھ سے آگ نکلتے نظر نہیں آتی مگر بجلی میں تو ایسی آگ ہوتی ہے کہ آنکھ چندھیانے لگتی ہے۔

محمودہ۔ گرمی سے آگ بن جانا کون تعجب ہے پتھر کو پتھر پر مارو چنگاریاں جھڑتی ہوئی نظر آئیں گی۔ خیر النساء نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ان کے وطن میں ایک مرتبہ آندھی آئی۔ بانسوں کی رگڑ سے جنگل میں اس بلا کی آگ لگی کہ تمام نیستان جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔

حسن آرا۔ بجلی تو زمین پر بھی گرا کرتی ہے۔ اس کا سبب۔

Marfat.com

اُستانی جی۔ جب بادل زمین کے قریب ہو نزدیک ہونے کی وجہ سے زمین اس گرمی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

حُسن آرا۔ کیا یہ بادل آسمان میں نہیں ہوتے ہے؟

اُستانی جی۔ اکثر میل دو میل سے زیادہ اونچے نہیں ہوتے اور پہاڑوں پر تو گھروں میں بادل گھستے پھرتے ہیں بیٹھے ہیں کہ یکایک کہر کی طرح دھواں سا اُبھرا تھوڑی دیر بعد چاندنا ہوا تو دھواں ندارد پانی میں تر بتر۔

حُسن آرا۔ بجلی تو بڑی آفت ہے کچھ اس کی روک بھی ہے میں نے جہاں کڑک کی آواز سُنی اندر بھاگ جاتی ہوں۔

اُستانی جی۔ آواز کے سُننے پیچھے بھاگنا تو بے وقوفی ہے۔ بجلی گرتی ہے تو آواز پہنچنے سے پہلے گر چکتی ہے ہوا کی نسبت روشنی کی رفتار بڑی تیز ہوتی ہے تم نے کاہے کو دیکھا ہوگا غدر کے دنوں ہم لوگ کوٹھے پر سے بادلے کی توپوں کو دیکھتے تھے کہ رنجک کی چمک پہلے نظر آتی تھی اس کے چند لمحہ بعد توپ کی آواز سن پڑتی تھی یہی حال بعینہٖ بجلی اور کڑک کا ہے خوب دھیان لگا کر جب چاہو آزما لو پہلے چمک نظر آتی ہے اس کے تھوڑی دیر بعد کڑک کی آواز سنائی دیتی ہے اور بجلی کے روک کی جو تم نے پوچھی تو ہاں عقلمندوں نے اس کی تدبیر بھی نکالی ہے۔ بجلی تھی تو نقصان کی چیز عقل کے زور سے اسی کو فائدہ مند کر لیا۔ تار برقی کا نام تم نے سُنا ہے۔

حُسن آرا۔ ہاں دو چار مرتبہ بڑے ابا کے پاس سے سُنا کہ تار میں خبر آئی۔

اُستانی جی۔ دیکھو انگریزوں کی ولایت پانچ ہزار کوس دُور ہے۔ مگر تار کے ذریعہ سے چار پانچ گھنٹے میں خبر آجاتی ہے۔ یہ سب بجلی کے کھیل ہیں۔

حُسن آرا۔ روک کی نسبت آپ نے کچھ فرمایا۔

Marfat.com

اُستانی جی۔ دھات کی چیزیں لوہا۔ تانبا، پیتل وغیرہ بجلی کو کھینچتی ہیں میگزینوں میں بارود کی حفاظت کے واسطے بجلی کی روک تھام کرنی پڑتی ہے چھتوں کے پہلو میں لوہے کی سلاخیں گاڑ دیتے ہیں کہ بجلی گرے تو سلاخوں کی راہ زمین میں چلی جائے۔ میرے پاس ایک رسالہ ہے جس میں تار برقی کا سب حال لکھا ہے اُس میں بجلی کے عجب عجب خواص لکھے ہیں جب تم زیادہ پڑھ لوگی تو اُس کو دیکھنا۔

انگریزوں کا حال

حُسن آرا۔ انگریز بھی بڑے عقل کے پُتلے ہیں۔

اُستانی جی۔ قوم کی قوم کا یہی حال ہے۔ عقل کے پتلے نہ ہوتے تو کالے کوسوں آکر بادشاہ کس طرح بن بیٹھے۔ ذرا انگلستان کی تاریخ پڑھو تو تم کو معلوم ہو کہ ابتدا ان لوگوں کی کیا تھی۔ نرے وحشی تھے جانوروں کو مار کر گوشت کھاتے اور چمڑا پہنتے۔ پہاڑوں کی کھوہوں میں رہتے کھیتی باڑی اور مکان بنانے تک عقل نہ تھی۔ رومیوں کی سلطنت تھی اُنہیں سے انگریزوں نے عقل و سلیقہ سیکھا یہاں تک کہ رومیوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا اب یہ وہی انگریز ہیں کہ روئے زمین پر کوئی قوم ایسی دانشمند اور ایسی شائستہ نہیں ہے۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ اب تک میں یہ سمجھتی تھی کہ خدا نے سب آدمیوں کو برابر عقل دی ہے۔ مگر آپ کے فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کے مُلک کی آب و ہوا میں ایک خاص تاثیر ہے کہ وہاں کے لوگ زیادہ عقیل ہوتے ہیں۔ میری کتاب میں بھی کئی جگہ دانشمندانِ فرنگ آیا ہے۔ پھر اس میں دوسرے ملک والوں کا کیا دوش ہے۔

اُستانی جی۔ عقل واقعی خداداد ہے۔ مگر اس کی ترقی بے علم کے نہیں ہوتی اسی طرح جسم بھی خداداد ہے مگر اس کی توانائی اور بالیدگی غذا پر موقوف ہے۔ عقل کی غذا علم ہے سو افسوس ہے کہ علم ہندوستان سے بالکل اُٹھ گیا ہے اور جو ہے وہ جہل سے بدتر ناحق کی کٹھ حجتی اور جھوٹی شاعری کے سوائے ہندوستان میں کچھ اور بھی ہے۔

حُسن آرا۔ کیا انگریز بڑے مولوی ہوتے ہیں۔

اُستانی جی۔ لفظ مولوی کا استعمال تم کو اس مقام پر نہیں کرنا چاہیے مسلمان عالم مولوی کہلاتے ہیں۔ ہندو پنڈت مگر کچھ شک نہیں جو علم کارآمد ہیں انگریز سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ اسی علم کے زور سے وہ وہ نادر کلیں ایجاد کی ہیں اور آئے دن ہوتی جاتی ہیں کہ سن کر عقل دنگ ہوتی ہے دنیا کا تمام کام کلوں سے لیا جاتا ہے۔ کلیں سُوت کاتیں کپڑے بُنیں اور کلیں آٹا پیسیں کلیں کتابیں چھاپیں کلیں باجے بجائیں کلیں لوہار بڑھئی کا کام دیں بلکہ کلیں وہ کام کریں جو آدمی سے نہ ہو سکے۔

حُسن آرا۔ کیا ان کی میمیں بھی اسی طرح کی عقلمند ہوتی ہیں؟

اُستانی جی۔ بے شک عورتیں بھی سب کی سب پڑھی لکھی ہُنرمند اور ممکن نہیں کہ مرد اس درجہ کے لائق ہوں اور عورتیں ہم کمبختوں کی طرح بے علم بے ہُنر حلیمہ کے ہمسائے میں ایک میم رہتی ہیں ذرا ان کا حال سُنو بوا حلیمہ کہو تو۔

Marfat.com

ایک انگریزی خاندان کا حال اور اُس کی نیک زندگی

حلیمہ۔ جناب ہمارے مکان سے ملا ہوا مکان (وہ بھی ہمارا ہی ہے) پانچ چھ مہینے ہُوئے ایک میم نے کرائے پر لینا چاہا ہمارے محلّہ کی بہشتن میم صاحب کے پاس آیا گہری میں نوکر ہے وہی پیام لائی۔ میم کا نام سُن کر اماں جان نے صاف انکار کیا کہ ہم میم کو مکان نہیں دیتے۔

بہشتن۔ بیوی ڈیوڑھا۔ دونا کرایہ ماہ بماہ لو ایسا کرایہ دار نہیں پاؤ گی۔

اماں جان۔ کرایہ لے کر کیا چولہے میں ڈالنا ہے دیوار بیچ تو مکان لگا ہے۔ لڑکیوں بالیوں کی آواز برابر جاتی ہے میاں مرزا اپنے کارخانے کے لیے منتیں کرتے رہے میں نے نہ دیا رکھوں گی تو کسی اشراف کو ورنہ یلا سے خالی پڑا رہنا اچھا۔

بہشتن۔ بیوی میم صاحب بھی بڑی ہی اشراف آدمی ہیں۔ ہیں تو غیر قوم، غیر مذہب مگر مجھے اپنے نتھو کے سَر کی قسم بڑے ہی بھلے مانس ہیں اور پاس کے رہنے سہنے آپ کو حال کھل جائے گا۔ اگر میری بات میں فرق پاؤ میری ناک چوٹی کاٹ لینا۔

اماں جان بھلا اُن کے یہاں انگریزوں ——— کی آمد و رفت تو رہتی ہو گی۔

بہشتن۔ بیوی صاحب تار گھر میں نوکر ہیں رات کو تو بجے آتے ہیں اور صبح کو چار بجے کام پر چلے جاتے ہیں اِن کی حاضری دہیں جاتی ہے اور کوئی باہر کا نہ آتا ہے نہ جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ بڑی بیٹی مس بابا اصل خیر سے تمہاری لڑکی سے عمر میں تو کم ہے۔ مگر میری آنکھوں میں خاک ڈیل میں کوئی دو مٹھی نکلتی ہوتی ہے۔

Marfat.com

امّاں جان۔ گو باہر والوں کی آمد و رفت نہ ہو خود میم صاحب تو نکلتی بیٹھتی ہیں۔
بہشتن۔ صبح و شام پا پیادہ بچّوں کو ساتھ لے ہوا کھانے البتہ کشمیری دروازے
کے باہر جایا کرتی ہیں۔
امّاں جان۔ میم صاحب یا اُن کے بچّے ہمارے گھر میں تو چلے آیا کریں گے۔
بہشتن۔ بے مرضی ہرگز نہیں۔
امّاں جان۔ دیکھو کچھ قباحت نہ ہو مجھ کو تو ڈر ہی لگتا ہے۔
بہشتن۔ بیوی کچھ شبہ مت کرو میرا ذمّہ۔ غرض کہ میم صاحب آ رہی ہیں دو چار دن
امّاں جان ہم سب بچّوں پر آہستہ بولنے کی تاکید کرتی رہیں اور کوٹھے پر چڑھنے
کو بھی منع کر دیا تھا اور ہم لوگوں نے بھی اتنے دنوں میم صاحب کی طرف سے
آواز تک نہیں سُنی اوپر پیاز پھیلی ہوئی تھی اس کے لینے کو امّاں سے پوچھ
کر کوئی چار گھڑی دن رہے میں دبے پاؤں چڑھتی کیا ہوں باہر صحن میں میز
بچھی ہے اور میم صاحب ان کے بچّے آس پاس کرسیاں بچھائے سب کے
سب کچھ پڑھ رہے ہیں چھت پر میرے چلنے کی دھم دھم سُن کر چھوٹی لڑکی
نے مجھ کو دیکھ لیا اور دیکھتے ہی آپ سے آپ سلام کیا۔ اس کا سلام کرنا تھا
کہ سب کے سب مجھ کو دیکھنے لگے تب تو میں نے میم صاحب کو سلام کیا میم صاحب
نے نہایت مہربانی سے میرا سلام لیا۔ اور جلدی سے اُٹھ چھت کے نیچے
آ کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں کہ ہم لوگوں نے تم سے جان پہچان پیدا کرنے میں
ابتدا کی ہے تم اس بات سے ناخوش تو نہیں ہوئیں۔ میم صاحب کو آئے
ہوئے دیکھ جی میں آیا کہ بھاگ جاؤں لیکن اُن کی بات سُن کر تو دل میں کچھ دلیری
سی آئی اور میں نے کہا "جناب اس میں ناخوشی کی کیا بات ہے آپ سے تعارف
کرنا تو ہمارے لیے فخر ہے۔

Marfat.com

میم صاحب۔ مجھ کو ایک بات پوچھنی ہے کہ اگر تمہاری اماں جان مہربانی کر کے اپنے کوٹھے پر ذرا کے ذرا آ کھڑی ہوں تو بڑا احسان کریں اپنی اماں جان سے میرا بہت بہت کلام اور پیام کہنا کہ میں نے کہا بہت خوب میں ابھی جا کر کہتی ہوں نیچے آ کر میں نے اماں جان سے سب حال بیان کیا اماں جان نے بھی کچھ تامل سا کیا بارے چلی گئیں۔

میم صاحب۔ (سلام کے بعد) میں نے آپ کو صرف اتنا پوچھنے کے لیے اتنی تکلیف دی ہے کہ اس آنے کے سوائے اگر کچھ تکلیف ہم لوگوں کے رہنے سے آپ کو پہنچی ہو تو مہربانی فرما کر مجھ کو اس سے اطلاع دیجیے۔

اماں جان۔ آپ کے منہ پر کہنا تو خوشامد ہے مجھ کو تو آج تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ اس مکان میں کوئی رہتا بھی ہے یا کہ نہیں ایسا تو کوئی ہندوستانی بھی آ کر نہیں رہا۔ ہم لوگوں میں کم بخت پردے کی بڑی قید ہے بس اسی کا خیال تھا۔

میم صاحب۔ ہوں تو بے شک انگریز مگر میں اسی ملک میں پیدا ہوئی اور اسی ملک میں ہوش سنبھالا۔ میں بڑے آدمی کی بیٹی ہوں۔ ماں باپ دونوں مارے گئے اکیلی رہ گئی شادی کر لی۔ خدا کے فضل سے چار بچے ہو گئے ہیں ان کی پرورش کرتی ہوں میں آپ کے دستور سے بخوبی واقف ہوں خدا نے چاہا تو کوئی بات مجھ سے ایسی نہ ہو گی کہ آپ کی اذیت کا باعث ہو۔ ہماری کتاب میں ہمسائے کے بہت بڑے حقوق لکھے ہیں سو اگر مجھ سے وہ حق نہ بھی ادا ہو تاہم میں امید کرتی ہوں کہ میرے سبب سے آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے گی۔

اماں جان۔ آپ کے رہنے سے سراسر راحت مگر ہم لوگوں کی وجہ سے عجب نہیں

Marfat.com

آپ کو ایذا ہوتی ہو۔ اللہ رکھے میرے بھی چار بچے ہیں مگر دن بھر آپس میں اُدھم مچائے رکھتے ہیں۔ بہتیرا گھرکتی ہوں کوستی ہوں اور عاجز آکر ایک طمانچہ بھی مار بیٹھتی ہوں لیکن دن بھر مجھ کو پریشان کیے رہتے ہیں۔ سگے بھائی بہن ہو کہ ایک کی ایک سے نہیں بنتی جب سے آپ آکر رہی ہیں ذرا امن بھی ہے میں بات بات پہ روکتی رہتی ہوں پھر بھی کیا اثر ہوتا ہے ممکن نہیں ان کا شور و غل آپ کو تکلیف نہ دیتا ہو۔

میم صاحب۔ کیا ہوا بچے ہی تو ہیں کھیلنے کودنے کی تو ان کی عمر ہے شرارت کیا ہی کرتے ہیں ان کے شور و غل ہی کی تو گھر میں بستی ہے۔

امّاں جان۔ مجھ کو حیرت ہے کہ آپ کے بچے کیوں نہیں غل کرتے۔

میم صاحب۔ کرتے ہیں مگر نہ ہر وقت۔

امّاں جان۔ برائے خدا کوئی تدبیر مجھے بھی بتائیے میں ان بچوں کے ہاتھ سے سخت عاجز ہوں نہ اپنا دیکھیں نہ پرایا اُن کو لڑنے سے کام ان کی وجہ سے میں نے شادی بیاہ میں جانا کم کر دیا ہے لوگ کہتے ہیں نوج کیسی بے سری اولاد اٹھائی ہے ناحق شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

میم صاحب۔ یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے جس کے واسطے آپ اتنا سوچ کرتی ہیں بڑے ہو کر آپ درست ہو جائیں گے۔

امّاں جان۔ کیا بڑے ہونے کے لیے کوئی اور زمانہ آئے گا۔ اللہ رکھے تیرھویں برس میں تو یہ میری حلیمہ ہے بہتیرا کہتی ہوں تم بڑی ہو سمجھدار ہو چھوٹوں کے منہ مت لگا کرو چھیڑ چھیڑ کر لڑتی ہو۔ کچھ ان دقتوں ایسے خون سفید ہو گئے ہیں نہ چھوٹوں کو بڑوں کا ادب ہے نہ بڑوں کو چھوٹوں کی محبت۔

میم صاحب۔ بچوں سے کچھ آپ کام بھی لیتی ہیں۔

Marfat.com

امّاں جان۔ ہے خدا کے دیئے نوکر چاکر گھر میں ہیں ان کا یہی کام ہے کھائیں پیئیں اور کھیلیں۔

میم صاحب۔ بس یہی خرابی ہے۔ مَیں نے تو ہر بچّے پر اس کی بساط کے موافق اتنا کام ڈالی رکھا ہے کہ اس کو اسی سے فرصت نہیں ملتی ہم سب لوگ چھوٹے بڑے چاہے کوئی موسم ہو صبح کے پانچ بجے اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ ہر ایک نے غسل کیا کپڑے بدلے اور تھوڑا سا ناشتہ کھا پی چھ بجتے بجتے میں ان سب کو لے کر شہر کے باہر ہوا کھانے چلی جاتی ہوں اور کوئی ساڑھے سات بجے آٹھ بجے لوٹ آتی ہوں۔ آنے کے ساتھ سب کو لے کر نماز پڑھتی ہوں پھر سبق پڑھاتی ہوں گیارہ بجے سبق سُن کر کھانا کھاتی ہوں۔ اس کے بعد کوئی لکھنا ہے کوئی سیتا ہے دن کو ہم لوگ کبھی نہیں سوتے تین بجے پہلے کچھ کھا لیا پھر دوسرا سبق دیا جاتا ہے پانچ بجے پھر غسل کیا اور کپڑے بدلے ہوا خوری کو نکل گئی سات بجے واپس آئی اتنے میں صاحب آجاتے ہیں سب بچوں کا سبق سنتے ہیں اور ہر ایک کا کام دیکھتے اور پھر سب مِل کر نماز پڑھتے ہیں۔ نماز کے بعد کھانا کھایا سو رہے۔ فرمایئے۔ اب اِن کو لڑائی کی فرصت کہاں ہے اور اگر مَیں ان کو آپس میں کُرتا دیکھوں تو کیا توقع رکھوں جب یہ آپس میں ملاپ نہ رکھیں تو دُنیا میں دوسرے لوگوں کے ساتھ کیوں کر گزریں گے۔

امّاں جان۔ سبحان اللہ آپ نے بڑا عمدہ انتظام کر رکھا ہے اور تبھی تو تم لوگ سلطنت کر رہے ہو۔ ہم ہندوستانیوں کے یہی کام ہیں دو چار کھانوں کی ترکیب سیکھ لی اپنے ہاتھوں اپنے کپڑے سی لیے پڑھنے لکھنے کا تو دستور ہی نہیں نوکر چاکر رکھنے کا مقدور ہوا تو عہدی بن کر بیٹھے رہے۔

Marfat.com

میم صاحب۔ ہم لوگوں میں ضرورت کی نظر سے ہُنر نہیں سیکھتے بلکہ ہُنر کو باعث
عزّت سمجھتے ہیں مجھ کو اپنے باپ کی ایک بات یاد ہے کہ جب مجھ کو انہوں
نے ولایت پڑھنے کے لیے بھیجا تو چچا کو چٹھی لکھ دی تھی کہ اس کو کسی اچھے
مدرسے میں داخل کر دینا چچا نے لکھا کہ فلانے مدرسے میں بڑی عمدہ
اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی ہے مگر وہاں فیس بہت دینی پڑتی ہے۔
میرے باپ نے لکھا کہ دو سو روپیہ مہینہ مَیں نے اس لڑکی کا حق علیحدہ
کر دیا ہے۔ اس میں اگر کچھ بچے گا وہ اسی کے واسطے جمع ہوتا جائے گا لیکن
اگر اس کا کل روپیہ اس کی تعلیم میں صرف ہو تو جمع ہونے سے بہتر ہو گا۔ کیونکہ
ہُنر کا جمع کیا جانا روپے کے جمع کیے جاتے سے کہیں مفید ہے چنانچہ مجھ کو چچا
نے اسی بڑے مدرسے میں داخل کیا جس میں فیس اور میرا اشرفاری خرچ
ملا کر دو سو روپیہ مہینہ خرچ ہو جاتا تھا جب میرے باپ غدر میں مارے
گئے نواب کہیں سہارا نہ تھا ناچار مجھ کو مدرسہ چھوڑنا پڑا ایک برس کی اور
کسر رہ گئی ورنہ میں ایک سال اور پڑھتی ماں باپ کے مارے جاتے
کا رنج اور مدرسہ کی ایسی مجبوری کے ساتھ چھوڑنے کا صدمہ میں سچ کہتی
ہوں، دونوں نے میرے دل پر بڑا اثر کیا ہر چند میں ناتمامی کی حالت میں مدرسے
سے نکلی پھر بھی میری لیاقت کا چرچا گھر گھر دُور دُور تھا اور مدرسے سے نکلنے کے
ساتھ جب لوگوں نے جانا کہ میں شادی کرنے پر آمادہ ہوں تو سینکڑوں آدمیوں
نے مجھ سے شادی کی درخواست کی۔ ہم لوگوں میں یہ بہت اچھا طریقہ ہے
کہ شادی لڑکا لڑکی کی رضامندی سے ہوتی ہے۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے
کہ رضامندی آپ لوگوں کے مذہب میں بھی شرط ہے مگر میں دیکھتی ہوں کہ اس
کا برتاؤ کچھ بھی نہیں ہوتا اکثر بے تمیزی کی حالت میں آپ لوگ اولاد کو بیاہ

دبتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ لوگوں میں اکثر زن و شوہر میں بے لطفی اور ناسازگاری رہا کرتی ہے جب کثرت سے لوگ خواہاں ہوئے تو مجھ کو انتخاب میں بڑی دقت پیش آئی۔ کبھی فخر نسب کی خواہش ہوتی تھی۔ مدرسہ کی استانی جو مجھ پر سگی ماں کی طرح مہربان تھیں۔ میں نے اُن سے مشورہ کیا اُنہوں نے مجھ کو یہ نیک صلاح دی کہ علم لیاقت اور نیکی انسان کے بڑے جوہر ہیں جس میں یہ صفتیں پاؤ اُسی کو اختیار کرو چنانچہ خوب تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد ان صاحب کو پسند کیا صاحب بڑے عالم ہیں مدرسے سے خطاب فضیلت حاصل کیا ہے اور نیک اس درجہ کے ہیں کہ یہاں کے سارے انگریز پادری ان کی تعظیم کرتے ہیں اور میں تو صاحب کی نیک مزاجی سے اس قدر خوش ہوں کہ سلطنت کی خوشی بھی اس کے مقابلے میں ہیچ نظر آتی ہے صاحب کی تنخواہ تو کچھ بہت نہیں صرف چار سو روپیہ مہینہ پاتے ہیں مگر جس محبت اور مہربانی سے وہ مجھ کو اور بچوں کو رکھتے ہیں۔ میرا منہ نہیں کہ اس کا شکریہ ادا کر سکوں۔ پندرہ برس میرے بیاہ کو ہوئے کسی بات میں مجھ سے ردّ و کد کی نوبت بھی نہیں آئی۔ بچوں کے ساتھ کچھ اس طرح کی مدارات ہے کہ ہر ایک بچہ دل و جان سے فدا ہے۔ جب کچہری سے آتے ہیں بچوں کو عید کی سی خوشی ہوتی ہے مگر مجال نہیں کہ کوئی ان کی خلاف مرضی بات کر سکے۔ نہ مارتے نہ گھرکتے نہ ترشروئی کرتے مگر کچھ ایسا دھنک کر رکھا ہے کہ محبت میں رعب پیار میں ڈر اور انہیں کے انتظام سے ان بچوں کی اصلاح بھی میری خاطر خواہ ہوتی جاتی ہے خدا کا شکر ہے کہ بیٹے اور بیٹیاں سب میرے کہے میں ہیں۔ میری بڑی لڑکی کا نام مس روز ہے آپ نے تو کھڑکی میں قفل لگا رکھا ہے

Marfat.com

ورنہ میری لڑکیاں تو ایسی ملنسار ہیں کہ دن میں سو سو بار کھڑکی میں آ کر کھڑی ہوتی ہیں اور آپ کے بچوں سے ملنے کو ترستی ہیں قفل کھول دینے میں اگر کوئی قباحت نہ ہو تو ایک دن آ کر ذرا ہمارا گھر دیکھئے اس سے خاطر جمع رکھیے کہ سوائے میرے اور میرے بچوں کے کوئی غیر اندر نہ رہنے پائے گا۔

اماں جان۔ انشاء اللہ تعالےٰ میں کسی دن حاضر آؤں گی۔ اگلے دن اماں جان ہم سب کو ساتھ لے کھڑکی کی راہ میم صاحب کے گھر گئیں۔ میم صاحب کے گھر میں گئے تو کیسا صاف ستھرا کہ صحن میں تنکے کا نام نہیں خانہ داری کا اسباب اس سلیقہ کے ساتھ اپنے اپنے موقع سے رکھا تھا کہ ہم لوگوں میں شادی بیاہ میں بھی ایسی آرائش نہیں ہوتی کوئی چیز نایاب اور قیمتی تو ایسی تھی نہیں اکثر چیزیں ایسی تھیں کہ ہمارے گھر میں بھی تھیں مگر وہاں کی چیزوں پر اور ہی کچھ رونق تھی منہ دھونے کا تسلہ کیسا صاف منجھا ہوا کہ آنکھ نہ ٹھہرے بید کے مونڈھے کی بھی کچھ اصل ہے مگر تیلیاں چمکتی ہوئی اوپر ایک دستکار جالی کا نفیس غلاف سادہ۔ میں تکلف غرض جو چیز تھی صفائی کا نمونہ تھی گھر میں جانے سے جی چاہے کہ صحن میں کھانا بکھیر کر کھا لیجیے وہاں کا سامان دیکھ کر مجھ کو یقین ہوا کہ صفائی بڑی زینت ہے میم صاحب کے بچے اپنے اپنے کمروں میں کوئی لکھ رہا تھا کوئی سی رہا تھا سب نے ہم کو آتے دیکھا مگر کیا مقدور کہ بے ماں کی اجازت کے باہر نکل آئیں میم صاحب نے ہم سب کو ملاقات کے کمرے میں بٹھایا ہم لوگ تو ادھر ادھر دیکھ ہی رہے تھے اماں جان بھی کن آنکھوں سے چیزوں کو دیکھتی جاتی تھیں۔

میم صاحب۔ کیا آپ کی تواضع کروں پان میں نہیں کھاتی۔ عطر ہم لوگوں کا

Marfat.com

شاید آپ کو پسند نہ ہو۔ خشک مٹھائی کا تو کچھ پرہیز نہیں ایک کنسٹر منگا کر طشتریوں میں ہم لوگوں کے رُوبرو رکھ دیا ہم لوگوں نے تامل کیا۔

میم صاحب۔ (ہنس کر) اجی بے تامل کھاؤ اس میں تو کوئی قباحت نہیں اور یوں آپ کے مذہب میں ہمارے ساتھ کھانا جائز لکھا ہے اور روم اور مصر میں کوئی مسلمان بھی اس طرح کا پرہیز نہیں کرتا۔ یہ ہندوستان کے مسلمانوں نے نیا مسئلہ نکالا ہے۔

اماں جان۔ نہیں پرہیز کی کیا بات ہے مگر ابھی سب کھانا کھا چکے ہیں۔

میم صاحب۔ کیا ہوا آپ کچھ نقصان کا اندیشہ نہ کیجیے۔ ہم لوگوں کی مٹھائیوں میں بھی دوا ہوتی ہے غرض نہایت نفیس اور لطیف مٹھائی ہم سب نے کھائی اس کے بعد میم صاحب نے اپنے بچوں کو پکارا سب آموجود ہوئے میم صاحب نے بیٹھنے کا اشارہ کیا بچوں کی عقل دیکھیے کہ ہر ایک اپنی اپنی ہمجولی کے پاس آکر بیٹھا۔ مس رد ز میرے پاس آکر بیٹھیں اور پہلا سوال اُنہوں نے مجھ سے یہی کیا کہ آپ کیا پڑھتی ہیں ان کا پوچھنا تھا کہ مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور میں نے شرمندہ ہو کر کہا کچھ نہیں مس رد ز نے میری بات کو نہایت تعجب سے سُنا اور چُپ ہو گئیں پھر اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریں اپنے بنے ہوئے قیمتی اور عمدہ سے عمدہ تکیوں اور کرسیوں کے غلاف میزوں کی چادریں کپڑے کے پھول موزے کتاب میں رکھنے کی نشانیاں گلو بند موباف دستی رومال جھالریں ڈوری کے کام دکھائے ئیں تو ئیں اماں جان حیران ہو کر رہ گئیں۔ پھر میم صاحب سب کمروں میں لے گئیں کتابوں کی الماری سے ایک کتاب نکال کر اپنے رشتہ داروں اور دنیا کی عمدہ عمارتوں اور نامی اور مشہور لوگوں کی تصویریں دکھائیں۔ گئے تو

Marfat.com

اس نیّت سے تھے کہ ذرا کے ذرا بیٹھ کر چلے آئیں گے مگر کوئی چار گھڑی دن رہ گیا تب اماں جان نے کہا کہ آج میں نے آپ کا بڑا حرج کیا۔

میم صاحب۔ مجھ کو آپ کی ملاقات سے بڑی مسرّت حاصل ہوئی اور ہرگز میرا کوئی حرج نہیں ہوا۔

اماں جان۔ مگر گستاخی معاف میں آپ کے پاس سے اُداس ہو کر چلی۔

میم صاحب۔ خیر ہے بات تو کہیے۔

اماں جان۔ اب اپنی حالت پر جو نظر کرتی ہوں تو سخت افسوس ہوتا ہے بھلا یہ کوئی زندگی کا ڈھنگ ہے۔ خیر میری تو تیرگی افسوس اولاد کو بھی میں نے اپنا ہی ایسا اُٹھایا۔

میم صاحب۔ افسوس کی کیا بات ہے ہر ملکے دہر رسمے۔

اماں جان۔ آگ لگے اس ملک کو جس میں ہُنر کا نام نہیں ہم لوگ شہر میں بڑے سلیقہ شعار کہلاتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ ہُنر اور سلیقہ آپ لوگوں پر ختم ہے غرض میم صاحب سے رخصت ہو کر گھر آئے تو جدھر آنکھ پڑتی تھی ہر چیز جھیر اور بھونڈی نظر آتی تھی۔ میرا تو یہ حال ہوا کہ اُس رات رنج کے مارے مجھ سے کھانا تک نہیں کھایا گیا۔ اگلے دن میں نے اماں جان سے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں مس روز سے کچھ سیکھوں

اماں جان۔ بھلا بیٹی مس روز کچھ اپنے دیس کی تو ہیں نہیں کہ جان پہچان کا پاس ہو۔ خدانخواستہ کچھ محتاج نہیں کہ روپے پیسے کا لالچ کریں میں ان سے کس مُنہ سے کہوں دیکھو کسی طرح ان کی ماں سے دریافت کروں گی۔ میں نے جا کر کھڑکی کھولی تو مس روز صحن میں ٹہل رہی تھیں۔ مجھ سے پوچھا آپ کہیں تو میں آپ کے گھر آؤں۔

Marfat.com

اماں جان۔ شوق سے اماں جان نے مس روز سے آنے کو تو کہا میں اپنے جی میں کہہ رہی تھی خدا کرے نہ آئیں۔ آئیں گی تو کہاں بٹھائیں گے۔

حسن آرا۔ کیوں کیا تمہارے گھر میں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ میں تو سنتی ہوں تمہارا مکان بڑا عالی شان مکان ہے اور فرش فروش مونڈھے ہر طرح کا وافر سامان موجود ہے۔

حلیمہ۔ خدا کا دیا سب کچھ ہے۔ مگر میں میم صاحب کے یہاں جا کر دیکھ چکی تھی ان کے لائق ایک چیز بھی نہ تھی ہمارے یہاں وہ صفائی اور وہ اُجلا پن کہاں۔

حسن آرا۔ کچھ میم صاحب کی وقعت ہی تمہارے ذہن میں جم گئی ہے ورنہ ماشاءاللہ تم بھی صاف اور ستھری رہتی ہو۔

حلیمہ۔ ہاں تم یونہی سمجھو مگر میری طرح میم صاحب کا مکان دیکھے ہوتیں تو جانتیں کہ صفائی کس کو کہتے ہیں۔

حسن آرا۔ بلا سے تم نے مس روز کے لیے سفید سوزنی بچھوا دی ہوتی۔

حلیمہ۔ کچھ آپ کے فرمانے پر موقوف نہ تھا جلدی جلدی جو کچھ ہو سکا کیا ہی مگر کس کس چیز کو چھپاتی۔ جب مس روز چلی آئیں تو میں نے باورچی خانہ کی طرف پشت کر کے کرسی بچھا دی۔ تھوڑی دیر میں آفتاب سامنے آ گیا۔ مس روز کرسی پھیر عین باورچی خانے کے سامنے ہو بیٹھیں اور میرا یہ حال کہ ان کو برابر باتوں میں لگائے جا رہی تا کہ ادھر اُدھر اُن کی نظر نہ پڑے دو چار باتوں کے بعد مس روز بولیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ مجھ کو بہن بنا لیجئے میں نے کہا کہ بہن بننے کا تو منہ نہیں مجھ کو آپ شاگرد کیجیے اور کچھ سکھائیے تو بڑی مہربانی ہوگی۔

مس روز۔ بہ سر و چشم۔

مَیں ۔ کیا سکھائے گا؟

مِس روز ۔ پڑھنا لکھنا تو آپ کو اپنے ملک کا سیکھنا چاہیے مِس گرے یوز جونز نانے درجہ کی انسپکٹر ہیں مجھ سے (اُستانی جی کا نام لیا) اُن کے مکتب کی بہت تعریف کرتی تھیں ۔ مگر سلائی ہر قسم کی مَیں سکھا دوں گی اور اس سے زیادہ مجھ کو کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ آپ مجھ سے سیکھیں ۔

مَیں ۔ آپ کی امّاں جان تو اس میں کچھ مضائقہ نہ کریں گی ۔

مِس روز ۔ مضائقہ ۔ لوگ ان کے مزاج سے ابھی واقف نہیں ہیں میری والدہ ضرور ہیں ۔ لیکن از روئے انصاف مَیں نے ایسی نیک عورت کوئی نہیں دیکھی ۔ زیادہ رہنے سے خود آپ کو معلوم ہو گا ۔ دوسرے کے لیے مَیں تو جانتی ہوں شاید اپنی جان تک ان کو دریغ نہیں ہے آپ سے تو ہمسائیگی اور ملاقات ہے کوئی ہو ان کو ہمدردی کرنی ضرور ۔

مَیں ۔ آپ کی امّاں جان کبھی آپ کو گھرکتی تو نہیں ۔

مِس روز ۔ ان کو ہر ایک طرح کا اختیار مجھ پر حاصل ہے ۔ مگر خدا مجھ کو ایسی نافرمان بیٹی نہ بنائے کہ میری امّاں جان کو گھرکنے کی نوبت آئے دُنیا میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی نادانی کی بات ہو گی کہ میں اپنی پیاری اور مہربان اور خیر خواہ اور دل سوز ان کے خلاف رائے کوئی بات کروں ۔

مَیں ۔ چھوٹے بھائی بہنوں سے اور آپ سے کسی بات میں ردّ و کد ہوتی ہو گی اس وقت تو آپ کی امّاں جان ضرور دخل دیتی ہوں گی ۔

مِس روز ۔ اگر مَیں اپنے چھوٹوں سے ردّ و کد کروں تو تف ہے میری بڑائی پر مَیں اپنے سب چھوٹے بھائی بہنوں کی شکر گذار ہوں کہ وہ لوگ ہر طرح میرا ادب کرتے ہیں اور مَیں سب کو جان کی طرح عزیز رکھتی ہوں اور سب پر دم دیتی

Marfat.com

مَیں۔ کیا سچ مچ تم بھائی بہنوں میں کبھی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا۔

مس آروز۔ بھائی بہن تو بھائی بہن ہم لوگوں کو تو خدا کے فضل سے غیروں کے ساتھ بھی لڑنے کا اتفاق نہیں ہوتا۔

مَیں۔ آپ کی باتوں کو سُن کر مجھ کو سخت تعجب ہوتا ہے ایسا تو ممکن نہیں کہ اُوپر تلے کے بھائی بہنوں میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

مس آروز۔ اور مجھ کو آپ سے یہ سن کر تعجب ہوا کہ بھائی بہنوں میں لڑائی کا ہونا ضرور ہے۔

مَیں۔ اجی لڑائی کچھ خدانخواستہ بیر تھوڑی ہیں۔ یہی بحث و تکرار۔

مس آروز۔ جی ہاں میں سمجھتی ہوں مگر مجھ کو حیرت ہے کہ وہ کیسے بھائی بہن ہیں جو آپس میں تکرار رکھتے ہیں۔

مَیں۔ چھوٹے ناسمجھ کسی بات پر ضد کریں تو اس کا کیا علاج۔

مس آروز۔ نرمی سے پیار کے ساتھ ان کو سمجھا دینا کہ اِن سے نہ لڑنا۔

مَیں۔ اگر وہ نہ سمجھیں۔

مس آروز۔ وہ نہ سمجھیں یا بڑا نہ سمجھے۔

مَیں۔ وُہ ایک ہی بات ہے۔

مس آروز۔ یہ تو بڑے کا قصور ہے۔

مَیں۔ بھلا صاحب کھانے پہننے کی کسی چیز کو آپ کا جی چاہتا ہو گا۔ تو آپ کی اماں جان کسی بات میں روک ٹوک نہیں کرتیں۔

مس آروز۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ کو اپنے کھانے اور پہننے کے واسطے مطلق فکر کرنے کی ضرورت نہیں مجھ سے زیادہ اماں جان کو میری ضرورتوں کا خیال رہتا ہے اور میں دیکھتی ہوں جو چیز مجھ کو درکار ہے اور میری حالت

Marfat.com

کے لیے مناسب ہے اماں جان بے کہے خود اس کا سامان کر لیتی ہیں پھر مجھ کو اس میں دخل دینے سے حاصل۔

مَیں۔ بھلا کسی نوکر چاکر پر آپ کو خفا ہونے کا اتفاق ہو۔

مِس روز۔ میری اماں جان نے مجھ کو تعلیم کیا ہے کہ اگر آدمی (جس کا بال بال گنہگار اور خطادار ہے) چاہتا ہے کہ اس کی خطاؤں سے درگذر کیا جائے تو چاہیے کہ وہ اپنے زیردستوں کی خطاؤں سے درگذر کرے۔ پھر نوکروں پر خفا ہونے کا کیا موقع ہے۔

مَیں۔ تبھی اتنے دن آپ کو اس مکان میں رہتے ہوئے ہوگئے آواز تک نہیں سُن پڑی۔

مِس روز۔ خدا کا شکر ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اسی طرح گھر کو غل غپاڑے سے خالی پاتی ہوں۔

مَیں۔ کیوں صاحب کیا کسی بات پر چھوٹے بچوں کو آپ کے گھر مار نہیں پڑتی۔

مِس روز۔ اگر خدانخواستہ بچوں کو مارنے پیٹنے کی ضرورت ہو تو سمجھیں کہ ان کی خرابی علاج سے درگذری۔ مار پیٹ آخری درجہ بچوں کی سزا ہے جیسے پھانسی آخری درجہ مجرموں کی سزا کا ہے۔

مَیں۔ پڑھنا لکھنا سینا پرونا آپ نے اپنی اماں جان سے سیکھا یا کسی دوسرے سے۔

مِس روز۔ بہت کچھ اپنی اماں جان سے اور تھوڑا سا مدرسے میں۔

مَیں۔ پڑھنے پر بھی آپ کی اماں جان نے کبھی نہیں مارا۔

مِس روز۔ کبھی نہیں۔

مَیں۔ (ہنس کر) آپ مجھ کو مارا کیجیے گا۔

مِس روز (ہنس کر) ضرور لیکن اس طرح کی مار جیسی میں نے کھائی ہے۔

مَیں۔ کیسے سے شروع کرائیے گا۔

Marfat.com

مِس رَوز۔ ابھی۔
مَیں۔ آپ اپنی اماں جان سے تو پُوچھ لیجئے۔
مِس رَوز۔ مَیں کہہ چکی ہوں کہ ایسے کاموں میں ان سے دریافت کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔
مَیں۔ کیا ہوا پھر بھی آپ احتیاطاً ان سے اجازت لے لیجیے۔ مس رَوز نے جیب سے کاغذ پنسل نکال وہیں بیٹھے بیٹھے ماں کو رقعہ لکھ بھیجا اسی کی پشت پر یہ جواب لکھا آیا کہ اگر تم ہمسائی کی بیٹی کو (کہ مجھے تمہاری طرح عزیز ہیں) کچھ سکھا سکو تو جتنی محنت تم نے ان کاموں کے سیکھنے میں کی ہے اُس سے بہتر اس کا اِنعام نہیں اور بے شک اگر ہم بھی ہمسائی کے بچّوں کو سکھانے کی کوشش نہ کریں تو ہمارا یہاں رہنا لاحاصل محض ہے اور جب یہاں سے اُٹھیں گے تو یہ حق اپنی گردن پہ لے جائیں گے اگر تم کسی تدبیر سے اِن کو سیکھنے پر آمادہ کر سکو تو نہایت خوش ہوں گی اور میں آئندہ کی کوششوں میں ہر طرح تمہاری شریک رہوں گی۔ غرض یہ کہ اس دن سے مَیں نے اس مکتب میں آنا شروع کیا اور مِس رَوز نہایت مہربانی سے مجھ کو سکھایا کرتی ہیں۔ گھر بار اس طرح کا نیک ہے کہ مَیں نے تو اس قسم کے آدمی نہیں دیکھے وہ ہی مہینہ میں تمام محلّہ کو گرویدہ کر لیا ہے غربا کو چپکے چپکے بہت کچھ مِلتا ہے۔ کوئی بیمار پڑے میم صاحب پاس سے مفت دوا دیتی ہیں اور دلجوئی ایسی کہ اپنا بھی نہ کرے ایک دن حلیمہ میری چھوٹی بہن کا جی اچھا نہ تھا میم صاحب پہر دن رہے سے آدھی رات تک بیٹھی رہیں۔ کبھی یہ دوا پلا، کبھی وہ دوا پلا۔ بہتیرا اماں جان نے کہا آپ جا کر آرام کیجیے بہت رات گزر گئی سر کیں تک نہیں جب حلیمہ سو گئی اور آرام ہو گیا تب گئیں۔ یہ بات

Marfat.com

ہمیں نے اُنہیں میں دیکھی اپنے اُوپر مصیبت ہو تو بڑی مستقل مزاجی بڑی مضبوط بڑی صابر بھول کر بھی زبان پہ نہ لائیں اور دُوسرے کی آنکھیں دُکھتی سُن پائیں تو پھڑک اُٹھیں بے تاب ہو جائیں۔

حُسن آرا۔ تم تو میم صاحب کی حد سے زیادہ تعریف کرتی ہو لوگ تو انگریزوں کو عموماً بُرا سمجھتے ہیں۔

حلیمہ۔ ان کو انگریزوں سے سابقہ نہ پڑا ہوگا ہمارا بھی یہی حال تھا ڈرتے ڈرتے ہم لوگوں نے میم صاحب سے ملاقات کی اور بہت دنوں تک دل میں کھٹکتے رہے۔ معاملہ پڑا تو جانا۔

حُسن آرا۔ نیک ہیں تو باہر کیوں نکلتی ہیں۔

اُستانی جی۔ اپنی رسم اپنا دستور، پردے کا دستور مسلمانوں میں ہے اَب ہندو بھی مسلمانوں کی دیکھا دیکھی عورتوں کو پردے میں چھپانے لگے ہیں۔ ورنہ روئے زمین پر اور کسی قوم میں پردے کا رواج نہیں۔

علم تاریخ کا تذکرہ اور آدمیوں کی مختلف رسمیں

حُسن آرا۔ آدمی کے ایک ذات رواج کا مختلف ہونا بڑی حیرت کی بات ہے۔

اُستانی جی۔ ایک رواج کا اختلاف۔ اجی صورتیں قد و قامت لباس وضع بولی راہ و رسم سبھی میں تو اختلاف ہے۔ دُنیا میں کوئی دو ہزار تو بولیاں ہیں۔ راہ و رسم کے اختلاف کا تو یہ حال ہے کہ سرحد چین پر اَب تک یہ دستور ہے کہ جتنے سگے بھائی ہوں سب کی بی بی ایک اسی واسطے ان لوگوں میں نسب ماں کی طرف سے لیا جاتا ہے۔ جزیرہ انڈمان میں جس کو کالا پانی کہتے ہیں مرد عورت سب مادر زاد برہنہ پھرتے ہیں سچ کہا ہے ہر مُلکے دہر رسمے مُلکوں

Marfat.com

کی تاریخ پڑھو تو معلوم ہو عجب عجب دستور ہے تاریخ چین میں میں نے لکھا ہوا دیکھا کہ وہاں چھوٹا پاؤں بڑی خوبصورتی کی بات سمجھی جاتی ہے چھٹپن میں لڑکیوں کو لوہے کی جوتی پہنا دیتے ہیں۔ تاکہ پاؤں بڑھنے نہ پائے۔ بڑے ہونے پر چھوٹے پاؤں بدن کا بوجھ نہیں سہار سکتے اور چلنے میں عورتیں گر پڑتی ہیں۔ اور اس کو داخل نزاکت سمجھتے ہیں۔ چپٹی ناک کی بڑی تعریف ہے۔ بڑی بڑی حکمتوں سے ناک کے بانسے کو دباتے ہیں۔ مرہٹے بیوہ عورتوں کا سر منڈوا دیتے ہیں۔ راجپوت لڑکیوں کو پیدا ہونے کے ساتھ مار ڈالتے ہیں عرب کی عورتیں کئی کئی نکاح کرتی ہیں۔

حسن آرا۔ آخر اس اختلاف کا سبب کیا ہے۔ شروع میں تو سب ایک آدم کی اولاد ہیں۔

استانی جی۔ آدم کی اولاد جب بہت بڑھ گئی تو ایک جگہ رہ نہیں سکتی تھی دس ہزار بیس ہزار کے غول اطراف و جوانب میں جا بسے اور وطن اصلی سے کچھ تعلق نہ رہا شدہ شدہ اختلاف اس درجہ کو پہنچا کہ گویا وہ ملک کے لوگ ایک آدم کی نسل سے نہیں ہیں۔

Marfat.com

اجرامِ فلکی اور علمِ ہیات کے اصول سرسری طور پر اور تھوڑا سا چاند گہن اور سورج گہن کا بیان

حُسن آرا۔ کچھ خدا کی قدرت میں عقل کام نہیں کرتی کتنی بڑی زمین بنا دی ہے کتنے آدمی بسا دیئے ہیں۔

اُستانی جی۔ خدا کی قدرت کے آگے تو زمین نہایت چھوٹی ہے اس قادرِ مطلق نے تو ایسے عالم بے شمار پیدا کر دیئے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں زمین کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

حُسن آرا۔ وُہ کون! عالم عاقبت۔

اُستانی جی۔ عاقبت نہیں یہ ستارے جو تم آسمان میں دیکھتی ہو۔

حُسن آرا۔ یہ زمین سے بڑے ہیں۔

اُستانی جی۔ بہت بڑے ہیں۔

حُسن آرا۔ بہت تعجب کی بات ہے سچ مچ میں کچھ اندھی تو نہیں ہو گئی۔

اُستانی جی۔ خدا نہ کرے۔

حُسن آرا۔ یہ ستارے جو آسمان میں ٹمٹماتے ہیں۔ ان کو آپ زمین سے بڑا فرماتی ہیں مجھ کو تو ناخن سے بھی چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔

اُستانی جی۔ تم اکیلی کو کیا سبھی کو چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر واقع میں بہت بڑے ہیں آنکھ کا قاعدہ ہے کہ دُور کی چیز کو چھوٹا دیکھتی ہے اس نقص کے رفع

Marfat.com

کرنے کو عقلمندوں نے دُوربین ایجاد کی ہے۔ وہ بھی ایک قسم کا شیشہ ہے مگر دُور کی چیز اس کے ذریعہ سے بڑی نظر آتی ہے جن کتابوں میں چاند سُورج اور ستاروں کا بیان ہوتا ہے۔ وہ علم ہیَات کی کتابیں کہلاتی ہیں۔ مجھ کو خوب یاد ہے کہ جب میرے والد نے اپنا تصنیف کیا ہوا رسالہ سیر آسمان مجھ کو پڑھایا ہے تو بات بات پر تم سے زیادہ تعجب مجھ کو ہوتا تھا۔ بلکہ مَیں نے اپنے والد سے عرض بھی کیا کہ یہ باتیں مجھی کو عجیب معلوم ہوتی ہیں یا فی الواقع عجیب ہیں۔ تو جناب والد نے فرمایا کہ انسان ناقص العقل جو کچھ زمین پر دیکھتا ہے اپنی کم فہمی کی وجہ سے جانتا ہے کہ خدا کی قدرت اس میں مضمر ہے اور اس کی کاریگری کے اسرار و کرشمے یہی ہیں اور خدائی کے کارخانے سب اس نے سمجھ لیے ہیں۔ انسان کا حال بعینہٖ گولر کے بھنگے کا سا ہے وہ اسی کے اندر پیدا ہوا اور اسی کو جہان خیال کرتا ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ دُنیا کی پیدائش سے لے کر اَب تک جو کچھ انسان نے جانا اور سمجھا ہے وہ خداوند عالم کے کارخانۂ قدرت میں ایسا ہے جیسے سمندر کے آگے ایک ننھی سی بوند بلکہ اس سے بھی کم۔

حُسن آرا۔ اچھا پھر اُستانی جی کیا سچ مچ زمین سُورج سے چھوٹی ہے۔

اُستانی جی۔ ہاں ہاں چھوٹی بھی کیسی چھوٹی جیسے بڑے مٹکے کے آگے مٹر کا دانہ۔

حُسن آرا۔ بھلا آفتاب ہم سے کس قدر دُور ہوگا؟

اُستانی جی۔ پونے پانچ کروڑ کوس۔

حُسن آرا۔ پونے پانچ کروڑ کوس۔ اے ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

Marfat.com

اُستانی جی۔ میں آفتاب کی دُوری تم کو دوسری طرح سمجھاؤں۔ توپ کا گولا کتنا تیز چلتا ہے۔ تمہارے ذہن میں اس کی رفتار کا کچھ اندازہ ہے۔

حسن آرا۔ کوئی ریل سے دوڑنا۔

اُستانی جی۔ نہیں ایک منٹ میں ڈیڑھ میل یعنی گھنٹے میں کوئی سو میل اور ریل کو تو گھنٹے میں تیس میل سے زیادہ چلتے ہوئے نہیں سُنا شائد انگریزوں کی ولایت میں کچھ زیادہ تیز ہو گی۔

حسن آرا۔ گھنٹے کا حساب مجھ کو محمودہ بیگم نے بتایا تو تھا پر خیال سے اُتر گیا۔ اچھی اُستانی جی ذرا آپ پھر بتا دیجئے۔

اُستانی جی۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے اور گھنٹے کا ساٹھواں حصہ منٹ۔

حسن آرا۔ ہاں تو گولہ ایک منٹ میں ڈیڑھ کوس جاتا ہے۔

(پھر سوچ کر) ایک منٹ میں ڈیڑھ کوس۔

اُستانی جی۔ ہاں ایک لاکھ توپ چھوڑ دی جائے تو ۱۹ برس میں گولہ آفتاب پر پہنچے۔

حسن آرا۔ اے ہے خدا کی پناہ کیا ٹھکانا ہے۔

حسن آرا۔ اور چاند زمین سے کتنا بڑا ہے۔

اُستانی جی۔ چاند بڑا نہیں چھوٹا ہے۔

حسن آرا۔ تو کچھ پاس بھی ہو گا۔

اُستانی جی۔ ہاں ایک لاکھ بیس ہزار کوس دُور۔

حسن آرا۔ اچھی اُستانی جی یہ نور کے اتنے بڑے بڑے گولے اللہ میاں نے اسی واسطے بنائے ہوں گے کہ زمین پر ان کی روشنی پہنچے۔

اُستانی جی۔ آفتاب تو اپنی ذات سے روشن ہے۔ مگر چاند کا یہ حال نہیں وہ ہماری

Marfat.com

زمین کی طرح بے نور ہے۔

حُسن آرا۔ کیا جس طرح آنکھ ستاروں کے قدو قامت میں غلطی کرتی ہے۔ اُن کی چمک میں بھی غلطی کرتی ہے۔

اُستانی جی۔ چمک دار تو سب ستارے ہیں لیکن جو ستارے اپنی ذاتی چمک نہیں رکھتے۔ آفتاب کی شعاع جس طرح زمین پہ پڑتی ہے اور زمین کی چمک اُٹھتی ہے اسی طرح وُہ ستارے بھی آفتاب کی دھوپ پڑنے سے ہم کو چمکدار نظر آتے ہیں۔

حُسن آرا۔ آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض ستارے بے نور ہیں جیسے چاند اور بعض مثل آفتاب اپنی ذات سے روشن۔

اُستانی جی۔ تم نے ٹھیک سمجھا یہی حال ہے۔

حُسن آرا۔ مگر آفتاب کے برابر تو کسی میں چمک نہیں۔

اُستانی جی۔ آفتاب تو پھر بھی پاس ہے۔ ستارے اس قدر دُور ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

حُسن آرا۔ بھلا جو ستارے اپنی ذات سے روشن نہیں ہیں کیا آفتاب کی شعاع ان پر ہر وقت رہتی ہے زمین پہ تو ہر وقت نہیں رہتی۔

اُستانی جی۔ زمین پہ بھی ہر وقت رہتی ہے۔

حُسن آرا۔ اُستانی جی رات کے وقت جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو دُھوپ کہیں بھی نہیں ہوتی۔

اُستانی جی۔ زمین گول ہے جس طرف سے آفتاب کے سامنے ہوئی وہاں دن ہوا اور دوسری طرف اندھیرا جس کو رات کہتے ہیں۔ اسی طرح ستاروں کی بھی ایک نہ ایک طرف آفتاب کے سامنے رہتی ہے۔

Marfat.com

حُسن آرا۔ زمین تو بے دُھوپ کے بھی نظر آتی ہے مگر تارے جتنے ہیں چمکتے ہوئے ہی نظر آتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے؟

اُستانی جی۔ اس کا سبب ہے دُور ہونا۔ ستارے اتنی دُور ہیں کہ صرف روشنی کے سہارے سے ہم کو ٹمٹماتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں، ورنہ کیا اُمید اُن کے نظر آنے کی ہے۔

حُسن آرا۔ تارے دن کو کیوں نہیں دکھائی دیتے؟

اُستانی جی۔ خود آفتاب کی دہکتی ہوئی شعاعیں ہم پر ہوتی ہیں۔ تاروں کی مدھم چمک نظر نہیں آتی جیسے دن کو چراغ کا نور پھیکا پھیکا ہو جاتا ہے۔

حُسن آرا۔ یہ آپ نے فرمایا کہ زمین کے ایک طرف اُجالا اور دوسری طرف اندھیرا رہتا ہے بات تو ٹھیک ہے گول چیز کو روشنی کے سامنے رکھیں گے تو سامنے والی طرف اُجالا ہوگا اور دوسری طرف تاریکی مگر چاہیے تھا کہ زمین پر جہاں دن تھا سدا دن رہتا اور جہاں رات تھی سدا رات۔

اُستانی جی۔ کشش جانتی ہو (حسن آرا نے تامل کیا)

محمُودہ۔ ایں بھول گئیں وُہ کشش جس کے اثر سے چیزیں زمین پر گرتی ہیں۔

حُسن آرا۔ ہاں ہاں جانتی ہوں پھر۔

اُستانی جی۔ وہ کشش صرف زمین میں نہیں ہے۔ ہر ایک چیز ایک دوسری کو کھینچ رہی ہے۔ زمین چاند سورج ستارے سب ایک ایک دُوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ اس کھینچا تانی کا آخر یہ اثر ہوا کہ زمین ملا کر گیارہ ستارے آفتاب کے گرد گھومتے ہیں۔

حُسن آرا۔ زمین بھی ایک سیّارہ ہے۔

Marfat.com

اُستانی جی۔ بے شک۔

حسن آرا۔ اچھا زمین آفتاب کے گرد گھومتی سہی مگر اس سے دن رات کا ادل بدل تو لازم نہیں آتا۔

اُستانی جی۔ سہی کیا معنی یوں کہو گھومتی ہے اور رات کا ادل بدل یوں ہے کہ زمین اپنے اُوپر بھی پلٹے کھاتی جاتی ہے ایک پلٹے کا نام رات دن ہے اور آفتاب کے گرد ایک چکر کا نام برس۔ حساب سے یہ نکلا کہ ایک گھنٹے ٹ اٹھاون ہزار میل زمین اپنے چکر میں چلی جاتی ہے اور جس طرح ریل اور ناؤں کے بیٹھنے والوں کو ریل اور ناؤں کی حرکت معلوم نہیں ہوتی ہم لوگوں کو گو خبر بھی نہیں ہوتی کہ زمین کہاں جا رہی ہے۔

حسن آرا۔ صرف گیارہ ستارے آفتاب کے گرد گھومتے ہیں۔ اور باقی۔

اُستانی جی۔ باقی ٹھہرے ہوئے ہیں اور کون جانے شاید ان ٹھہرے ہوئے ستاروں میں ایک ایک کے بجائے خود آفتاب ہو اس کے گرد اگرد اور ستارے گھومتے ہوں جو ہم کو نظر نہیں آتے۔

حسن آرا۔ ایسا نہ ہو گھومتے گھومتے یہ گولے ایک دوسرے سے ٹکرا اُٹھیں اچھی اُستانی جی تب کیا ہوگا؟

اُستانی جی۔ عجب نہیں کہ قیامت اسی طرح آئے بلکہ آفتاب کے گرد گھومنے والے چار ستارے انگریزوں نے نئے دیکھے ہیں لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ وہ چاروں کبھی ایک تھے نہیں معلوم کب اور کیوں ٹوٹ کر چار بن گئے۔

حسن آرا۔ ان ستاروں سے کچھ چنداں روشنی تو ہم کو پہنچتی نہیں بھلا آفتاب ماہتاب تو قدرتی مشعلیں ہیں۔ یہ ستارے اللہ میاں نے کیوں بنائے ہیں؟

اُستانی جی۔ تمہیں اللہ میاں نے کیوں بنایا ہے۔ اپنی قدرت کے بھید وہی

Marfat.com

وہی خوب جانتا ہے۔ جس طرح زمین ایک جہان ہے ہر ہر ستارہ بجائے خود ایک جہان ہے شاید ان میں ہم جیسے انسان بستے ہیں۔

حسن آرا۔ یہ صرف آپ قیاساً فرماتی ہیں یا ستاروں میں آدمیوں کا رہنا تحقیق ہوا ہے۔

اُستانی جی۔ قیاسی بات ہے۔ لیکن قیاس معقول ہے کچھ نامعقول نہیں بعض ستاروں میں پہاڑ، سمندر، بادل، ہوا یہ چیزیں تحقیق ہوئی ہیں پس کیا عجب ہے کہ آدمی بھی ہوں۔ چاند میں جو ایک دیا سا دکھائی دیتا ہے جانتی ہو کیا ہے۔

حسن آرا۔ میں نے سُنا ہے کہ کوئی بڑھیا چاند میں بیٹھی چرخہ کاتا کرتی ہے

(سب ہنسنے لگے)

اُستانی جی۔ یہ پہاڑوں کی بڑھیا ہے۔

حسن آرا۔ جتنی باتیں آپ نے فرمائیں سب میرے دل نے قبول کیں اور علم ہیات بڑی دلچسپ چیز ہے اور میں وہ رسالہ سیر آسمان ضرور پڑھوں گی۔ رابعہ نے آہستگی سے حسن آرا کے کان میں کہا کہ چاند اور سورج کو کبھی گرہن لگتا ہے۔ اس کا سبب بھی اُستانی جی سے پوچھ لو۔

حسن آرا۔ پوچھنے کی ضرورت ہے تمام دنیا اس کا سبب جانتی ہے کہ یہ ایک قسم کا عذاب الٰہی ہے۔

رابعہ۔ ہاں لوگ تو کہتے ہیں مگر شاید پوچھنے سے کوئی ٹھیک بات دریافت ہو۔

حسن آرا۔ میں تو ایسی موٹی بات پوچھ کر خفیف ہونا نہیں چاہتی۔ اُستانی جی نے ان دونوں کی سرگوشی سُن کر پوچھا کیا ہے؟

حسن آرا۔ جناب کچھ بھی نہیں رابعہ چاند گرہن اور سورج گرہن کا سبب دریافت

Marfat.com

کرتی تھیں سوئیں نے بنا دیا۔

اُستانی جی۔ کیا؟

حسن آرا۔ عذاب الٰہی۔

اُستانی جی۔ عذاب نہیں بلکہ خدا کی قدرت اور اس کا جلال۔ اور سبب۔

حسن آرا۔ کچھ خوب سمجھ میں نہیں آیا۔

اُستانی جی۔ میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ زمین اور چاند اپنی ذات سے نورانی نہیں گھومتی گھامتی جب سورج اور چاند کے بیچ میں زمین آپڑے گی تو چاند گرہن ہوگا اور جب سورج اور چاند حائل ہوگا تو سورج گرہن مگر یہ باتیں بہت مشکل ہیں اور ابھی تم کو ان کا سمجھنا دشوار ہے۔ انشاءاللہ جب تم رسالہ سیر آسمان کے پڑھنے کی لیاقت حاصل کروگی تو میری باتیں بخوبی تمہارے ذہن نشین ہو جائیں گی۔

Marfat.com

حُسن آرا کا مکتب سے رُخصت ہونا

ہم شروع کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ حُسن آرا مکتب میں بیٹھی تو گیارہویں برس میں تھی جب اس کو خیر سے چودھواں برس لگا تو جھجر والوں کی طرف سے بیاہ کا تقاضا شروع ہوا اس عرصہ میں حُسن آرا نے سارا قرآن مجید پڑھا اور چونکہ دو سیپارے روز تلاوت کا معمول تھا ایسا یاد تھا کہ گویا حفظ ہے اُردو بے تکان بے تکلف لکھتی پڑھتی تھی۔ سوادِ خط بھی کچھ بُرا نہ تھا۔ قرآن کا ترجمہ اور کنز المصلےٰ، قیامت نامہ، راہِ نجات، وفات نامہ، قصّۂ شاہِ روم، قصّۂ سپاہی زادہ، معجزہ شاہ یمن، رسالہ مولود شریف، شہید مشارق الانوار اتنی تو مذہبی کتابیں اس کی نظر سے گزر گئیں اور ان کے علاوہ حساب کے ضروری قاعدے کسر تک اور ہندوستان کا جغرافیہ، ہندوستان کی تاریخ، چند پند، منتخب الحکایات، مراۃ العروس سب کچھ سیکھ پڑھ کر فارغ ہو گئی اردو کے اخبار بے تامل پڑھ کر سمجھ لیا کرتی تھی اور لکھنے پڑھنے کے علاوہ خانہ داری کے جو ہُنر عورتوں کو درکار ہیں سب اس نے حاصل کیے اور معلومات مفید کا اتنا ذخیرہ اس نے جمع کر لیا کہ وہ اس کو تمام عمر کی آسائش اور مسرت کے لیے کافی تھا۔ کتاب کے ذریعہ سے جو کچھ اس نے سیکھا اس کا ہزار چند اُستانی اصغری خانم اور مکتب کی لڑکیوں سے باتوں باتوں میں حاصل کیا۔ جب اس کے بیاہ کی تاریخ قریب پہنچی تو ہر چند گھر والوں نے اس کو مکتب جانے

Marfat.com

سے رد کا مگر اس کو شوق تھا۔ حسب دستور مکتب میں آتی رہی یہاں تک کہ مائیوں بیٹھنے میں صرف تین دن باقی رہ گئے تب ناچار سُلطانہ بیگم خود اُستانی اصغری خانم کے پاس گئیں۔ سلام دعا اور مزاج پُرسی کے بعد سُلطانہ بیگم بولیں "اُستانی جی تم میں ایسا جی پڑا تھا کہ روز کہتی تھی آج جاؤں لیکن تمہاری اس لونڈی کے بیاہ کرنے کی فکر میں ایک دم کی چھٹی نہیں ملتی۔ سیتی مَیں نہیں پروتی مَیں نہیں مگر کام ہے کہ سمٹنے ہی نہیں آتا۔ آخر میں آج زبردستی نکل کھڑی ہوئی سو کام کاج کا حرج کیا اور مَیں نے کہا کہ چلوں ذرا کھڑے کھڑے اُستانی جی سے تو مل آؤں۔

اُستانی جی۔ درست ہے یہی تو کام کاج کا وقت ہے آپ نے ناحق تکلیف کی مجھی کو بلا بھیجا ہوتا۔ مَیں بھی دن رات آپ کے کام میں لگی لپٹی رہتی ہوں جوڑے جو مَیں نے سینے اور مصالح ٹانکنے کو آپ سے منگوائے تھے سب تیار ہیں۔ پہلے تو میر اجی ڈرتا تھا کہ جوڑے ماشاء اللہ بہت بھاری ہیں اور خدا کے فضل سے امیر گھر جانے والے ہیں ایسا نہ ہو یہ لڑکیاں کہیں بگاڑ دیں۔ مگر نہیں حسن آرا بیگم کی محبت سے لڑکیوں نے خوب ہی جی لگا کر سیا اور مصالح بھی بہت ہی صفائی سے ٹانکا۔ اس جوڑی گلبدن کے پائنچے میں جو مَیں نے پرسوں سلوا کر بھیجا ہے ذرا کلیوں کا گوکھرو کھینچ زیادہ کیا ہے۔ بہتیرا شہر بانو کہتی رہی کہ اُستانی جی لاؤ اُدھیڑ کر پھر ٹانک دوں۔ مَیں نے کہا خیر رہنے بھی دو اُدھیڑنے سے گوکھرو خراب ہو جائے گا۔ آئندہ اس کا خیال رکھنا۔

سُلطانہ بیگم۔ وہ جوڑا مَیں نے اپنے یہاں کی مغلانیوں کو دکھایا تھا پھڑک گئیں اور کہنے لگیں پھر کہاں مردوں کی چٹکی اور کہاں عورتوں۔ مَیں بولی

Marfat.com

اری مردوں کا یہاں کیا مذکور۔

مُغلانیاں۔ اے حضُور! یہ جوڑا میاں علی جان کے کارخانے کا ٹنکا ہوا معلوم ہوتا ہے اسی سے ٹانکا ایسا درست بیٹھتا چلا گیا ہے۔ تو لونڈیوں کے عرض کرنے کا یہ مطلب کہ عورتوں کا کام کیسا ہی سُپھل کیوں نہ ہو مردوں کے کام کو نہیں پا سکتا۔

یلیں۔ کہاں کے علی جان اور کیسے مرد یہ جوڑا تو میری اُستانی جی کے مکتب کی لڑکیوں نے سیا اور انہیں نے اس میں مصالح ٹانکا ہے یہ سُن کر مغلانیاں بار بار جوڑے کو کھول کھول کر بغور دیکھتی تھیں بولیں حضور فرماتی ہیں تو ہم کو یقین ہے لیکن عورتوں کے ہاتھ میں یہ صفائی اور سُتھرائی ہم نے تو نہیں دیکھا۔

اُستانی جی۔ خیر اور جوڑوں کی سلائی مجھ کو بھی پسند ہے۔ پھر آپ نے حسُن آرا بیگم کے تمام جوڑے بھیج دیئے ہوتے لڑکیاں تو خوشی خوشی سی دیتیں۔

سُلطانہ بیگم۔ اور یہ سارا جہیز کس نے ٹانکا۔ مغلانیوں سے تو میں نے صرف موٹا کام لیا چاندنیاں ہوئیں گھٹریاں ہوئیں دسترخوان ہوئے سوزنیاں ہوئیں موباف کسنے غلاف تکیے توشک لحاف اس طرح کی چیزیں البتہ مغلانیوں نے سی ہیں یا ہاں شب خوابی کے کپڑے باقی پہننے کے کپڑے اکثر تو مکتب میں اور کچھ تھوڑے باجی اماں کے یہاں سیئے پروئے گئے۔

اُستانی جی۔ الٰہی خیر سے حسُن آرا بیگم کو نصیب ہوں اور ہزاروں اور گھس پس کر پرانے ہوں۔

سُلطانہ بیگم۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) ہاں اُستانی جی دعا کیجیے اللہ نصیب اچھے کرے بیٹیوں کا بھی کچھ عجب نازک معاملہ ہے کن کن مصیبتوں سے پالو پرورش کرو اور پھر دھن پرایا کیا کروں کچھ بن نہیں پڑتی ورنہ میں

Marfat.com

حسنا کو اپنی نظروں سے دُور نہ ہونے دیتی۔ شہر میں ایک سمدھیانہ کر کے وُہ وُہ آفتیں اٹھائیں کہ میں نے آگے کو توبہ کی اور کان اینٹھا ورنہ حکیم صاحب بے چارے کا کچھ قصور نہیں کیسی کیسی باتیں حسنا کے واسطے منگوائیں — ایک سے ایک بڑی چڑھی۔ میں نے کہا حاشا ادھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے گی میں شہر میں اَب بیٹی نہ دوں گی۔ کالا مُنہ ایسے شہر کا جس میں یہ کچھ رسوائی اور فضیحت ہے۔ سو اُستانی جی اب دیہات والوں سے معاملہ کیا ہے خدا کے ہاتھ میں شرم ہے۔

اُستانی جی۔ حُسن آرا بیگم سے آپ مطمئن رہیے اول تو جھجر والے خود بڑے رئیس ہیں دُوسرے خاک چاٹ کر کہتی ہوں آپ انشاء اللہ دیکھ لیجیے گا کہ بیاہ کے دوسرے تیسرے ہی مہینے حسن آرا بیگم تمام ریاست کے سیاہ و سفید کی مالک بن بیٹھیں تو مجھ کو اُلاہنا دیجیے گا۔ کیا آپ کو حُسن آرا کے مزاج میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔

سلطانہ بیگم۔ فرق تو آپ کی عنایت سے زمین آسمان کا ہے آپ کے فیضانِ تعلیم نے خاک کو اکسیر تانبے کو کندن ذرّے کو خورشید پوتھ کو لعل سفید حیوان کو آدم حسنا کو ماشاء اللہ حُسن آرا بیگم بنا دیا اس کی خوبی تقدیر کی یہی ایک بڑی نشانی ہے کہ وہ شاگرد اور آپ جیسی اُس کی اُستانی ہے یہ ایسا احسان آپ نے سب گھر والوں پر کیا ہے کہ جب تک جئیں گے آپ کے مرہونِ منت رہیں گے۔ مگر جب سے حسنا کے بیاہ کی تیاری ہوتے دیکھی ہے کچھ سہم سی گئی ہے یونہی گھر میں اس کا جی نہیں لگتا تھا اور بھی دل اُچاٹ ہو گیا ارادہ تھا کہ پُورے مہینے بھر مائیوں بٹھاؤں گی۔ اِس کی حالت دیکھ کر میں نے کہا کہ مائیوں سے بدتر تو یہ خود ہوتی جاتی

Marfat.com

ہے۔ رنگت زرد ہوگئی ہے آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں چہرہ دیکھو اُداس، صُورت دیکھو غمگین۔ مَیں کہتی ہوں اس کو اتنی عمر میں فکر کیوں ہے۔ اس عمر میں تو لڑکیوں کو دُلہن بننے کی بڑی خوشی ہوتی ہے۔

اُستانی جی۔ حسن آرا بیگم اور لڑکیوں کی طرح نادان نہیں ہیں ماشاء اللہ بڑی فہمیدہ اور زیرک لڑکی ہے۔ یہی گھر چھوڑنے کا خیال ہوگا۔

سُلطانہ بیگم۔ گھر کی تو اس کو مطلق پرواہ نہیں البتہ مکتب اس کی جان ہے دیکھئے کیونکر بچی کا دل بہلے گا۔

اُستانی جی۔ میں سمجھا دوں گی اور یوں آدمی اپنے پیاروں سے جُدا ہوتا ہے۔ تو رنج ہوتا ہی ہے۔

سُلطانہ بیگم۔ اترسوں خیر سے پچیسویں تاریخ اور جمعہ کا دن ہے اگر آپ اجازت دیں تو حُسنا کو مائیوں بٹھایا جائے کنبے والے پچھوا پچھوا بھیجتے ہیں کہ اب تک لڑکی کو مائیوں نہیں بٹھایا۔

اُستانی جی۔ خدا مبارک کرے تاریخ بھی اچھی دن بھی اچھا اور حسن آرا بیگم کو مائیوں بٹھانے کی ضرورت تو کچھ نہ تھی مگر خیر دنیا کی رسم ہے۔

سلطانہ بیگم۔ پھر آپ فرمائیں تو حسنا گھر سے نہ نکلے مَیں تو کئی دن سے کہہ رہی ہُوں مُنہ سے کچھ نہیں کہتی۔ آنکھ بچی اور مکتب میں۔

اُستانی جی۔ کل اور معاف کیجیے پرسوں انشاء اللہ مَیں حسن آرا بیگم کو مکتب سے رخصت کر دوں گی لڑکیوں سی خواہش ہے کہ کل دونوں وقت مکتب کی طرف سے حُسن آرا بیگم کی دعوت ہو۔ رات جگا کریں۔ پرسوں سویرے ذرا آپ بھی جمال آرا بیگم کو ساتھ لے کر تشریف لائیے گا اور لڑکیوں کی ماں بہنیں بھی آئیں گی۔ اس کے بعد سلطانہ بیگم تو رخصت ہوئیں اگلے دن بڑے تکلف سے بڑی

Marfat.com

دھوم دھام کے ساتھ حسن آرا بیگم کی دعوت ہوئی مکتب کی لڑکیوں نے اپنے ہاتھوں وُہ وُہ کھانے پکائے کہ کیا کوئی رکابدار پکائے گا۔ رات کو رات جگا ہوا حُسن آرا کے سہاگ کے مائیوں کے گیت گائے گئے اور لڑکیوں نے یہ صلاح کی کہ مکتب کی طرف سے چڑھاوے کا جوڑا تو خیر دیا ہی جاوے گا مانجھے کا جوڑا بھی مکتب ہی کا ہو اور حسن آرا بیگم وہی جوڑا پہن کر مکتب سے رُخصت ہوں۔ صبح سویرے اُٹھ نماز اور تلاوت سے فارغ ہو مکتب میں جھاڑو دلوا سلیقے کے ساتھ دالان میں صاف اور سُتھرا فرش بچھوا دیا اتنے میں مہمانوں کی ڈولیاں آنی شروع ہوئیں کوئی چار گھڑی دن چڑھتے چڑھتے سارا گھر مہمانوں سے بھر گیا لڑکیوں کی ماں بہنوں میں تو کوئی ایسی نہ تھی کہ نہ آئی ہو محلّے کی ساری بیویاں بے بلائے سیر دیکھنے کو آموجود ہوئیں اور اچھی خاصی شادی رچ گئی بیچ دالان میں آکر بھر گئے جب سب لوگ بیٹھ بٹھا چکے تو اندر کوٹھری سے لڑکیاں حُسن آرا کو مانجھے کا جوڑا پہنا کر باہر لائیں اور اُستانی جی کے عین سامنے لا بٹھایا تب اُستانی جی نے حُسن آرا کی طرف مخاطب ہو کر یہ تقریر کی کہ

بوا حُسن آرا بیگم آج مَیں تم کو اپنی اور اپنے مکتب کی لڑکیوں کی طرف سے رُخصت کرتی ہوں۔ آج استادی شاگردی اور ہم مکتبی کا سب کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ سن کر سارے مہمانوں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے اور اُستانی جی کا دل بھی اس قدر بھر آیا کہ گو ضبط کرتی تھیں مگر آواز سے رقت ظاہر ہوتی تھی مگر محبّت اخلاص انشاء اللہ جب تک دَم میں دَم ہے باقی رہے گا۔ حُسن آرا بیگم میں تم کو مثل اپنی بتول اور محمُودہ کے چاہتی ہوں اور پیار کرتی تھی اور کرتی ہُوں اور جب تک

Marfat.com

دُنیا میں ہُوں خدا نے چاہا کہ دنگی مگر استادی شاگردی کا ایسا ناطہ ہے کہ مجھ کو اس محبت کا برتاؤ رکاوٹ کے ساتھ کرنا پڑتا تھا۔ کبھی کبھی مَیں نے تمہاری غلطیوں پہ متنبہ کیا ہوگا بلکہ شاید کسی بیجا بات پہ ملامت بھی کی ہو سو وہ تنبیہ اور ملامت تمہارے فائدے تمہاری اصلاح اور تمہاری بہتری کے واسطے تھی۔ جب دو آدمی دنیا میں کسی طرح کا تعلق رکھتے ہیں چاہے وہ تعلق ہمسائیگی اور ہم وطنی اور اِنسانیت کا کیوں نہ ہو مگر بہت سے حقوق ایک دوسرے پر ہوتے ہیں جو تعلق مجھ کو تمہارے ساتھ تھا میں کہہ چکی ہوں کہ تعلق مادری اور فرزندی کے قریب قریب تھا۔ ہر چند میں تمہارے حقوق کے ادا کرنے میں اپنے مقدور بھر کوشش کرتی رہی ہوں لیکن ممکن ہے کہ مجھ سے تمہارے کسی حقوق کے ادا کرنے میں کچھ فروگذاشت ہوئی ہو سو آج مَیں اس بھرے مجمع میں تم سے بمنت اس کی معافی چاہتی ہوں اس واسطے کہ مَیں بھی آدمی ہوں اور آدمی کو یہ کبھی غرور نہیں کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے فرائض انسانیت کو پُورا پُورا ادا کیا ہے (ہر طرف سے واہ واہ سبحان اللہ کا شور ہوا مگر اس کے ساتھ رقت بھی تھی) بوا حسن آرا بیگم انسان کا خمیر مانس سے ہے دو چار دفعہ کی صاحب سلامت سے آدمی کو آدمی کی محبت پڑ جاتی ہے اور تم سے تو تین برس کامل اس درجہ کا اختلاط رہا کہ رات دن پاس رہنے کا اتفاق ہوا بس آج مَیں تم کو اسی صدمہ اور اسی درد اور اسی رنج کے ساتھ رخصت کرتی ہوں جس طرح بتول اور محمودہ کو کروں گی۔ اگر خدا کو منظور ہے (سب لوگ جتنے اس وقت موجود تھے پکار کر روئے)

اُستانی جی۔ تھوڑی دیر ضبط کرنے کے بعد۔ بوا حسن آرا بیگم ہیں جُدائی اور

Marfat.com

رُخصت کے مضمون کو بار بار کہنا نہیں چاہتی اس واسطے کہ اس سے تم کو
اور مجھ کو اور سب سُننے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ مگر غور کرو تو تمہارا
رخصت ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ دُنیا جہاں کی بیٹیوں کا دستور
ہے کہ بیاہ ہوا اور ماں باپ سے جدا ہوئیں مجھ کو بھی اپنی ماں سے
کبھی ایسا ہی تعلق تھا۔ جیسا کہ اب تم کو بیگم صاحبہ سے یا مجھ سے
ہے۔ تمہاری طرح میں بھی ایک آپا رکھتی تھی تمہاری جیسی سہیلیاں
میری بھی تھیں مگر آخر سُسرال کی نئی دُنیا میں آکر بسی اور کیا میں اکیلی
بسی مجھ ایسی ہزاروں لاکھوں۔ تم کو شاید شہر کے باہر بیاہے جانے کا
خیال ہوتا ہوگا سو جھجر کچھ دُور نہیں ہے باہر شہر ہے مگر تمہارے واسطے نہیں
جن کے لیے ماشا اللہ ہر طرح کی سواری موجود ہے اگر آنا چاہو تو پھر نہیں
سواپہر۔ بوا حسن آرا بیگم میکے کے تعلقات یاد رکھو کہ رفتہ رفتہ خود بخود
ضعیف جاتے ہیں پس کیا دل کو اتنا سمجھا لینا کچھ بڑا کام
ہے کہ پہلے سے اِدھر کے تعلقات کو ضعیف فرض کر لیا جائے ——
حُسن آرا بیگم حالت میں جو انقلاب عظیم ہونے والا ہے مجھ کو اُمید ہے
کہ تم اس سے بے بہرہ نہیں ہو اور تم کو شکر کرنا چاہیے کہ جس امتحان
کے لیے تم بلائی جاتی ہو تم کو اس کے واسطے تیاری کرنے کی اچھی خاصی
فرصت اور فراغت حاصل تھی۔ جو کچھ تم نے پڑھا اور سیکھا اور سُنا
اب اس امتحان میں تمہارا اصلاح کار اور مدد گار ہوگا۔ جو شخص تمہاری
طرح کتابوں کا ذخیرہ پاس رکھتا ہے اگر وہ اپنے تئیں تنہا سمجھے یا وہ
اپنے تئیں اپنے پیاروں سے بچھڑا ہوا خیال کرے تو یہ اس کی غلطی ہے
یہی کتابیں تمہاری تنہائی کی سہیلیاں ہیں اور سہیلیاں بھی کیسی ماں کی

Marfat.com

طرح مہربان، اُستانی کی طرح شفیق، مونس، غم خوار، رفیق، غم گسار، ناصح دوستدار، خیر خواہ وفا شعار، بوا حسن آرا بیگم اَب تک جو پڑھتی رہیں تم کو قصّہ اور کہانی معلوم ہُوا ہوگا۔ لیکن وہ کہانی اَب تک جگ بیتی تھی اور اَب اپنی بیتی ہو گی۔ جتنی کتابیں تمہارے پاس ہیں اگرچہ تھوڑی ہیں مگر غور کرنے اور عمل کرنے کو بہت ہیں اور مَیں تمہارے ہی فائدے کی نظر سے یہ آخری نصیحت تم کو کرتی ہوں کہ تم کو اسی طرح التزام کے ساتھ ان کو پڑھتی اور دیکھتی رہنا جیسے مکتب کے پڑھنے کی حالت میں پڑھا اور دیکھا کرتی تھیں۔ جِس روز سے تم مکتب میں داخل ہوئیں مَیں نے تمہارے حالات قلمبند کرنے شروع کر دیئے تھے اور اَب تک جو جو مباحثے اور مناظرے تم مَیں اور لڑکیوں میں واقع ہوئے ہیں سب کو سلسلہ وار لکھتی چلی گئی۔ اب میں دیکھتی ہوں تو ان سے ایک اچھی خاصی کتاب بن گئی۔ **بنات النعش**۔ مَیں نے اس کا نام رکھ دیا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جو مَیں تم کو بطور اپنی یادگار کے دیتی ہوں یہ کہہ کر اُستانی اصغری خانم نے سرخ اطلس کے کامدار جزدان سے کتاب نکالی کلابتوں کا شیرازہ جلد جیسے سونے کا ڈلا خود اُستانی جی کے دست خاص کی نہایت پاکیزہ و خط نستعلیق میں لکھی ہوئی کہ دیکھ کر آنکھ روشن ہو جائیں لوح بین السطور جدول سرآغاز ہر جگہ لاجوردی اور طلائی کام پہلے تو حاضرین مجلس میں دست بدست وہ کتاب پھری۔ پھر اُستانی جی نے بدستور جزدان میں رکھ کر حسن آرا بیگم کو دی۔ حُسن آرا گھونگھٹ نکالے نکالے سرو قد کھڑی ہو اُستانی جی کو بہت ادب سے سلام کر کے بیٹھ گئی۔ کتاب کی دیکھ بھال میں کوئی دو چار لمحے سلسلۂ سخن منقطع رہا اور پھر اُستانی جی نے اپنی تقریر شروع کی۔

بُوا حُسن آرا بیگم! اس کتاب میں تم اپنی بلکہ مکتب کی سب لڑکیوں کی ہو بہو تصویریں پاؤ گی۔ یہ سُن کر کل حاضرین جنہوں نے کتاب کو چھی طرح

Marfat.com

اُلٹ پلٹ کر دیکھا تھا۔ متعجب ہوئے۔

اُستانی جی۔ تصویر سے مراد ہے کہ تمہارے مزاج تمہاری عادت تمہاری خُو بُو کا اس میں ایسا بیان کامل ہے کہ جو تمہارے حالات سے واقف ہے کتاب کے پڑھنے کے ساتھ سمجھ جائے گا۔ کہ تمہارا تذکرہ ہے یہ کتاب تم کو وُہ عادتیں یاد دلائے گی جن کی اصلاح میں مجھ کو بڑے بڑے اہتمام کرنے پڑے ہیں تم کو اس کتاب کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوگا کہ گویا پھر وہی تم ہو اور تمہارا مکتب ہے وہی بات بات پر ضِد ہے اور وہی بات بات پر تعجب ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے تم کو معلوم ہوگا کہ مکتب کی تعلیم نے تم پر کہاں تک اثر کیا۔ کون کون سی بُری عادتیں تھیں کہ چھڑا دیں۔ کون کون سی غلط فہمی تھی کہ اس کی اصلاح کی اور کون کون سی نیک باتیں ہیں کہ اولاً ان کی بہتری تم سے تسلیم کرا کے پھر تم کو اِن کے اختیار کرنے پر مجبور کیا اگرچہ ظاہر میں تم آج سے اس مکتب سے جدا ہوئیں مگر میرے اور سب لڑکیوں کے دِلوں سے ہمیشہ ہمیشہ تم نزدیک رہو گی اور اور وقتاً فوقتاً جو فائدہ تم کو اس مکتب سے پہنچنا ممکن ہے پہنچتا رہے گا جو نئی کتاب ہم لوگ پائیں گے یا جو عُمدہ مضمون سنیں اور دیکھیں گے ضرور تم کو پڑھنے میں شریک کر لیا کریں گے۔ بوا حسُن آرا بیگم تم تو جانتی ہو کہ میں ایک غریب آدمی ہوں لیکن خدا کا شکر کرتی ہوں کہ میں اپنی حالت سے رضامند اور اپنی حیثیت میں خوش ہوں۔ کیونکہ بقول ایک بزرگ کے آسمان کو دیکھتی ہوں کہ ضرور کسی نہ کسی دن طائر روح کو قفس عنصری سے نکل کر اوج فلک پر پرواز کرنا ہے۔ پھر زمین کو دیکھتی ہوں اور پاتی ہوں کہ جب مروں گی تو صرف چند بالشت میری ہڈیوں کے لیے درکار ہو گی۔ پھر

Marfat.com

غور کرتی ہوں تو دنیا میں نہ کچھ ساتھی لائی اور نہ کچھ ساتھ لے کر جاؤں گی اور ہزاروں لاکھوں خدا کے بندے ایسے ہیں کہ ان کے مقابلے میں ہر طرح اور ہر اعتبار سے میری حالت بہ مدارج بہتر ہے۔ ان خیالات نے میرے دل پر یہ اثر کیا ہے کہ دوزخ شکم بھر لینے کو کچھ دال دلیا اور تن بدن ڈھانک لینے کو کچھ موٹا جھوٹا کپڑا اس کے سوائے دُنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کا ہونا میں اپنے واسطے ضرور سمجھوں اور اس کے حاصل کرنے کی فکر کروں پھر بھی خدا نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو اپنی ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے بڑھ کر بہت کچھ دے رکھا ہے کچھ تھوڑا سا باقتضائے محبّت اس میں سے اور کچھ رقم مکتب سے لے کر میں نے دو سو روپے کا ایک جوڑا تمہارے لیے بنایا ہے مکتب کی رقم تم جانتی ہو کہ میں اس کی مالک نہیں ہوں لڑکیوں کی چیز ہے جن کے کاموں کے دام سے یہ رقم فراہم کی جاتی ہے۔ پس یہ جوڑا خلعت مکتبی ہے جو میں تم کو نہایت خوشی سے دیتی ہوں خدا تم کو اس کا پہننا مبارک کرے۔ تمہارے جہیز میں اس سے کہیں زیادہ قیمت کے جوڑے ہوں گے مگر جب دیکھو گی کہ کس چاؤ اور کس شوق سے کس محبّت سے ہم چند غریب آدمیوں نے مِل کر جوڑا بنایا ہے تو ہم سب کو اُمید ہے کہ تمہاری قیمتی اور عمدہ اور نفیس جہیز میں اس کا شامل کیا جانا کچھ بدنما نہ ہوگا۔ یہ سُن کر حُسن آرا نے پھر اسی حالت میں اُٹھ کر سلام کیا۔

اُستانی جی۔ حُسن آرا بیگم۔ اَب دن زیادہ چڑھ گیا ہے اور لوگوں کے کھانے پکانے کا وقت ہے۔ مَیں نہیں چاہتی کہ زیادہ دیر تک تم سب کو باتوں میں لگائے رکھوں مگر صرف ایک بات مجھ کو اور کہہ لینے دو کہ اگر اس

Marfat.com

کو نہ کہوں گی تو گویا تمہارا فرضِ رخصت ہمارے ذمےّ رہ جائے گا۔ لڑکیاں جو بیاہ ہوئے پیچھے ماں باپ، بھائی بہنوں اور عزیزو اقارب سے جدا ہو کر سُسرال جاتی ہیں اس انقلاب کی حالت میں خدائے تعالیٰ ہم عورتوں کو اپنے فضل سے اس انقلاب کی حالت میں خدائے تعالےٰ کے واسطے مقدور ہے۔ دُنیا ہمارا میکا ہے اور عاقبت بجائے سُسرال کے ہے کوئی لڑکی سدا میکے نہیں رہتی اور سویر ایک نہ ایک دن اس کو سُسرال جانا ضرور ہوگا اسی طرح کوئی شخص ہمیشہ دُنیا میں نہیں رہے گا۔ "سدا رہے نام اللہ کا"۔ جس لڑکی نے میکے میں رہ کر ہُنر سیکھا عقل و تمیز حاصل کی سُسرال میں بھی ساس سُسرے کی لاڈو نند بھاوجوں کی چہیتی اور اپنے میاں کی پیاری ہو گی۔ اسی طرح جس نے دُنیا میں رہ کر اچھے عمل اور نیک کردار کیے عاقبت میں اسی کی عزت اور اسی کی توقیر ہے اور ایسے ہی لوگ بہشت کے مالک ہوں گے مگر جس لڑکی نے ماں باپ کی نازبرداریوں میں وقت ضائع کیا اور نہ اپنے مزاج کی اصلاح اور عادات کی درستی اور تحصیل ہُنر کی کچھ فکر نہ کی سُسرال میں جائے گی تو میاں کی نظروں میں ذلیل ساس نندوں کے نزدیک بے وقر یعینہ یہی حال ہوگا ان کا جو زندگی کے دن غفلت اور بے پرواہی میں اکارت کرتے ہیں۔ قیامت میں رسوا اور فضیحت ہونگے جس طرح لڑکیاں میکے سے جہیز لے کر جاتی ہیں۔ دُنیا کے میکے کا جہیز اپنے اپنے عمل ہیں جو آدمی کے ساتھ جاتے ہیں۔ حُسن آرا بیگم میں جانتی ہوں کہ ان دنوں تمہارے دل میں عجب عجب طرح کے خیالات گذرتے ہوں گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا مگر اپنے خیالات کو ذرا اونچا کرو اور اپنی نظر کو تھوڑا اور آگے بڑھاؤ۔ سوچنے اور سمجھنے کی بات تو یہ ہے کہ دنیا کیا چیز

Marfat.com

ہے کِس لیے ہم یہاں آئے ہیں کیا ہم کر رہے ہیں اور اُنجام کار کیا ہونا ہے۔ جس طرح تمہارے میکے رہنے کے دن پُورے ہو چکے ہر شخص کے واسطے ایک دن وہ بھی ہوگا کہ اس کی مدّتِ حیات تمام ہو جائے گی۔

آؤ سب مِل کر اس وقت خدا کی درگاہ میں دعا کریں کہ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق دے (ہر طرف سے آمین آمین کا شور ہوا) دُنیا کے میکے اور سُسرالیں تو چند روزہ باتیں ہیں، الٰہی اس جہان میں جہاں سدا اسدا کو رہنا ہے پردہ رکھ لیجیو اور فضیحت مت کیجیو (سب نے پکار کر کہا آمین آمین)

الٰہی یہ تیری کنیز جس کو ہم لوگ حُسن آرا بیگم کہہ کر پکارتے ہیں منزل دُنیا جس کو تیرے حکم سے ہم سب طے کر رہے ہیں شروع کرنے والی ہے۔ تیرا فضل و کرم اس کا حافظ۔ تیری توفیق اس کا بدرقہ تیری عنایت و مہربانی اس کی زادِ راہ ہو (سب کو رقت ہوئی اور سب نے کہا آمین) اس کے بعد اُستانی جی نے اُٹھ کر حُسن آرا کو دیر تک گلے لگا کر پیار کیا اور آہستہ آہستہ کوئی دُعا پڑھ کر حُسن آرا پر دم کی اور دروازے تک ساتھ لے جا کر پالکی میں سوار کرا دیا اور مجلس تمام ہوئی۔

تمّت بالخیر

Marfat.com

خاتمہ

داستانوں میں وہی داستان فائق ہے جو مشحون بحمد حضرت خالق ہے اور فسانوں میں وہی فسانہ لائق ہے جو مقرون بہ ثنائے جنابِ رسُول سرورِ خلائق ہے مگر انسان ضعیف البیان کو کہاں یارا کہ شمہ بھر بھی اس کا بیان کرے۔ انتہا اس کی یہی ہے کہ عجز و قصور کا ہر دم دم بھرے۔ بعد اس کے واضح ہو کہ اس چمن بے خزاں پُر از لالہ و ریحاں مجموعہ نکتہائے لطیف متضمن بہ نصائح و حکایات شریف یعنی نسخہ بنات النعش نے کہ جس کا ہر ہر فقرہ انتخاب ہے جو جملہ ہے لاجواب ہے اور کیوں نہ ہو نازک خیال شیریں مقال جناب مولوی نذیر احمد صاحب نے یہ قصّہ ہی عجیب دلچسپ تالیف فرمایا ہے کہ کمال فصاحت و بلاغت سے ہر شخص کے دل کو لبھایا ہے حُسنِ تقریر نے عجب جلوہ دکھایا ہے اور لطف یہ کہ پند و مواعظ کے ضمن میں محذرات محاورات نساء کو اس خُوبی سے حلقہ بیان پہنایا ہے کہ ہر کس و ناکس کلمۂ تحسین زبان پر لایا ہے عرائس مقصود و نصائح حُسنِ انتظام معاش و معاد کو اریکۂ افسانہ پر لا بٹھایا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

دیگر مطبوعات

مقدمہ شعر و شاعری	از الطاف حسین حالی
یادگارِ غالب	″ ″ ″
مسدس حالی	″ ″ ″
دیوانِ حالی	″ ″ ″
توبۃ النصوح	از ڈپٹی نذیر احمد
ابن الوقت	″ ″ ″
فسانۂ مبتلا	″ ″ ″
بنات النعش	″ ″ ″
مراۃ العروس	″ ″ ″
واردات	از منشی پریم چند
زادِ راہ	″ ″ ″
فردوسِ بریں	از عبدالحلیم شرر
باغ و بہار	از میر امن دہلوی
امراؤ جان ادا	از مرزا رسوا
خیالستان	از سجاد حیدر

Marfat.com

دیگر مطبوعات

مقدمۂ شعر و شاعری	از الطاف حسین حالی
یادگارِ غالب	″ ″ ″
مسدس حالی	″ ″ ″
دیوانِ حالی	″ ″ ″
توبۃ النصوح	از ڈپٹی نذیر احمد
ابن الوقت	″ ″ ″
فسانۂ مبتلا	″ ″ ″
بنات النعش	″ ″ ″
مراۃ العروس	″ ″ ″
واردات	از منشی پریم چند
زادِ راہ	″ ″
فردوسِ بریں	از عبدالحلیم شرر
باغ و بہار	از میر امن دہلوی
امراؤ جان ادا	از مرزا رسوا
خیالستان	از سجاد حیدر

Marfat.com